گمشدہ جنت

صائمہ اکرم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام



منی ناول

گمشدہ جنت

صائمہ اکرم

ابر نیساں کا بدن اوڑھے گلابی کاسنی شام بڑی سرعت کے ساتھ اس چھوٹے سے بنگلے پر پھیلی تھی۔ دھوپ کی زردی دم توڑ چکی تھی اور دبے دبے قدموں کے ساتھ آنے والی شام کی تاریکی آہستہ آہستہ دن کے اجالے کو نگل رہی تھی..... فضا میں جنگلی پھولوں کی بڑی خوشگوار سی مہک تھی۔

سفید ماربل کے ٹائلوں سے سجے اس گھر کے لان کو ایک نظر دیکھنے سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ گھر

کے مکینوں کو باغبانی سے کوئی خاص شغف نہیں، اس لیے لان میں لگے امرود، انار اور آم کے درختوں پر اداسی دور ہی سے پر پھیلائے نظر آتی تھی۔ لان سے چار پانچ سیڑھیوں سے ذرا اوپر چھوٹے سے برآمدے میں داخلی دروازہ تھا۔ برآمدے کی سیڑھیاں گرد اور سوکھے پتوں سے اٹی ہوئی گھر والوں کی بے توجہی کا کھل کر اعلان کر رہی تھیں۔

اسلام آباد کے اس سیکٹر میں یہ چھوٹا سا بنگلا مین روڈ پر ہی واقع تھا۔ سامنے سڑک پر دائیں بائیں لگے سفیدے کے درخت اور ان کے پس منظر میں مارگلہ کی پہاڑیوں کا نظارہ پہلی دفعہ آنے والوں کو مبہوت کر دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ شہران دونوں کو پہلی ہی نظر میں بھا گیا تھا۔ وہ دونوں جو یہاں آنے سے پہلے ہزاروں اندیشوں کا شکار تھیں کم از کم اس سرسبز علاقے کو تو انہوں نے فوراً ہی پاس کر دیا تھا۔ رہی سہی کسر اس جاذبِ نظر بنگلے کو دیکھ کر پوری ہو گئی۔ جس کے گیٹ پر ''الجنت'' نام کی تختی آویزاں تھی۔

سیاہ گیٹ کے آگے ایک پیلی ٹیکسی اور بھورے سے رنگ کی پک اپ بڑی تیزی سے آگے پیچھے آ کر رکیں۔ اسی لمحے گھر کے داخلی دروازے سے اسود کسی کام سے ابھی ابھی باہر نکلا تھا۔ گیٹ بہت چھوٹا اور سلاخوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے باہر کا منظر بالکل صاف دکھائی دیتا تھا۔ اپنے گھر کے گیٹ پر ٹیکسی اور پک اپ دیکھ کر وہ کچھ چونکا۔ اندر کے مقابلے میں باہر کا موسم خاصا خوشگوار تھا۔ صبح کھل کر بارش ہو جانے کے بعد ہر چیز ہی تر و تازہ لگ رہی تھی۔

''لگتا ہے کہ اوپر والے پورشن کے مکین آ ہی گئے......'' اس نے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بالکل درست اندازہ لگایا۔ وہ اب بھی اپنی جگہ پر جما کھڑا تھا لیکن اس کی نظریں سخت حیرانی سے سامنے سامان اترواتی خواتین پر جمی ہوئی تھیں۔

''پروفیسر صاحب نے تو کہا تھا کہ ایک خالہ اور بھانجی ہوں گی لیکن ان میں خالہ کون ہے......؟''

اس نے شدید حیرت سے اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑی بلیک جینز پر گلابی شرٹ پہنے لیڈی ڈیانا ہیر کٹ میں ایک کامنی سی لڑکی کو دیکھا۔ وہ اتنے فاصلے پر بھی اس خاتون کے چہرے کے دلکش نقش اور سرخی مائل رنگت کا اندازہ کر سکتا تھا۔

اس کے ساتھ بلیو جینز پر بلیک لمبی ٹخنوں کو چھوتی قمیص کے ساتھ کھڑی لڑکی کے تیکھے نقش میں دل کو چھو لینے والی معصومیت اور جاذبیت تھی۔ اس کا قد خاصا دراز اور پوری شخصیت میں نمایاں بھورے سلکی بال تھے جنہیں ہیر بینڈ میں جکڑ کر اونچی سی پونی ٹیل بنا رکھی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اس کی کمر کو چھو رہے تھے۔

اسود نے سخت حیرت اور توصیفی انداز سے اس لڑکی کو دیکھا۔ اس کی خوب صورت پیشانی پر کچھ سلوٹیں تھیں اور وہ اپنے مدِمقابل موجود محترمہ کی کسی بات پر بیزاری سے سر جھٹک کر نفی میں سر ہلا رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی پونی کسی پنڈولم کی طرح دائیں بائیں گھوم رہی تھی۔ یہ بہت دلچسپ منظر تھا لیکن وہ زیادہ دیر اس سے محظوظ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ان میں سے ایک خاتون اس کی موجودگی سے آگاہ ہو چکی تھیں۔

اسود کچھ قدم چل کر آگے بڑھ آیا۔ پک اپ سامان اتار کر واپس جا چکی تھی۔ ان میں سے لمبے بالوں والی کی نظر اس پر پڑی۔ اس کی حسین آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔ اسود کو ایک لمحے کو ایسا لگا جیسے پہاڑوں پر اترتی دلکش شام تھک کر چور ہو گئی ہو۔

''تم تو کرایہ ایسے مانگ رہے ہو جیسے ہمیں راول پنڈی ائرپورٹ سے نہیں اسپین سے ڈائریکٹ لے کر آ رہے ہو......'' لیڈی ڈیانا کی جھنجلائی ہوئی آواز پر اسود نے اپنے چہرے پر آنے والی مسکراہٹ کو بہ مشکل چھپایا۔ ٹیکسی والے اور ان کے درمیان شاید نہیں یقیناً کرائے کے سلسلے میں کوئی تنازعہ چل رہا تھا۔

''ہاں تو بی بی آپ نے بھی تو مجھے آئی ایٹ سیکٹر کا کہا تھا جو اسلام آباد ایکسپریس وے سے بالکل نزدیک ہے اور وہاں آ کر پتا چلا کہ آئی ایٹ سیکٹر نہیں ایف ایٹ سیکٹر جانا ہے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس سیکٹر سے بھی یہاں تک فاصلہ کتنا بنتا ہے۔'' ڈرائیور ان خاتون سے بھی زیادہ اکتایا ہوا تھا۔ اس لیے پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا تھا۔

''ہاں تو ہم کون سا اسلام آباد کے رہائشی ہیں جو یہاں کے چپے چپے سے واقف ہوں گے پھر ان رہائشی علاقوں کے اے بی سی والے ناموں سے اچھا خاصا عقلمند بندہ بھی کنفیوژ ہو سکتا ہے......'' محترمہ کی اس انوکھی منطق پر اسود کے ساتھ ساتھ ٹیکسی ڈرائیور بھی ہونق ہو کر رہ گیا۔

''واہ بی بی' یہ بھی خوب کہی۔ آپ کی ذرا سی غلط یادداشت سے میرا اتنا سارا پیٹرول جل گیا اور آپ کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں......'' ٹیکسی ڈرائیور مزید جھلایا۔ ''میں پورے دو سیکٹر درمیان میں کراس کر کے یہاں آیا ہوں اس لیے تین سو زائد ہی لوں گا۔'' ڈرائیور کے دوٹوک انداز پر خاتون کی ننھی منی سی ناک غصے کی زیادتی سے سرخ ہوئی۔ اسود نے بڑی دلچسپی سے اس منظر کو دیکھا۔

''میرا دماغ خراب ہے جو تمہیں تین سو زائد دوں......؟'' لیڈی ڈیانا کٹ والی خاتون کے باقاعدہ چیخنے پر ساتھ کھڑی لڑکی کا منہ خفت سے سرخ ہوا۔ اس نے سٹپٹا کر تھوڑا سا رخ موڑ لیا جبکہ اس کی اس حرکت پر اسود ہلکا سا مسکرایا۔ اس نے دیکھا وہی لڑکی اب دوسری کا بازو پکڑے اسپینش میں اسے شاید معاملہ رفع دفع کرنے کے بارے میں کہہ رہی تھی۔ وہ زبان اسود کے ساتھ ڈرائیور کے لیے بھی ناقابلِ فہم تھی۔

''اوہ باجی جی آپ دونوں یہ فارسی میں گفتگو گھر جا کر کیجیے گا۔ مجھے فارغ کریں پہلے ہی آپ نے میرا بہت وقت ضائع کر دیا ہے۔'' ڈرائیور نے جھنجلا کر کلائی میں بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھا۔ اس کے رخسار غصے کی زیادتی سے سرخ ہوئے۔

''واٹ......'' وہ آپے سے باہر ہوئی۔

''یہ باجی کسے کہا ہے......؟'' وہ خاتون اسپینش بولتے بولتے اچانک مشتعل ہو کر اردو میں بولیں۔ ان کے غضب ناک انداز میں انگلی اٹھانے پر ٹیکسی ڈرائیور نے بوکھلا کر دوسری لڑکی کو دیکھا جو اس سارے معاملے سے سخت بیزار تھی۔

''مجھے کہہ رہا ہے آپ کو نہیں......'' دوسری لڑکی نے انتہائی کوفت سے ٹیکسی ڈرائیور کی جان بخشی کروائی تھی جواب ممنون نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسود کے لیے اپنی ہنسی روکنا سخت دشوار ہو گیا۔ وہ دونوں اب اسے دیکھ چکی تھیں جو ایک دوستانہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے ان کے بالکل قریب آن کھڑا ہوا۔

''کیا مسئلہ ہے بھئی......؟'' اسود نے معصوم بن کر پوچھا۔

''پاکستان میں تو ہر بندہ ہی ایک دوسرے کو لوٹنے پر لگا ہوا ہے۔ اس لیے تو اس ملک کا کچھ بنتا نہیں ہے۔'' لیڈی ڈیانا ہیر کٹ والی نے اسے دیکھ کر شکایتی انداز سے کہا۔

''یہ دیکھیں بی بی غلطی ہو گئی۔ چلیں تین سو نہ سہی ڈھائی سو ہی زائد دے دیں......'' ٹیکسی ڈرائیور نے انتہائی بدلحاظی سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔ اس کے جان چھڑانے والے انداز پر دوسری لڑکی نے بڑی عجلت میں اپنا ہینڈ بیگ کھولا اور سرخ رنگ کے تین نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھائے جو اس نے فوراً جھپٹ لیے۔

''کیا کر رہی ہو شرزمہ...... یہ ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے......'' لیڈی ڈیانا ہیر کٹ والی نے بوکھلا کر اپنے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھا جس پہ خجالت اور

شرمندگی کا بھرپور حملہ ہوا تھا۔ ایک اجنبی شخص کے سامنے یہ صورتِ حال کم از کم شرزمہ کو کئی دن تک شرمندہ کرنے کو کافی تھی۔

''جہاں اتنی دنیا بے وقوف بناتی ہے وہاں ایک اور سہی......'' اس نے کندھے اچکا کر سپاٹ انداز میں کہا۔

''السلام علیکم......! جناب اب یہ کارنر میٹنگ ختم کردیں وہ ٹیکسی والا تو جا بھی چکا ہے۔'' اس نے شائستگی سے دونوں کو مخاطب کیا۔

''تم نے دیکھا کہ وہ ٹیکسی والا کیسے ہم دونوں خواتین کو دن دیہاڑے لُوٹ کر چلتا بنا......'' وہ اس لیڈی ڈیانا ہیرکٹ والی کی بے تکلفی پر ابھی سنبھل ہی نہیں پایا تھا کہ دوسرا حملہ اس سے بھی زیادہ سرعت سے ہوا تھا۔

''یہ شرزمہ تو شروع ہی سے انتہائی اسٹوپڈ ہے۔ میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اس ٹیکسی والے سے کیسے جان چھڑاؤں اس نے فوراً تین سو نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما بھی دیے حتیٰ کہ وہ اب ڈھائی سو پر آ بھی چکا تھا......'' ان کا غصہ کسی طور کم ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔

''ہنی فار گاڈ سیک......!'' دوسری لڑکی کے تیور خاصے خطرناک تھے۔ اس کی نگاہوں میں چھپی تنبیہہ کی وجہ سے ہی دوسری نے فوراً موضوع بدلا۔

''ہاں بھئی ینگ مین......! یہ پروفیسر آفاق صاحب ہی کا بنگلا ہے ناں......!'' ہنی صاحبہ کرائے کا غم بھول کر اب توصیفی نظروں سے سامنے کاسنی رنگ کی بوگن ویلیا کی بیل کو دیکھ رہی تھیں۔ گھر پہلی ہی نظر میں ان کو بھا گیا تھا اس لیے چہرے پر اطمینان کے رنگ نمایاں تھے۔

''جی جناب، یہ اسی کا غریب خانہ ہے......''

وہ دونوں بازو سینے پر باندھے بڑی انکساری کے ساتھ بولا لیکن اس کی نظریں اب بھی پنڈولم کی طرح جھولتی لمبی پونی ٹیل پر تھیں۔

''سبحان اللہ......! یہ پہلا غریب خانہ اتنا شاندار دیکھا ہے جس کی مالیت کم سے کم دو ڈھائی کروڑ تو ہوگی۔ اللہ ایسے غریب خانے سب کو دے۔''

اسود کو ان کے لہجے میں طنز کے بجائے شرارت کی فراوانی محسوس ہوئی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

''آپ کی تعریف......؟'' محترمہ نے تیکھی نظروں سے گھورا تو وہ مردتا مسکرایا۔

''میں پروفیسر صاحب کا بھانجا ہوں......''

اس نے تھوڑا سا گردن کو تعظیماً خم دے کر بتایا۔

''بھانجے صاحب کا کوئی نام تو ہوگا۔ جیسے میری اس بے وقوف بھانجی کا نام شرزمہ ہے......'' وہ ان کے شرارتی انداز پر اب قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اسے دوستانہ مزاج کی یہ بے تکلف سی محترمہ پہلی ہی نظر میں اچھی لگی تھیں۔

''ہوں تو آپ ان کی خالہ ہیں......؟'' اس کے لہجے میں خوب صورت ہنسی کا تاثر تھا۔

''جی نہیں صرف اور صرف شرزمہ کی ہی خالہ ہوں......'' انہوں نے بے ساختہ ابرو اچکا کر سامنے کھڑے ہینڈسم سے لڑکے کو دیکھا۔ ''لیکن اسے بھی خالہ کہنے کی اجازت میں نے کبھی نہیں دی۔'' ان کی اطلاع پر وہ تعجب بھرے انداز میں دیکھنے لگا جو کہہ رہی تھیں۔ ''میں ہنی ہوں ساری دنیا کے لیے......'' ان کی شرارتی آنکھوں میں کچھ تھا کہ اسود جیسا پُراعتماد بندہ بھی ایک لمحے کو پزل ہوا۔

''آف کورس......! میں بھی کوئی ایسا بدذوق بندہ نہیں کہ آپ جیسی اسمارٹ اور حسین و جمیل خاتون کو خالہ کہہ کر اپنی طبیعت مکدر کردوں......'' وہ کون سا کسی سے کم تھا اس کی بات پر ہنی کا قہقہہ شرزمہ کے لیے سخت کوفت کا باعث بنا۔ وہ ساری گفتگو کے درمیان بالکل خاموش تھی۔ اسود نے محسوس کیا تھا کہ اس میں عجیب سی تمکنت اور وقار تھا۔

''اگر آپ اسی گھر کے مکین ہیں تو اللہ کا نام لے کر ہمارا سامان اندر منتقل کریں۔ شاباش......'' ہنی نے مسکراہٹ دبا کر اسے اشارہ کیا۔

''اُف مائی گاڈ......اس بیگ میں کیا آپ اینٹیں بھر کر لائی ہیں......؟'' اس نے سامان اندر منتقل کرنے کی غرض سے بیگ اٹھایا تو وزن کے احساس سے بے اختیار دُہرا سا ہوا تھا۔

شرزمہ کے چہرے پر ایک مبہم سی مسکراہٹ لمحے بھر کو نمودار ہو کر معدوم ہوگئی تھی جبکہ ہنی نے ہنستے ہوئے اطلاع دی۔ ''دھیان سے، اس میں شرزمہ کی بکس ہیں......''

''اُف لگتا ہے کہ اسپین کے سارے کتب خانے ہی خالی کرآئی ہیں محترمہ......'' وہ بیگ اٹھائے بہ مشکل چل رہا تھا۔

ہنی نے اپنا ہینڈی اور شرزمہ نے بھی ایک بیگ اٹھا رکھا تھا۔ وہ سارا سامان اٹھا کر ٹی وی لاؤنج میں لے آئے۔ اسود کو پورے تین چکر لگانے پڑے تھے جبکہ وہ دونوں ایک ہی چکر میں تھک کر اب بے تکلفی سے صوفوں پر براجمان تھیں۔

''کیا پروفیسر صاحب نے تمہیں ہماری آمد سے مطلع کر رکھا تھا یا پھر ایسے ہی مروت میں مارے گئے ہو؟'' ہنی نے اسے اپنی سانس بحال کرتے دیکھ کر شرارت سے پوچھا جو اَب صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

''میں آپ کو شکل سے کیا اتنا ''بامروت'' لگتا ہوں......؟'' اس کے انداز میں شوخی کا عنصر نمایاں تھا۔

''ہرگز نہیں......'' ہنی نے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے صاف گوئی کی انتہا کردی۔ وہ لمحے بھر کو ہکا بکا ہوا۔

''بالکل ٹھیک کہا۔ میں ہوں بھی نہیں......'' اس نے بھی تائید کرنے میں ایک لمحے کا بھی توقف نہیں کیا۔ اب وہ انہیں حیران کرنے کو کہہ رہا تھا۔

''میں تو دو خوب صورت لڑکیاں دیکھنے کے چکر میں مارا گیا۔ سوچا کہ دور سے اتنی لشکارے مار رہی ہیں تو قریب جا کر دیکھتے ہیں۔'' اس نے بے تکلفی سے مزید اضافہ کیا۔ ''مجھے کیا پتا تھا کہ آپ مجھے قلی بنا دیں گی......'' اس کی آنکھوں میں شرارت کے سبھی رنگ تھے۔ شرزمہ نے سخت تعجب اور حیرانی سے ان دونوں کو دیکھا جو ایک دوسرے سے ایسے محوِ گفتگو تھے جیسے صدیوں کی آشنائی ہو حالانکہ یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔

وہ ہنی کے بے تکلفانہ مزاج سے تو واقف تھی کہ انہیں بس ایک سامع میسر آنا چاہیے خواہ وہ کوئی بھی ہو لیکن اگلا بندہ بھی ہنی کے جیسا ہی ہوگا، اس کا تجربہ اسے پہلی دفعہ ہوا تھا۔ وہ بے تکلفی سے ہنی کی شان میں زمین، آسمان کے قلابے ملا رہا تھا جبکہ اپنی تعریف پر ہنی کے گال اسٹرابیری کی طرح سرخ ہو رہے تھے۔

''یہ پروفیسر صاحب خود کہاں ہیں اور گھر میں کوئی نسوانی چہرہ نظر نہیں آرہا۔ خیریت......؟'' ہنی کو بڑی دیر بعد خیال آیا تو جھٹ سے پوچھ بیٹھیں۔

''کوئی ہوگا تو نظر آئے گا ناں......'' اس نے بڑا جاندار قہقہہ فضا میں بلند کیا۔ اس کی بات پر آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے شرزمہ کو جھٹکا لگا۔ وہ فوراً سنبھل کر بیٹھ گئی جبکہ اس کے سامنے براجمان ہنی کا اطمینان ہنوز قابلِ دید تھا۔

''کیا مطلب بھئی......؟'' ہنی نے ابرو چڑھا کر سوالیہ نظروں سے استفسار کیا تو اس نے ہنستے ہوئے اطلاع دی۔

''بھئی اس گھر میں دو چھڑے چھانٹ رہتے ہیں۔ پروفیسر ماموں صاحب شادی کے جھنجٹ میں پڑے ہی نہیں اور اِدھر میری طرف معاملہ الٹا ہے، آج تک کسی محترمہ نے لفٹ ہی نہیں کروائی اس لیے تاحال کنوارہ ہوں۔'' وہ اچھا خاصا غیر سنجیدہ بندہ تھا۔ اس کی شوخی پر شرزمہ نے بلا مبالغہ کوئی تیسری

دفعہ بیزاری سے پہلو بدلا تھا جو اسود کی زیرک نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

''اور والدین......؟'' ہنی کا تجسس کبھی کبھی شرزمہ کی برداشت کا امتحان لینے لگتا تھا۔ اس وقت بھی یہی صورتِ حال تھی۔

''والدین میرے سان فرانسسکو میں ہوتے ہیں۔ ماموں جی کی خدمت کرنے کے لیے مجھے پاکستان بھیج رکھا ہے۔ بس میں اور پروفیسر صاحب ہی یہاں ہوتے ہیں یا پھر ہمارا ملازم فضلو، جو خود بھی ہماری طرح چھڑا چھانٹ ہے......'' اس نے تفصیل سے بتایا۔

''اور تم صرف ماموں جی کی خدمت ہی کر رہے ہو یا پھر کچھ ڈگری وگری بھی حاصل کی ہے۔'' ہنی کی تسلی نہیں ہو پا رہی تھی۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، یہاں رہنے کا میرا ایک مقصد اپنی تعلیم مکمل کرنا بھی تھا۔'' وہ کچھ سنجیدہ ہوا۔

''واہ پہلا عقلمند بندہ دیکھا ہے جو تعلیم حاصل کرنے کے لیے امریکا سے پاکستان آیا ہوا ہے......'' ہنی کے طنزیہ انداز پر بھی وہ سادگی سے گویا ہوا۔

''جی میں ایسا ہی عقلمند بندہ ہوں۔ پروفیسر صاحب کی اور اپنے وطن سے محبت کی وجہ سے میں یہاں ٹِکا ہوا ہوں اور الحمدللہ مجھے اپنے اس فیصلے پر کوئی پچھتاوا نہیں۔'' اپنی بات کہہ کر وہ اٹھا اور سامنے بنے امریکن طرز کے کچن کی طرف بڑھا شرزمہ نے پہلی دفعہ اسے غور سے دیکھا اس کا قد چھ فٹ اور آنکھیں بالکل بھوری سی تھیں۔ وہ متناسب جسم کا ایک خوش شکل نوجوان تھا۔ اس کی شخصیت میں ایک محسوس کی جانے والی سادگی تھی۔

''اب بھی وقت ہے، سوچ لیں' دو چھڑے چھانٹ بندوں کے گھر میں کیسے رہیں گے آپ لوگ......؟'' وہ ساس پین میں پانی ڈالتے ہوئے ایک دفعہ پھر شرارت کر گیا۔

''کیا مطلب کہ کیسے رہیں گے؟'' ہنی نے ناک چڑھائی۔ ''ہمارا پورشن تو بالکل الگ تھلگ ہے اور ویسے بھی مجھے خواتین کی کمپنی بالکل پسند نہیں۔'' ہنی کی بات پر وہ چائے میں پتی ڈالنا بھول کر حیرانی سے ان منہ پھٹ خاتون کو دیکھنے لگا۔

''وہ کیوں جی......؟'' اس نے سنبھل کر دریافت کیا۔

''بھئی میں تو ان گھریلو ٹائپ خواتین سے سخت گھبراتی ہوں۔ جنہیں فیشن، ٹی وی، میوزک، کوکنگ اور ایک دوسرے کی چغلیوں کے علاوہ کوئی دوسرا کام ہی نہیں ہوتا......'' وہ بڑبڑاتے ہوئے ان کی بات سن کر مسکرایا۔

''آپ بہت صاف گو لیکن پُراعتماد خاتون ہیں۔'' اس نے کھلے دل سے سراہا۔

''مجھے معلوم ہے۔'' ہنی، ہنسیں ''آپ لوگ بس اپنی خیر منائیں......'' انہوں نے اپنے ڈیانا کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے متبسم لہجے میں خبردار کیا۔

''اور جی ہم کیوں اپنی خیر منائیں......؟'' وہ اب ایپرن باندھتے ہوئے حیران ہوا۔

''اس لیے کہ میں بلیک بیلٹ ہولڈر ہوں۔ جب غصہ آئے تو منہ کا استعمال کم اور ہاتھوں اور ٹانگوں کا زیادہ کرتی ہوں......'' ہنی نے سائڈ ٹیبل پر پڑے ڈرائی فروٹس کا جار کھولتے ہوئے شوخی سے لبریز لہجے میں اسے اپنی ایک اور خفیہ صلاحیت کا بتایا جسے سنتے ہی اسود نے ایک چھت پھاڑ قسم کا قہقہہ لگایا۔

''یہ تو واقعی خطرناک بات ہے۔ اچھا کیا کہ آپ نے پیشگی بتا دیا' میں پروفیسر صاحب کو بھی خبردار کر دوں گا......'' وہ بھی بلا کا شریر، بذلہ سنج اور زندہ دل تھا۔

''اوپر والا پورشن کیسا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ کیا نیچے والے پورشن جیسا ہی ہے......'' ہنی کو اچانک یاد آیا تو پوچھ لیا جبکہ وہ جو چائے کا پانی رکھ کر اب

فریج سے نگلس نکال رہا تھا۔ ان کی بات پر چونکا۔

''بے فکر رہیں۔ وہ اس سے اچھا سیٹ کیا ہوا ہے۔ پروفیسر صاحب تو اسے کبھی رینٹ پر نہ دیتے لیکن فاروق بھائی ان کے بہت اچھے دوست ہیں اس لیے انہیں انکار نہیں کر سکے۔ آپ فاروق صاحب کی کیا لگتی ہیں......؟'' وہ نگلس والا پیکٹ کھولتے ہوئے بے پروائی سے پوچھ رہا تھا۔

''وہ میرے بہنوئی حسن بھائی یعنی شیری کے پاپا کے بہت اچھے دوست تھے اس کے علاوہ بار سلونا میں ہمارے پڑوسی بھی...... ہم لوگوں کا بیس بائیس سال کا ساتھ ہے۔'' وہ ہنی کی بات پر چونکا۔

''کون شیری......؟''

''میں شرزمہ کو شیری کہتی ہوں......'' ہنی نے باداموں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے اطلاع دی تو اسود نے حیرت سے شیری صاحبہ کو دیکھا جو اُن کی گفتگو سے بے نیاز انگلش اخبار پڑھنے میں مگن تھی اس نے ساری گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا جس سے اسود نے اس کی کم گو طبیعت کا اندازہ لگایا۔

''سوری بھئی ہمارا لاڈلا اور نخریلا ملازم چھٹی پر ہے اس لیے آپ کو میرے ہاتھ کی بنی بدمزہ چائے پر گزارہ کرنا پڑے گا۔'' وہ اب کباب فرائی پین میں ڈال کر تل رہا تھا۔ کبابوں کی مہک اور چائے کے دم ہونے کی خوشبو نے دونوں خواتین کی بھوک کو چمکا دیا۔

''بھئی بس کچھ بھی لے آؤ۔ شدید بھوک لگی ہوئی ہے۔'' ہنی کی بے تکلفی پر وہ مسکرایا اور سلیقے سے ٹرالی میں برتن سیٹ کرنے لگا۔

''یہ پروفیسر صاحب کب تک آجاتے ہیں......؟'' ہنی نے وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے یونہی پوچھا اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔

''وہ تو پچھلے تین دن سے ایک ایجوکیشنل کانفرنس اٹینڈ کرنے کراچی گئے ہوئے ہیں۔'' اسود کی اطلاع پر ہنی بری طرح چونکیں۔

''اوہ، انہوں نے بتایا ہی نہیں......'' ہانیہ کی پیشانی پر ہلکا سا بل آیا۔

''وہ صبح آجائیں گے انشاءاللہ......'' اسود نے انہیں تسلی دیتے ہوئے مزید کہا۔ ''میں خود بھی پاکستان میں نہیں تھا۔ پرسوں ہی واپس آیا ہوں۔ صبح مجھے پروفیسر صاحب نے فون پر بتایا کہ ان کے بیسٹ فرینڈ فاروق صاحب کے توسط سے کوئی خالہ بھانجی صاحبہ آرہی ہیں۔'' لاؤنج میں چائے کے دم دینے کی مہک بڑی سرعت سے پھیلی تھی۔

''ایک تو تم مجھے بار بار خالہ کہہ کر کس چیز کا احساس دلانا چاہتے ہو؟ اب میری اتنی بھی عمر نہیں۔ پاکستان میں تو بتیس سال کی عمر میں لڑکیوں کی شادیاں ہو رہی ہیں۔'' ہنی کی شوخ آنکھیں شرارت سے جگمگائیں۔

...... وہ ٹرالی میں کباب رکھتے ہوئے ایک دم مڑا۔

''بائے گاڈ میرا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا۔'' اس نے فوراً تردید کرتے ہوئے کہا۔ ''ویسے بھی آپ دونوں کو دیکھ کر کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ آپ کے درمیان خالہ بھانجی کا رشتہ ہے۔'' اس نے تسلی دیتے ہوئے فلاسک میں چائے ڈالی۔

''اچھا...... پھر کیا لگتا ہے؟'' ہنی کا اشتیاق دیدنی تھا۔ شرزمہ نے کوفت اور جھنجلاہٹ بھرے انداز سے انہیں دیکھا جو اسود کی طرف متوجہ تھیں۔

''زیادہ سے زیادہ یہ ہی لگتا ہے کہ دونوں چھوٹی بڑی بہنیں ہیں......'' بڑے سرسری سے انداز میں کہہ کر وہ ٹرالی ان کے پاس لے آیا تھا۔ نگلس، چکن رول اور کباب دیکھ کر دونوں کی بھوک چمک اٹھی اور انہوں نے رسماً بھی تکلف کا مظاہرہ نہیں کیا۔

''اب آپ تفصیل سے اپنے بارے میں بتائیں۔'' وہ چائے کا کپ لے کر ان دونوں کے بالکل سامنے آن بیٹھا۔ براؤن جینز پر اس نے نیوی بلیو ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ اس کے گھنے سیاہ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے جبکہ اس کی آنکھوں میں

ایک مسحور کن سی چمک تھی۔

”مجھے ہانیہ مصطفیٰ کہتے ہیں، اسپین میں ہی پیدا ہوئی.....“ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ہنی شروع ہوئیں۔ ”ہم دو ہی بہنیں تھیں ہماری مدر اسپینش جبکہ ڈیڈی پاکستانی تھے۔ ددھیال نے اسپینش لڑکی سے شادی کرنے کی وجہ سے پاپا کا بائیکاٹ کردیا اس لیے کوئی رابطہ نہیں.....“ انہوں نے چند جملوں میں مکمل معلومات دینے کی کوشش کی۔

”پہلے ماما اور پھر ڈیڈی کی ڈیتھ کے بعد میں، سمیعہ آپی کے گھر ہی آگئی۔ آپی اور ان کے میاں حسن بھائی کی روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ کے بعد ہم دونوں یعنی میں اور شرزمہ اسپین میں اکیلے رہ گئے تھے، شرزمہ آپی کی اکلوتی اولاد تھی۔ اس لیے فاروق بھائی نے ہمیں زبردستی پاکستان بھجوادیا۔ ورنہ میں اس حق میں ہرگز نہیں تھی۔“ انہوں نے ایک اور کباب اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بے تکلفی سے بتایا تھا جبکہ شرزمہ نے اس گفتگو میں بالکل حصہ نہیں لیا تھا وہ سر جھکائے کھانے میں مگن تھی۔

”اور شرزمہ کے والد کی فیملی کا تعلق کیا پاکستان سے نہیں تھا؟“ اسود کے سوال پر وہ لقمہ چبانا بھول کر حیرت سے دونوں کو دیکھنے لگی۔

”وہ تو میرے بھی ددھیال والوں سے چار ہاتھ آگے نکلے.....“ ہانیہ کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔

”یہ پاکستانی والدین اپنے بچوں کو کمانے کے لیے باہر تو آرام سے بھیج دیتے ہیں لیکن ان بیچاروں پر باقی تمام خوشیاں حرام کردیتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ ان کے استہزائیہ انداز پر وہ چونکا۔

”مطلب یہ کہ ان کا کیس بھی میرے ڈیڈی جیسا ہی تھا یعنی پسند کی شادی کے جرم میں گھر والوں نے واپسی کے دروازے ان پر بند کردیے۔ اس لیے وہ وہیں بارسلونا کے ہی ہو کر رہ گئے۔“ ہانیہ نے بے پروائی سے کہتے ہوئے چائے کا گھونٹ لیا۔

”ان کی وفات کے بعد بھی کوئی رابطہ نہیں کیا.....؟“ اسود کے سوال پر شرزمہ نے ایک خفا سی نگاہ ہنی کے چہرے پر ڈالی۔ اسے اس موضوع پر بات کرنا بالکل پسند نہیں تھا۔

”نہیں.....“ ہانیہ نے مختصراً جواب دے کر صوفے سے ٹیک لگائی۔

”اور آپ کیا کرتی ہیں.....؟“ اسود نے خالی چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے موضوعِ گفتگو پھر انہی کی ذات تک محدود کیا۔

”میں نے اسپین سے فیشن ڈیزائننگ میں ماسٹرز کیا۔ پہلے ڈیڈی کے ساتھ پھر ان کی ڈیتھ کے بعد حسن بھائی کی بزنس میں مدد کرواتی تھی۔ ہم لوگوں کا بارسلونا میں اچھا خاصا بزنس اسٹیبلش ہوچکا تھا پھر حالات کچھ ایسے ہوگئے کہ سب کچھ سمیٹ سانٹ کر یہاں آنا پڑا۔ اب آگے دیکھتے ہیں۔“ ہانیہ نے چند جملوں میں ساری داستان کو سمیٹا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اب آپ کا یہاں مستقل رہنے کا ارادہ ہے۔“ اس نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا۔

”کچھ کہہ نہیں سکتے.....“ ہانیہ نے کمال استغنا سے جواب دیا۔ ”اگر تو بزنس سیٹ ہوگیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں.....“

”مجھے تو پروفیسر صاحب بتا رہے تھے کہ آپ کا بحریہ ٹاؤن میں کوئی پلاٹ ہے اور وہاں گھر وغیرہ بنوانے کا بھی ارادہ ہے۔“ اسود کی بات پر وہ دونوں چونکیں۔

”ہاں فاروق بھائی نے ان کو بتایا ہوگا لیکن اب یہاں رہنے کے بعد ہی ہم کچھ اور لائحہ عمل طے کرسکیں گے.....“ ہانیہ نے مزید کہا۔ ”ویسے تو میرے بزنس کے حوالے سے کچھ اور لوگوں سے بھی کونٹیکٹس تھے لیکن فاروق بھائی نے سختی سے منع کیا تھا کہ انجان لوگوں پر اعتبار نہیں کرنا۔ تم لوگ پہلی دفعہ

اس ملک میں جا رہے ہو جب تک اپنا گھر نہیں بن جاتا تم لوگ ان کے دوست پروفیسر آفاق صاحب کے گھر کا پورشن رینٹ پر لے لیں۔ اس سے انہیں بھی تسلی رہے گی اور ہمیں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا.....“ انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”اور تم کیا کرتے ہو.....؟“ اب انٹرویو لینے کی باری ہنی کی تھی جبکہ شرزمہ اس سارے سیشن سے جی بھر کر بوریت کا شکار ہو رہی تھی۔

”کچھ بھی نہیں، بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لینے کے بعد آج کل انٹرویو، انٹرویو کھیل رہا ہوں یا پھر پروفیسر صاحب کے صبح شام لیکچر سنتا ہوں۔“ اس کے مبہم انداز پر ہنی مسکرائیں۔

”تم پروفیسر صاحب کو ماموں کیوں نہیں کہتے.....؟“ ہانیہ نے اچانک ہنستے ہوئے پوچھا تو وہ دوبدو بولا۔

”آپ شرزمہ کو خالہ کیوں نہیں کہنے دیتیں.....؟“ اس کے برجستہ انداز پر ایک مبہم سی مسکراہٹ شرزمہ کے لبوں پر بھی ابھری۔

”آف کورس..... میں کہیں سے بھی بھاری بھرکم خالہ جو نہیں لگتی.....“ ہانیہ کون سا کسی کم تھیں۔

”ہائے گاڈ..... وہ بھی کہیں سے بھاری بھرکم ماموں نہیں لگتے.....“ ہنستے ہوئے اس نے بھی ایک نعرہ اچھالا۔

”بہت تیز ہو تم.....“ ہانیہ کی بات پر اسود کا انتہائی جاندار اور محظوظ کن قہقہہ پورے لاؤنج میں گونجا تھا۔

”میرا خیال ہے ہنی اب ہمیں اٹھنا چاہیے.....“ شرزمہ کی برداشت کی حد ختم ہوگئی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی خالی پلیٹ میز پر رکھتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

”ہوں، میرا بھی یہی خیال ہے.....“ انہوں نے بھی بادلِ ناخواستہ وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔ ”بھئی اوپر کے پورشن کی سیڑھیاں کدھر ہیں؟“

”اوپر کی سیڑھیاں پورچ سے جاتی ہیں، یہ ٹی وی لاؤنج سے اوپر جانے والا دروازہ تو ہم نے دونوں طرف سے لاک کر رکھا ہے۔“ اسود بھی دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈال کر کھڑا ہوا تو شرزمہ نے سکون کی سانس لی۔ اسے اندازہ تھا کہ ہنی اس وقت مزید گپ شپ کے موڈ میں ہیں جبکہ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر سخت تھکن کا شکار تھی اور اب صرف اور صرف بستر کی طلب تھی۔ وہ دونوں اسود کی پیروی میں اوپر پہنچیں تو ٹھیک ٹھاک کھلا اور کشادہ پورشن دیکھ کر دونوں نے ہی اطمینان کی سانس لی۔

دو بیڈ رومز، ڈرائنگ، ڈائننگ کے ساتھ ٹی وی لاؤنج اور وسیع ٹیرس انہیں خاصا پسند آیا تھا۔ ان کی توصیفی نظریں اس فرنشڈ پورشن کے چاروں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ فاروق بھائی کا انتخاب غلط ثابت نہیں ہوا تھا۔ وہ دونوں فاروق بھائی کے بے تحاشا اصرار پر ہی یہاں رہنے کو تیار ہوئی تھیں ورنہ ہنی کا تو مکمل ارادہ تھا کہ علیحدہ سے اپنا سیٹ اپ شروع کیا جائے لیکن فاروق بھائی جو شرزمہ کے والدین کے اچانک انتقال کے بعد انہیں بھی اپنی بیٹیوں کی طرح ہی سمجھتے تھے وہ اس بات کے لیے بالکل تیار نہیں ہوئے۔ اس لیے انہیں یہاں آنا پڑا۔

✠✠✠

اگلا سارا دن انہوں نے اپنا سامان الماریوں میں سیٹ کرنے میں لگا دیا۔ اسود نے اس سلسلے میں کافی مدد کی تھی۔ وہ ساتھ والے بنگلے سے ایک خاتون ملازمہ کو لے آیا جس سے ان کا کافی مسئلہ حل ہوگیا تھا۔ سارے دن کی تھکن کے بعد وہ دونوں جو سوئیں تو اگلے دن ہی صبح نو بجے آنکھ کھلی۔

شرزمہ نے ٹیرس کی جانب کھلنے والے دروازے کو دھکیلا تو باہر موسم بہار کی خوشگوار ہوا نے اس کا استقبال کیا۔ وہ بلیک ڈھیلے ڈھالے سے ٹراؤزر

پرکاسنی رنگ کی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے لمبے بھورے رنگ کے سلکی بال کسی آبشار کی طرح پشت پر گرے ہوئے تھے۔ سامنے انار کے درخت پر چڑیوں نے اودھم سا مچا رکھا تھا۔ پورے لان میں بوگن ویلیا اور انار کے درختوں کے پتے بکھرے ہوئے تھے۔

’’اس لان کو ایک اچھے مالی کی اشد ضرورت ہے.....‘‘ کل سے یہ خیال بارہا اس کے ذہن میں آچکا تھا۔ اس نے ریلنگ سے جھک کر لان میں دیکھا سامنے آم کے درخت کے نیچے سفید رنگ کے بلی کے بچے کو دیکھ کر وہ کچھ بے تاب ہوئی اور لپک کر نیچے لان میں آگئی۔ بے دھیانی میں تیزی سے چلتے ہوئے اس نے بے ساختہ بلی کے بچے کو اٹھا کر پیار کیا تو وہ کچھ مچلا۔ وہ اسے اٹھا کر اوپر لے جانے کی غرض سے مڑی تو ایک نفیس سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

’’اس کے پاؤں پر چوٹ لگی ہوئی ہے۔ فضلو اندر میرا میڈیکل بکس لینے گیا ہے میں اس کی پٹی کر دوں تو آپ لے جایئے گا۔‘‘ وہ ہڑبڑا کر مڑی اور اپنی راج ہنس جیسی گردن اٹھا کر سامنے لان میں راکنگ چیئر پر براجمان شخص کو اخبار گود میں رکھے دیکھا تو بوکھلا کر سلام کر دیا۔

’’میں تین دن سے یہاں نہیں تھا کسی نے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ میں نے بھی صبح دیکھا ہے جبکہ اس کا زخم تو دو تین دن پرانا ہے۔‘‘ وہ بڑے مہذب اور شستہ انداز میں اسے بتا رہے تھے۔ ان کے چہرے پر بڑی اپنائیت بھری مسکراہٹ تھی۔

’’میں نے بھی آج پہلی دفعہ ہی اسے دیکھا ہے.....‘‘ اس نے بوکھلا کر فوراً صفائی دینے والے انداز میں کہا تو وہ ایک دفعہ پھر مسکرا دیے۔ انہوں نے بات بدلتے ہوئے بہت سرسری سے انداز میں دریافت کیا تھا۔

’’آپ ہانیہ مصطفیٰ کی بھانجی ہیں.....؟‘‘ ان کی نگاہ شرزمہ کے بے داغ چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

’’میں ہانیہ مصطفیٰ بھی تو ہو سکتی ہوں.....‘‘ اس کے منہ سے بے اختیار پھسلا اگلے ہی لمحے اس نے خفت زدہ انداز سے اپنا گلابی لب دانتوں تلے دبایا تھا۔

’’جی آپ بالکل ہانیہ ہو سکتی ہیں اگر میری نزدیک کی نظر کمزور ہو تو۔‘‘ ان کے متبسم انداز پر شرزمہ کا چہرہ سرخ ہوا۔

’’مجھے معلوم ہے کہ آپ ہانیہ مصطفیٰ نہیں ہیں اس لیے کہ میری ان سے کئی دفعہ فون پر بات ہو چکی ہے۔‘‘ انہوں نے اجلی دھوپ جیسے اس کے چہرے سے بہ مشکل نظریں ہٹاتے ہوئے وضاحت دی تھی۔ شرزمہ نے بلی کے بچے کو بڑی احتیاط سے سب سے اونچی سیڑھی پر رکھ دیا تھا۔

’’مجھے پروفیسر آفاق کہتے ہیں۔ ہانیہ تو مجھے جانتی ہیں لیکن آپ کے ساتھ کوئی تعارف نہیں.....‘‘ ان کے انداز میں سنجیدگی اور متانت نمایاں تھی۔ وہ چالیس کے ہندسے کو کراس کر چکے تھے لیکن اپنے ظاہری حلیے سے پینتیس سال سے زائد نہیں لگتے تھے۔

’’میں شرزمہ ہوں۔ آپ کے بارے میں فاروق انکل نے بتایا تو تھا لیکن میں نے شاید توجہ سے سنا نہیں۔‘‘ وہ بڑے جھینپے سے انداز میں بتا رہی تھی۔

’’میں فاروق کا ہی نہیں آپ کے فادر کا بھی اچھا دوست تھا۔ فاروق کے حوالے سے ان سے اچھی گپ شپ تھی اور ایک دفعہ میں بارسلونا بھی آیا تھا اور وہیں میں نے فاروق کے گھر میں آپ کو بھی دیکھا تھا۔‘‘ ان کی بات پر وہ زبردست انداز سے چونکی۔

’’کب.....؟‘‘ بے حد عجلت بھرے انداز میں اس نے ان کی بات کاٹی۔

’’یہ بہت پرانی بات ہے اس وقت شاید آپ بارہ تیرہ سال کی ہوں گی۔ اس دن فاروق نے اپنی ویڈنگ اینورسری کے سلسلے میں اپنے گھر میں پارٹی ارینج کر رکھی

تھی۔‘‘ انہوں نے یاد دلانے کی کوشش کی۔

’’اچھا.....؟ فنکشن تو مجھے یاد ہے لیکن آپ سے ملاقات ذہن میں نہیں آرہی۔‘‘ وہ شرمندہ ہوئی۔

’’اٹس اوکے، آپ بتائیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ فاروق بتا رہے تھے کہ آپ نے یونیورسٹی میں بھی ایڈمیشن لینا ہے۔‘‘ پروفیسر صاحب نے اس کے مغرور سے انداز اور تیکھی سی ناک سے دانستہ نظریں چرائی تھیں۔

’’پتا نہیں، ابھی سوچا نہیں۔ ابھی ہنی سے مشورہ کروں گی جیسا وہ کہیں۔‘‘

’’اور کیا سبجیکٹ لیں گی آپ.....؟‘‘ انہوں نے بات بڑھانے کی غرض سے پوچھا، وہ جو جانے کے لیے پر تول رہی تھی ان کی بات پر رک گئی۔

’’ابھی کوئی آئیڈیا نہیں جو ہنی کہیں گی۔‘‘ اس کے سادہ سے انداز پر وہ کچھ جھنجلائے۔

’’یہ کیا بات ہوئی ہانیہ اگر کہیں گی کہ فارسی یا پنجابی لے لیں تو کیا آپ پڑھ لیں گی؟‘‘

’’جی پڑھ لوں گی.....‘‘ اس کا جواب پروفیسر صاحب کے لیے سخت غیر متوقع تھا۔ انہوں نے انتہائی تعجب سے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو انہیں قدم قدم پر چونکا رہی تھی۔

’’کیا مطلب، آپ کی اپنی کوئی پسند یا ناپسند نہیں؟‘‘

’’کیوں‘ پنجابی یا فارسی برے مضامین ہیں کیا؟‘‘ ان کے قدرے برا ماننے پر وہ تعجب انگیز انداز میں گویا ہوئی۔

’’بات اچھے یا برے مضامین کی نہیں، بات آپ کی چوائس کی ہو رہی ہے۔ یہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔‘‘ انہوں نے متحمل انداز میں یاد دلایا۔

’’اوہ سوری!‘‘ اس نے سادہ انداز میں مزید کہا۔ ’’اصل میں مجھے اس کا کوئی آئیڈیا نہیں ویسے مجھے اکنامکس سبجیکٹ اچھا لگتا ہے۔‘‘ اس نے بلی کے بچے کو ایک دفعہ پھر اٹھا لیا تھا جو اپنی معصوم سی کرنجی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

’’یہ بلی کا بچہ کیا آپ کا ہے.....؟‘‘ اس کے لہجے میں اشتیاق کی فراوانی تھی۔

’’نہیں..... یہ بلی کا بچہ میرا نہیں ’’بلی‘‘ کا ہی ہے۔‘‘

’’میرا مطلب ہے کہ اسے آپ نے رکھا ہوا ہے؟‘‘ ان کے شرارت بھرے انداز پر وہ بری طرح جھینپ کر وضاحت دینے لگی۔

’’شیری تم یہاں ہو، میں پورے گھر میں تمہیں آوازیں دیتی پھر رہی تھی.....‘‘ ہنی بڑی تیزی سے سیڑھیاں اتر کر لان میں آئیں اور سامنے ہی پروفیسر صاحب کو دیکھ کر خوشگوار انداز میں ٹھٹکیں۔

’’آہا.....! پروفیسر صاحب بھی یہاں ہیں۔ ارے آپ اپنی آواز سے تو اتنے ینگ اور ڈیشنگ نہیں لگتے.....‘‘ ہنی کا ازلی بے تکلفانہ انداز اکثر شرزمہ کے لیے بڑی کوفت کا باعث بنتا تھا۔ اس نے جھنجلا کر اپنے سامنے کھڑی ہنی کو دیکھا جو شاید تازہ تازہ شاور لے کر سیدھی نیچے آگئی تھیں۔ اس لیے سرخ رنگ کی شرٹ میں خاصی فریش لگ رہی تھیں۔

’’جی مجھے ہی پروفیسر آفاق کہتے ہیں اور آپ کی ذرہ نوازی ہے جو ایک اچھے خاصے بوڑھے بندے کو ینگ کہہ کر خوش فہمیوں میں مبتلا کر رہی ہیں۔‘‘ ان کے انداز میں بڑی خوشگواری متانت تھی جبکہ ان کی بات پر ہنی بوگن ویلیا کے چند پھول فضا میں اچھالتے ہوئے بولیں۔

’’پروفیسر صاحب وہ اپنے ممتاز مفتی صاحب ہمارے اور آپ کے لیے ہی تو کہہ گئے ہیں کہ زندہ رہنے کے لیے خوش فہمیوں کا آلنا (گھونسلا) بنانا بہت ضروری ہے ہم تو ان کی بات پر من و عن عمل کرتے ہیں۔‘‘ ہانیہ نے بڑی ادا سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پروفیسر صاحب کو دیکھا جو مسکرا رہے تھے۔

’’ویسے پروفیسر صاحب آپ نے اچھا نہیں کیا

ہمارے ساتھ۔ گھر آئے مہمانوں سے گھبرا کر خود کراچی چل دیے.....' ہنی کے شکایت بھرے انداز پر وہ ہلکے سے شرمندہ ہوئے۔

''آئی ایم سوری، وہ کانفرنس پہلے سے طے شدہ تھی اس لیے اسے منسوخ نہیں کیا جا سکتا تھا۔'' ان کا لہجہ پُروقار تھا۔

''ہوں.....اس پر تو کوئی جرمانہ ہونا چاہیے آپ پر۔'' ہنی کی ہنسی میں آج نرالی سی کھنک تھی شرزمہ کو معلوم تھا کہ اگلے چند منٹوں میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ یوں محوِ گفتگو ہوں گے جیسے صدیوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ یہ ہانیہ کی سب سے بڑی خوبی تھی وہ اگلے بندے کو ایک لمحے میں اپنے سحر میں جکڑ لیتی تھیں ان کے آنے کے بعد ہر چیز پس منظر میں چلی جاتی تھی۔ جیسا کہ ابھی ہوا تھا۔ شرزمہ خاموشی سے اوپر آ گئی تھی اور دونوں کو ہی اس کی غیر موجودگی کا احساس کافی دیر بعد ہوا تھا۔

✠✠✠

مغرب سے ذرا پہلے کا وقت تھا.....مین روڈ پر واقع ''ارجمند ولا'' پر بھی تیرگی اپنے پنکھ آہستہ آہستہ پھیلا رہی تھی۔ پورے گھر پر خاموشی کا راج تھا حالانکہ اس گھر میں دو خاندان آباد تھے۔ ارجمند ولا کے ماسٹر بیڈ روم میں الماس ابراہیم ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھے اسٹول پر بیٹھی پوری توجہ سے کلینزنگ کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ مقامی کالج میں پرنسپل تھیں اور پچھلے ہفتے اسپورٹس ویک کی وجہ سے خود پر توجہ نہیں دے پا رہی تھیں۔ آج موقع ملتے ہی وہ اپنے پسندیدہ مشغلے کی طرف متوجہ تھیں۔ پچاس سال کی ہونے کے باوجود ان کی اسکن بالکل فریش اور تروتازہ تھی اور اس کی بڑی وجہ ان کی اچھی خوراک اور اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ توجہ دینا تھا۔ وہ کہیں سے بھی تین جوان بیٹیوں کی ماں نہیں لگتی تھیں۔

اس وقت بھی وہ اپنی صراحی کی طرح لمبی گردن پر بڑی مہارت سے مساج کر رہی تھیں۔ نزاکت اور نفاست ان کی شخصیت میں رچ بس گئی تھی۔ لمبے دبلے پتلے جسم اور دراز قد کے ساتھ وہ اپنی بیٹیوں کی ماں کم اور بڑی بہن زیادہ لگتی تھیں۔

''ماما، ماما.....'' نویرہ نے اچانک ہی بڑی تیزی سے ان کے بیڈ روم کا دروازہ کھولا تھا۔ اسے کسی طوفان کی طرح اندر آتے دیکھ کر ان کے ماتھے کی تیوری کے بل گہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک سرد سی نگاہ اپنی بیٹی پر ڈالی۔

''نویرہ کون سی آفت آ گئی ہے جو تمہیں کسی کے روم میں آنے کے مینرز ہی بھول گئے ہیں۔ ہزار دفعہ کہا ہے کہ کمرے میں آنے سے پہلے ناک کیا کرو۔'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ٹشو غصے سے ڈسٹ بن میں اچھالتے ہوئے اپنی انیس سالہ بیٹی کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔ جو اُن کے اس انداز سے چڑ کر اب قدرے بدلحاظی سے بولی۔

''آفت نہیں بلکہ سمجھیں طوفان آ رہا ہے۔''

''اس گھر میں طوفان آنا بھی کون سی نئی بات ہے۔ چھوٹے موٹے جھگڑے تو روز ہی چلتے ہیں۔'' انہوں نے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں اپنا چہرہ تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے نویرہ کو کوئی خاص لفٹ نہیں کروائی تھی کیونکہ وہ ان کے اس خاص کام میں مخل ہوئی تھی جس میں تھوڑی سی بھی ڈسٹربنس ان کا مزاج برہم کر دیتی تھی۔ وہ ایک دفعہ پھر کلینزنگ کریم اب اپنے ہاتھوں پر لگا رہی تھیں۔

''ماما میں آپ سے مخاطب ہوں.....'' الماس بیگم کی بے نیازی نے نویرہ کے تن بدن میں آگ لگا دی تبھی وہ احتجاجاً قدرے بلند آواز میں بولی تھی۔

''تو میں بھی تو تمہاری ہی سن رہی ہوں اور کون سا کمرے کی دیواروں کی طرف متوجہ ہوں.....'' انہوں نے سامنے پڑے لکڑی کے منقش ٹشو پیپر بکس سے ٹشو کھینچا تھا۔ اپنے ہاتھوں کو بڑی نفاست سے صاف کرتے ہوئے انہوں نے بھویں اچکا کر سامنے کھڑی اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کو دیکھا جس کے مزاج کی عجلت اور جذباتی پن کبھی کبھی انہیں سخت ناگوار گزرتا تھا۔ اوپر سے وہ نہ صرف شکل صورت میں بلکہ مزاج میں بھی ان کا پرتو تھی۔ اس لیے انہیں بعض دفعہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بہت سی چیزیں نظر انداز کرنا پڑتی تھیں ورنہ وہ طوفان اٹھا دیتی تھی۔

''ہاں بتاؤ کون سا طوفان آ رہا ہے.....؟'' اپنے کام سے فراغت پا کر انہوں نے تیکھی نظروں سے اپنی بیٹی کے برہم انداز کو دیکھا جو کمر پر ہاتھ رکھے بڑی ناراضی سے انہیں گھور رہی تھی۔ انہیں بھی معلوم تھا کہ جب تک وہ اسے مکمل توجہ نہیں دیں گی وہ منہ سے کچھ بھی نہیں پھوٹے گی اور سر پر کھڑی گھورتی رہے گی۔

''احتشام آ رہا ہے پاکستان.....!'' اس نے اطلاع نہیں دی تھی بلکہ بم پھوڑا تھا وہ بھی ان کے سر پر۔ کچھ لمحوں کے لیے وہ سن سی ہو گئیں۔

''شانی..... وہ کیوں آ رہا ہے؟'' انہوں نے بوکھلا کر نویرہ کو دیکھا جو اُن کی اڑتی رنگت اور حواس باختہ انداز سے باقاعدہ لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''تمہیں کس نے بتایا؟'' انہوں نے سخت پریشانی سے اس کا پُرسکون چہرہ دیکھا۔

''دادو بتا رہی تھیں.....'' اس نے کندھے اچکا کر بڑے لاابالی پن سے ماما کو دیکھا جن کا پورا وجود ہی زلزلوں کی زد میں تھا جبکہ دل و دماغ سخت کھولن کی زد میں تھے۔

''وہ آخر کرنے کیا آ رہا ہے.....؟'' وہ بری طرح جھنجلا کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور آگے بڑھ کر کھڑکیوں کے سارے پردے پیچھے کر دیے تھے۔ سامنے لان تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایسی ہی تاریکی ان کے اندر بھی بڑی تیزی سے پھیل رہی تھی۔

''مجھے کیا پتا ماما کہ وہ کیا کرنے آ رہا ہے۔ دادو اپنی بات کرتے ہوئے کسی دوسرے کی تھوڑی سنتی ہیں اور میں تو ان کی ناپسندیدہ لسٹ میں سرفہرست ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ رومیصہ خالہ کو بتایا ہو۔'' وہ اپنی ماں کی حالت سے دل ہی دل میں لطف اندوز ہوتے ہوئے بظاہر سپاٹ سے انداز میں انہیں بتا رہی تھی۔ رومیصہ خالہ جو اس کی چچی بھی لگتی تھیں اور اپنے میاں کی وفات کے بعد بھی ایک بیٹی کے ساتھ اسی گھر میں مقیم تھیں۔ ان کے اپنی ساس کے ساتھ تعلقات کچھ بہتر تھے۔

''رومی کو کیا پتا، وہ تو صبح شام ایک مشین کی طرح گھر کے کاموں میں مگن رہتی ہے۔ اس کی ناک کے نیچے اس گھر میں اللہ جانے کون، کون سے ڈرامے ہوتے رہے اور اس بے وقوف کو پتا تک نہیں چلا۔'' الماس بیگم نے زہر خند لہجے میں کہا انہیں اپنی سگی بہن سے بھی ہزاروں شکوے تھے۔

''خیر اس میں رومی خالہ کا کیا قصور، وہ بے چاری تو سیدھی سی ہیں۔'' نویرہ نے اپنی خالہ کی طرفداری بڑے ہی غلط موقع پر کی تھی جس کا خمیازہ بھی اسے فوراً ہی بھگتنا پڑ گیا تھا۔ الماس بیگم نے خاصے کڑے انداز میں اسے دیکھا اور سلگ کر بولیں۔

''تم اپنی چونچ بند ہی رکھو۔ یہ تم لوگوں کی حرکتوں کی وجہ سے میں ذلیل ہو رہی ہوں ورنہ کسی کی جرأت تھی کہ الماس ابراہیم کے سامنے بول سکے۔''

''ماما آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ بیٹیاں اپنی ماں کا ہی پرتو ہوتی ہیں۔'' وہ بے خوف انداز میں انہیں دیکھ کر مزید گویا ہوئی۔ ''اور آپ کو دن میں کئی دفعہ یاد دلانا پڑتا ہے کہ یہ آپ کا کالج نہیں، گھر ہے۔ اس لیے اپنی پرنسپل شپ کالج میں چھوڑ کر ہی آیا کریں۔'' نویرہ کی بات پر وہ حد درجہ مشتعل ہوئیں۔

''شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ اینڈ گیٹ

لاسٹ۔'' اشتعال اور غصہ کسی سیال مادے کی طرح ان کے وجود میں دوڑ رہا تھا۔ نویرہ نے سخت ناگواری سے ماما کو دیکھا جن کی آنکھوں سے چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ نویرہ کی... بدتمیزی پر اس کا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دیں۔ وہ بڑی سرعت سے کمرے سے نکلی اور پوری قوت سے دروازہ بند کر کے باقاعدہ اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔

الماس ابراہیم نے کھا جانے والی نظروں سے بند دروازے کو دیکھا جہاں سے ابھی ابھی نویرہ نکل کر گئی تھی اور انہیں لگا تھا کہ وہ دروازہ بند کر کے نہیں بلکہ ان کے منہ پر مار کر گئی تھی۔ اس سوچ نے ان کے سارے جسم میں انگارے بھر دیے تھے۔

''آ لینے دو اس کے باپ کو۔ اس کا تو دماغ سیٹ کرواتی ہوں......'' ان کا دھیان وقتی طور پر احتشام کی طرف سے ہٹ کر نویرہ کی بدتمیزی اور ہٹ دھرمی کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ روز بروز گستاخ ہوتی جا رہی تھی۔

✠✠✠

''یہ پروفیسر آفاق تو بڑے کمال کے بندے ہیں......'' ہنی کے توصیفی انداز پر وہ چونکی۔ وہ دونوں ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر براجمان تھیں۔ شرزمہ نے ہاتھ میں ہاشم ندیم کی ایک محبت اور سہی کھولی ہوئی تھی جو اس نے اب بند کر دی تھی کیونکہ یہ تو طے تھا کہ ہنی کی موجودگی میں کم از کم مطالعے کا کام یکسوئی سے نہیں ہو سکتا۔

''کیا کہا آپ نے......؟'' شرزمہ نے اپنے سامنے بڑی محویت سے نیل پالش لگاتی ہانیہ کو غور سے دیکھا۔

''میں بتا رہی تھی کہ آفاق صاحب تو بہت زبردست بندے ہیں......'' وہ پھونکیں مار کر ناخن پالش سکھا رہی تھیں۔

''کیوں وہ موت کے کنویں میں موٹر سائیکل چلاتے ہیں یا آگ کے گولے پر کوئی کرتب دکھاتے ہیں؟'' اس کے لہجے میں طنز کی آمیزش محسوس کر کے وہ ہلکا سا ہنس دی تھیں۔

''نہیں یار......! ان کی گفتگو کرنے کا انداز بہت دل نشین، پُراثر اور سحر انگیز ہے۔ خوب صورت بولنا ایک آرٹ ہے اور وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔'' انہوں نے نیل پالش کا ایک اور کوٹ لگاتے ہوئے اسے بتایا تھا جبکہ شرزمہ نے ان کی بات پر تبصرہ کرنے کے بجائے ایک لمبی جمائی لی تھی۔

''پتا ہے شیری ان کا مطالعہ خاصا وسیع ہے۔ ہر موضوع پر ان کے پاس معلومات کا ایک خزانہ ہے۔'' ہانیہ نے ہاتھ کی انگلیوں کو موڑ کر ایک دفعہ پھر پھونک ماری۔

''پھر تو وہ انسان کے بجائے انسائیکلو پیڈیا ہوئے ناں......'' شرزمہ نے اکتاہٹ سے ان کے مشغلے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''بہت خبیث روح ہو تم......'' وہ بے ساختہ ہنسیں اور احتیاط سے نیل پالش کی شیشی کا ڈھکن بند کرنے لگیں۔ ''کل وہ نپولین بونا پارٹ کی اپنی فاتح فوج کے سامنے کی گئی تقریر کے اقتباسات سنا رہے تھے۔ ان کا انداز اتنا متاثر کن تھا کہ میں تو بس فدا ہوتے ہوتے رہ گئی۔''

''حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو نپولین بونا پارٹ سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' شرزمہ کے بے ساختہ انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنس دیں جبکہ ان کے یوں ہنسنے پر وہ بھی مسکرا دی۔

''ویسے تم نے نوٹ کیا ناں کہ پروفیسر صاحب کتنی نفیس طبیعت کے حامل ہیں اور ڈریسنگ سینس تو کمال کا ہے......'' وہ ایک دفعہ پھر شروع ہو گئیں۔

''ہنی، آپ کی طبیعت ٹھیک ہے ناں، یہ پروفیسر نامہ آج ضرورت سے زیادہ نہیں ہو گیا......؟'' شرزمہ نے اپنی طرف سے ہلکے پھلکے

انداز سے چوٹ کی تھی لیکن دوسری طرف بھی ہانیہ مصطفیٰ تھیں جن کی طبیعت میں شوخی اور مزاج میں شگفتگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

''تمہیں پتا ہے ناں کہ مردوں کی اچھی پرسنالٹی میری کمزوری ہے۔ ہینڈسم لوگوں کو دیکھ کر میری طبیعت ایک دم فٹ ہو جاتی ہے۔'' ہنی نے ایک آنکھ دبا کر شرارت سے کہا۔

''شرم کریں ہنی، شرم......'' ان کے اس انداز پر شرزمہ خفت زدہ انداز سے ہنس دی۔

''یار شرم ہی تو نہیں آتی، یاد نہیں کہ سمیعہ آپی کو میری شادی کی کتنی ٹینشن تھی مگر اپنی طبیعت کہیں ٹھہرتی ہی نہیں......'' انہوں نے شانِ استغنا کا لاجواب مظاہرہ کیا۔

''قسم سے ہنی اگر آپ مرد ہوتیں تو ایک دم فلرٹ ہوتیں......'' شیری کی صاف گوئی پر انہوں نے قہقہہ لگا کر تصدیق کی۔

''ویسے میں اب بھی کچھ کم فلرٹ نہیں۔''

''ہونہہ...... پتا ہے مجھے یہ سب۔'' شرزمہ نے بے پروائی سے گردن جھٹکی۔ ''پتا ہے کہ بس شغل میلا لگانے کو ایسی باتیں کرتی ہیں آپ۔ ورنہ آپ پر کون سا کوئی پابندی تھی...... یا اب ہے......'' اس نے کشن سر کے نیچے رکھتے ہوئے انہیں یاد دلایا۔

''تمہیں کیا پتا مائی ڈیئر، یہ نئے چہروں کی دید کا شوق کتنا کٹھن اور ظالم ہوتا ہے......'' وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھیں۔

''آپ مجھے کہہ رہی ہیں کہ مجھے نہیں پتا......'' وہ جوشِ جذبات سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''اس دنیا میں اگر کوئی آپ کو جاننے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو یاد رکھیے گا کہ وہ صرف شرزمہ حسن ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں......'' اس کے ٹھونک بجا کر بولنے والے انداز پر وہ زیرِ لب مسکرائیں۔

''میں نے دنیا میں آنکھ کھولتے ہی جو چہرہ دیکھا وہ آپ کا تھا۔ ماما میری پیدائش پر کتنا بیمار ہو گئی تھیں۔ پورے چھ ماہ آپ نے مجھے سنبھالا۔ مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ مجھے قلم پکڑ کر پہلا لفظ لکھنا سکھایا۔ میں نے جو پہلا لفظ بولنا سیکھا تو وہ 'ہنی' تھا۔ میری بہترین دوست، استاد، بہن، خالہ اور بعض دفعہ تو آپ مجھے اپنی ماما ہی لگتی ہیں۔'' وہ اچھی خاصی جذباتی ہو گئی تھی۔

''خبردار لڑکی جو مجھے ماما، شاما کہا، سخت مائنڈ کروں گی میں......'' اُن کے لہجے میں شرزمہ کے لیے محبت ہی محبت تھی۔

''آپ مجھ سے تیرہ یا چودہ سال بڑی ہیں لیکن مجھے ہمیشہ اپنی ہم عمر ہی محسوس ہوئی ہیں۔ مجھے آپ کی موجودگی میں کبھی کوئی دوست بنانے کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوئی۔'' وہ اٹھ کر ان کے پاس آ گئی تھی اور انتہائی محبت سے ان کے ماتھے کا بوسہ لیا تھا۔ محبت کے اس مظاہرے پر ہانیہ کی آنکھیں کچھ لمحوں کے لیے نم ہو گئیں۔ انہیں معلوم تھا کہ شرزمہ محبتوں کے اظہار کے معاملے میں بالکل کوری ہے۔ وہ انتہائی کم گو اور اپنے آپ میں مگن ایسی لڑکی ہے جسے لوگوں کے ہجوم سے وحشت ہوتی ہے۔ ان دونوں کے مزاجوں میں زمین آسمان کا فرق تھا لیکن اس کے باوجود ان دونوں میں قابلِ رشک ذہنی ہم آہنگی تھی۔

''ویسے یار پروفیسر صاحب کو متاثر کرنے کا کوئی طریقہ تو بتاؤ......'' ہنی کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ شرزمہ کو اچھی طرح علم تھا کہ وہ صرف اور صرف اسے تنگ کرنے کے لیے بار بار ان کا ذکر کر رہی ہیں اس کے باوجود وہ اس بات سے چڑ گئی تھی۔

''کیا ہو گیا ہے ہنی آپ کو، ساری دنیا تو آپ سے متاثر ہے اگر ایک آدھ بندہ نہیں بھی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے اور ویسے بھی آپ کو پتا ہے کہ یہ لڑکوں کے بارے میں بات کرنا اور انہیں اس طرح ڈسکس کرنا میرا مشغلہ کبھی نہیں رہا بلکہ مجھے تو ایسی باتوں

سے الجھن ہوتی ہے......'' اس کی جھنجلاہٹ ان کے لیے نئی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ ہر بار اس سے لطف اندوز ہوتی تھیں۔

''میری جان، یہی تو سارا مسئلہ ہے کہ اگر ساری دنیا میں سے ایک بندہ نہیں ہے تو آخر کیوں نہیں ہے......؟'' وہ کشن گود میں رکھ کر بیٹھ گئیں اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں جما کر شرزمہ کے چہرے پر پھیلی کوفت سے حظ اٹھایا۔

''ہوجائیں گے متاثر وہ بھی! اور اس کے بعد پتا ہے کیا ہوگا......؟'' شرزمہ نے ان کے تجسس کو ہوا دی۔

''ہاں کیا ہوگا......؟ بولو، بولو......'' وہ بے تاب ہوئیں۔

''اس کے بعد آپ کا ان میں انٹرسٹ ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ماضی میں ہوتا آیا ہے......'' شرزمہ کی سو فیصد درست بات پر وہ ہنستی چلی گئیں۔

''ویسے پتا نہیں یار، میں ایسی کیوں ہوں۔ ماما مجھے بتاتی تھیں کہ تم بچپن میں جس کھلونے کے لیے پاگل ہو جاتی تھیں اسے حاصل کرنے کے پندرہ منٹ کے بعد ہی تمہاری اس میں دلچسپی ختم ہو جاتی تھی اور تم اسے پھینک کر کسی اور چیز کے پیچھے لپک جاتی تھیں...... کتنی بری عادت ہے ناں یہ؟'' ہانیہ کے معصومانہ انداز پر وہ بے ساختہ بولی۔

''یہ انسانی فطرت ہے جو چیز جتنی دور اور ناممکن نظر آتی ہے اس میں کشش بھی اتنی ہی زیادہ نظر آتی ہے۔ فاصلے بہت سی چیزوں کے عیب اور خامیاں چھپا لیتے ہیں۔ جو چیزیں دور سے بہت خوب صورت دکھائی دیتی ہیں ان کے بہت نزدیک جانے پر کچھ بھدے رنگ بھی دکھائی دینے لگتے ہیں جو دل کو بھاتے نہیں ہیں اور ان سے اکتاہٹ ہونے لگتی ہے۔''

''شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' وہ زیرِ لب مسکرا کر مزید بولیں۔

''یہ بھی تو ہوسکتا ہے ناں بعض لوگوں کو منزل سے زیادہ اس کے لیے کی جانے والی جستجو سے عشق ہو کیونکہ ایسی جستجو انسان کو زندہ رہنے کا بہترین جواز فراہم کرتی ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں سے آگے والے جہان زیادہ دلفریب ہیں۔ چھپی ہوئی چیزیں زیادہ دلکش لگتی ہیں۔ انسان ان کو پانے کو مچل جاتا ہے۔ ان کو اپنی دسترس میں لینے کی دھن انسان کو ہر لحہ متحرک رکھتی ہے جبکہ منزلیں انسان کو سست کر دیتی ہیں...... جمود کا شکار کر دیتی ہیں۔ اسی لیے مجھے منزل سے زیادہ اسے حاصل کرنے کی لگن سے لگاؤ ہے۔''

''یہ تو بہت عجیب سی تھیوری ہے ہنی، اس کا مطلب ہے کہ منزل کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی......'' وہ الجھن کا شکار ہوئی۔

''مائی ڈیئر اصل چیز تو منزل ہی ہے ناں، اسی لیے تو اس کو حاصل کرنے والے راستے اچھے لگتے ہیں۔'' ہانیہ کی وضاحت پر بھی اسے تسلی نہیں ہوئی تھی۔

''پتا نہیں آپ بھی کبھی اتنی مشکل باتیں کیوں کرنے لگتی ہیں......'' اس نے بے پروائی سے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی چلایا۔

''جب ہم کسی چیز کو سمجھنا نہیں چاہتے تو اس پر ''مشکل'' ہونے کا لیبل لگا کر ایک سائڈ پر رکھ دیتے ہیں تاکہ کل کو ہمیں اس کے لیے کہیں جواب دہ نہ ہونا پڑے۔'' ہنی کے لہجے میں کچھ تھا کہ اس نے چونک کر ان کی شکل دیکھی۔ ان کے چہرے پر بڑا عجیب سا تاثر تھا۔

✠✠✠

''آپ کو پتا ہے کہ احتشام پاکستان کیوں آرہا ہے......؟'' ناشتے کی میز پر الماس ابراہیم نے توس پر جیم لگاتے ہوئے بڑی فکرمندی سے پوچھا تھا۔ ابراہیم صاحب آدھے گھنٹے پہلے ہی فلائٹ سے کراچی سے آئے تھے۔ گزشتہ رات ان کی بیگم نے بڑی ذہنی پراگندگی کے ساتھ گزاری تھی۔

''بھئی میں کیا کہہ سکتا ہوں......'' ان کے انداز میں موجود بے پروائی نے الماس بیگم کو سلگا کر

رکھ دیا تھا۔

''میرا اسٹرابیری شیک کہاں ہے......؟'' انہوں نے ایک نظر میں سینٹرل ٹیبل پر اپنی پسندیدہ چیز کی غیر موجودگی محسوس کرلی تھی۔

''آپ کی آمد کی اطلاع نہیں تھی اس لیے میں بنوایا ہی نہیں، آپ یہ فریش جوس لے لیں......'' الماس بیگم نے قدرے ناگواری سے جگ ان کی طرف بڑھایا۔

''آپ نے شفق آپا سے پوچھا تو تھا۔'' الماس بیگم کو آج سارا ناشتا ہی زہر لگ رہا تھا اور وہ اس وقت صرف اور صرف ابراہیم صاحب کے لیے بیٹھی تھیں کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ ناشتا کرتے ہی آفس کے لیے نکل جائیں گے اور مزید انتظار کی ان میں ہمت نہیں تھی۔

''کس چیز کا پوچھنا تھا......؟'' ابراہیم صاحب کی توجہ اخبار میں اسٹاک ایکسچینج کے اتار چڑھاؤ پر تھی اس لیے انہوں نے بے توجہی سے جواب دیا تھا جسے سن کر الماس بیگم سر سے لے کر پاؤں تک سلگ اٹھیں۔

''یہ اخبار اپنے آفس جا کر پڑھ لیجیے گا......'' انہوں نے غصے سے اخبار جھپٹ کر ان کے سامنے سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔ اپنی بیٹیوں کے سامنے اس عزت افزائی پر وہ کچھ جھینپ سے گئے تھے۔

''بھئی کیا پوچھنا تھا شفق آپا سے......؟''

''آپ نے ان سے پوچھنا تھا کہ احتشام کس سلسلے میں پاکستان آرہا ہے......؟'' وہ لفظوں کو چبا چبا کر بمشکل تحمل انداز میں گویا ہوئیں لیکن ان کی اس بات پر خلافِ توقع ابراہیم صاحب بھڑک اٹھے۔

''کمال کرتی ہیں آپ بھی الماس بیگم، میں بھلا کیسے آپا سے پوچھ سکتا ہوں کہ ان کا بیٹا کیا کرنے آرہا ہے پاکستان؟'' وہ بری طرح جھلا اٹھے۔

''کیوں، آپ کیوں نہیں پوچھ سکتے......؟'' وہ پھاڑ کھانے کو دوڑیں۔

''اس لیے کہ ایک تو یہ اس کے تین، تین ماموؤں کا گھر ہے پھر الحمدللہ اماں جان حیات ہیں جو غلطی سے اس کی نانو لگتی ہیں اور پھر اسی گھر کے اوپر والے پورشن میں اس کی سگی بہن بیاہ کر اپنے ماموں کے ہاں آئی ہے۔ اب تین، تین رشتے داریوں کی موجودگی میں، میں کس طرح یہ احمقانہ سوال کروں کہ وہ کیوں آرہا ہے اور وہ کون سا پہلی دفعہ آرہا ہے......'' ابراہیم کا سخت طنزیہ لہجہ الماس کو خائف کر گیا۔ وہ بہت کم غصے میں آتے تھے لیکن آتے تو اگلے بندے کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیتے تھے۔

''اس کا مطلب ہے کہ وہ عطیہ کے پاس آرہا ہے۔'' انہوں نے بلند آواز میں اندازہ لگایا۔ عطیہ ان کی دیورانی تھیں اور اوپر والے پورشن میں اماں جان کے ساتھ مقیم تھیں۔ جن کے ساتھ ان کی پہلے دن سے ہی نہیں بنی تھی۔

''عطیہ بھابی کا تو پتا نہیں لیکن مجھے شفق آپا نے فون کر کے کہا ہے کہ شامی کو ائرپورٹ سے پک کر لوں......'' بے پروائی سے توس کھاتے ہوئے انہوں نے ایک دفعہ پھر اپنی بیگم کا سکون غارت کیا تھا۔

''کیوں؟'' انہوں نے تیکھی نظروں سے اپنے میاں کے پُرسکون چہرے کو دیکھا اور طنزاً بولیں۔ ''احمر کے پیروں میں مہندی لگی ہوئی ہے کیا، وہ نہیں جاسکتا......؟''

''مہندی تو میرے بھی پیروں میں نہیں لگی ہوئی......'' انہوں نے سنجیدگی سے اطلاع دینے والے انداز میں کہا تو بیگم الماس نے بے چینی سے پہلو بدلا انہیں اپنے میاں کے مزاج سے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ آج کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں۔ اپنی گزشتہ ازدواجی زندگی کے تجربات سے انہیں اچھی طرح علم تھا کہ ویسے تو ابراہیم صاحب خاصے بے ضرر، کم گو اور ان کے ساتھ اختلافی امور پر بات کرنے سے حتی الامکان گریز ہی کرتے تھے۔ جس

www.paksociety.com

کی وجہ الماس بیگم کی ہٹ دھرمی، ضدی طبیعت کے ساتھ ساتھ اپنی ہی بات منوانے کی عادت تھی۔ انہوں نے بہت جلد الماس بیگم کی اس بات سے سمجھوتا کر کے اپنی زندگی آسان کر لی تھی لیکن اس عرصے میں الماس بیگم کو بھی اچھی طرح یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا کہ جب وہ کسی بات پر اڑ جاتے تھے تو انہیں ایک انچ بھی اپنی جگہ سے ہلانا مشکل ہو جاتا تھا۔

”پتا نہیں یہ بیٹھے بٹھائے آپ کی بہن صاحبہ کو کیا سوجھی جو صاحبزادے کو یہاں بھجوا رہی ہیں.....“ وہ ابھی تک اپنی کوفت اور بیزاری کے احساس پر قابو نہیں پا سکی تھیں۔

”ان کا تو مجھے پتا نہیں لیکن آپ کے ساتھ ضرور کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے جو آپ اپنے گھر کو بھی کالج سمجھ کر چلانے کی کوشش کرنے لگتی ہیں۔ ہزار دفعہ سمجھایا ہے کہ اپنا بیسواں گریڈ کالج میں ہی چھوڑ کر گھر آیا کریں۔ اب یہ کیا تک بنتی ہے کہ رشتے دار اور عزیز و اقارب اس گھر میں آنے کے لیے آپ سے اسپیشل پرمٹ لیں؟“ انہوں نے ہاتھ میں پکڑا توس باقاعدہ پلیٹ میں پٹخا تھا۔ نویرہ نے ہراساں نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

”کیا ہو گیا ہے آپی آپ کو؟ کیوں ٹمپر لوز کر رہی ہیں آپ؟“ کچن سے گرما گرم پراٹھا لاتی ہوئی روبی خالہ نے ایک لمحے میں ماحول کی سنگینی کو محسوس کیا جبکہ ان کی بات پر الماس بیگم کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا۔ ناشتے کی میز پر ہونے والی اس بدمزگی سے ان کی دونوں بیٹیاں بھی گھبرا گئی تھیں۔

”مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اپنا دماغ خراب کرنے کی، انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کیوں اتنی ٹینس ہوں......؟“ ان کے لہجے میں چھپی تپش کو وہاں موجود سبھی لوگوں نے محسوس کیا اسی لمحے ابراہیم صاحب کو بھی اپنی غلطی کا ادراک ہوا۔

”جو ہونا تھا، وہ ہو گیا تو کیا اب ہم اپنی، اپنی زندگیاں اسی ایک بات کے پیچھے خراب کر لیں.....؟“ ابراہیم صاحب نے دانستہ اپنا لہجہ نرم کر کے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ الماس بیگم کا سارا غصہ اور اشتعال بھک کر کے اڑ گیا۔ نویرہ نے معنی خیز انداز سے اپنی بڑی بہن کو جنگ ختم ہونے کا اشارہ کیا اور خود آملیٹ کی پلیٹ پر جھک گئی۔

”وہ ایک بات نہیں تھی ابراہیم صاحب۔ آپ کو نہیں پتا کہ کتنے عذابوں کی فصل کاٹی ہے میں نے؟ سر جھکا کر اور آنکھیں چرا کر بات کرنا الماس ابراہیم کی سرشت میں ہی شامل نہیں تھا۔“ انہوں نے اورنج جوس کے گلاس پر پھیلے ہوئے جھاگ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کے لہجے میں دکھ اور اذیت کی جو آنچ تھی اس کی تپش کو سبھی نے محسوس کیا تھا۔ کمرے میں ایک چبھنے والی خاموشی اور سناٹے نے اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے تھے۔

⌘⌘⌘

”شیری تم بہت بیوقوف لڑکی ہو......“ ہنی نے صوفے پر دھڑام سے بیٹھتے ہی اعلان کیا۔ ان کا مزاج برہم اور تیور خاصے خطرناک تھے۔

”یہ تو کافی پرانی خبر ہے۔ کوئی نئی بات بتائیں......“ شرزمہ نے کھوجتی نظروں سے ان کے چہرے پر پھیلی ناراضی کی شکنوں کو بڑی سرعت سے پڑھا تھا۔ اس کی غیر سنجیدگی پر انہوں نے لب بھینچ لیے اور پیشانی پر کئی لکیریں نمودار ہو گئیں۔

”آخر ہوا کیا ہے؟“ شرزمہ نے ہاتھ میں پکڑا انگلش میگزین کارپٹ پر اچھالا۔ ”آپ تو خیر سگالی کے دورے پر نکلی ہوئی تھیں، کیا انہوں نے ہری مرچوں کا سوپ پلا دیا ہے؟“ اس نے معصومیت سے ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر شریر انداز میں پوچھا۔

”تمہیں آخر ضرورت کیا پڑی تھی پروفیسر صاحب کو یہ کہنے کی کہ تمہارے مضامین کا انتخاب میں کروں گی......“ ان کے ناگوار انداز پر وہ حیران ہوئی۔

”تو اس میں کون سی غلط بات ہے؟ میں کیا پہنوں گی، کیا خریدوں گی، کون سی چیز مجھے سوٹ کرے گی اور کیا چیز میرے لیے بہتر ہے، ان تمام چیزوں کا انتخاب آپ ہی تو کرتی آئی ہیں۔“ ہنی کے چہرے کے تنے ہوئے نقوش دیکھ کر شرزمہ نے سنجیدگی سے وضاحت دی۔

”مائی ڈیئر وہ سب چیزیں تو میں تمہاری محبت میں کرتی ہوں کیونکہ دنیا کو علم نہیں کہ تم میرے لیے کتنی اہم ہو......“ ہنی نہ جانے کیوں خفا ہو رہی تھیں وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

”تو آخر ہوا کیا ہے؟“ وہ الجھ کر ہنی کا جھنجلایا چہرہ دیکھنے لگی۔

”دنیا ہمارے دلوں میں جھانک کر نہیں دیکھتی بلکہ ظاہری باتوں اور چیزوں سے اندازے لگاتی ہے۔ تمہیں اس چیز کی خبر نہیں۔ اس لیے محتاط رہا کرو۔“ انہوں نے نصیحت کی۔

”تو لگانے دیں اندازے، ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے......“ شرزمہ نے بے ساختگی سے کہہ کر ہنی کو تعجب اور بے یقینی سے دیکھا۔ وہ تو بڑی سی بڑی بات کو بھی چٹکیوں میں اڑا دیتی تھیں لیکن آج چھوٹی سی بات پر پتا نہیں کیوں ان کی سوئی اٹک سی گئی تھی۔

”میری جان فرق پڑتا ہے۔ لوگ ہماری زندگیوں سے کبھی نہیں نکل سکتے۔ ہم ان سے کٹ کر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اسی لیے تو انسانوں کو معاشرتی جانور کہا گیا ہے۔“ وہ پتا نہیں اسے کیا سمجھانا چاہ رہی تھیں۔

”اچھا، اب مجھے سیدھے سادے الفاظ میں یہ بتا دیں کہ آخر ہوا کیا ہے......؟“ شرزمہ نے تحمل سے کہا۔

”ہونا کیا تھا......“ انہوں نے اپنے لیڈی ڈیانا کٹ ہیر اسٹائل میں ہاتھ پھیرتے ہوئے قدرے ناراض انداز میں کہا۔ ”وہ پروفیسر آفاق صاحب مجھے سمجھا رہے تھے کہ شرزمہ کو اپنے فیصلے خود کرنے دیا کریں ورنہ اس کی شخصیت مسخ ہو جائے گی۔“

”اوہ مائی گاڈ......“ شرزمہ ہنس دی۔ ”آپ اس چھوٹی سی بات کی وجہ سے پریشان ہو رہی تھیں خوامخواہ۔“ اس نے مصنوعی تعجب سے پوچھا۔

”یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے شیری۔“ وہ نروٹھے پن سے بولیں۔ ”وہ میرے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے کتنی ظالم اور ہٹلر ہوں میں۔“ ان کا صدمہ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

”اگر وہ ایسا سوچتے ہیں تو سوچنے دیں۔ ہمارا کیا جاتا ہے؟......“ اس نے اپنی طرف سے بڑا عقلمندانہ مشورہ دیا تھا مگر وہ ہنی کو بالکل نہیں بھایا۔

”کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو شرزمہ تم......“ وہ ٹھیک ٹھاک برا منا گئیں۔

”کیوں؟“ شرزمہ کے تحمل میں رتی بھر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

”ان کے ذہن میں میرے بارے میں کتنا غلط اور منفی قسم کا امیج بن گیا ہوگا۔“ ان کی پریشانی پر شرزمہ کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔

”اوہ، آئی ایم سوری ہنی......“ وہ اپنی انگلی میں موجود چھلے کو گھماتے ہوئے سنجیدہ ہوئی۔

”مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر سنجیدہ ہو جائیں گے حالانکہ کوئی ایسی خاص بات بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ پروفیسر حضرات کا تو پڑھ پڑھ کر ویسے ہی دماغ گھوما ہوتا ہے۔ پتا نہیں آپ کو کیا کچھ کہہ گئے......“ شرزمہ نے بڑے نرم انداز میں ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا تو وہ کچھ پُرسکون ہوئیں۔

”پھر آپ نے اپنی بوتیک کے لیے کہاں مناسب جگہ دیکھی......؟“ شرزمہ نے ان کا دھیان بٹانے کو گفتگو کا رخ بدلا۔

”بوتیک کے لیے جناح سپر اور سینٹورس مال میں کچھ جگہیں مجھے اسود نے دکھائی ہیں۔ بزنس کے معاملے میں اس کی اپروچ خاصی شارپ ہے۔ اس

کے ساتھ میں نے مارکیٹس کا وزٹ کیا ہے اور اسی نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں عفان صاحب سے پارٹنرشپ کرنے کے بجائے اپنا کام اکیلے ہی شروع کروں۔'' ان کی بات پر شرزمہ بری طرح چونکی۔ عفان صاحب کے ساتھ وہ اسپین میں رہتے ہوئے پاکستان میں پارٹنرشپ کی مدد سے کام کر رہی تھیں۔

''کیا.....دماغ ٹھیک ہے اسود صاحب کا؟'' شرزمہ پریشان ہوئی۔ ''عفان صاحب نے سارا سیٹ اپ یہاں اچھے طریقے سے بنا رکھا ہے تو آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے نئے تجربے کرنے کی.....؟'' شرزمہ کو یہ مشورہ بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

''عفان صاحب نے یہاں سارا سیٹ اپ اپنی بیٹی کے نام سے جما رکھا ہے تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے میں ان کے نام کو مزید مستحکم کروں۔'' ہنی کا انداز بے لچک اور دوٹوک تھا۔

''آپ اکیلے کیسے کریں گی سب کچھ.....؟''

وہ سخت بے یقینی سے ان کا پرعزم چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''کیوں، میں کوئی بچی ہوں کیا.....؟'' انہوں نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ چپ کی چپ رہ گئی۔ ''دیکھو شرزمہ میں تمہاری عمر میں تھی جب ڈیڈی مجھے بزنس میں لے آئے تھے۔ ان کی ڈیتھ کے بعد کافی عرصہ میں نے اکیلے ہی سارا بزنس سنبھالا تھا اور تمہارے پاپا بھی کاروباری معاملات میں میری رائے کو کتنی اہمیت دیتے تھے یہ تو تمہیں بھی پتا ہے۔'' ان کے لہجے میں خود ستائشی کی جھلک شرزمہ کے لیے نئی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ خود کو بولنے سے نہیں روک پائی۔

''ہنی وہ اسپین تھا جہاں ہم پیدا ہوئے، پلے بڑھے۔ سبھی اپنی کمیونٹی کے لوگ تھے اور بہت اچھی طرح سے جانتے تھے۔ یہ پاکستان ہے جہاں ملک سے لے کر تجارت، بزنس، صنعت، ہر چیز کے حالات خراب ہیں اور سب سے بڑھ کر کہ ہم یہاں کسی کو زیادہ جانتے بھی نہیں۔ ایسے میں اکیلے اتنا پیسہ انویسٹ کرنا دانشمندی نہیں۔''

''دیکھو شرزمہ، مجھے ان سب چیزوں کا بخوبی علم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی قابلیت، تجربے کاری اور ذہانت پر بھی کوئی شک نہیں۔ الحمدللہ میں نے بزنس میں بہت جلدی اپنا ایک مقام ایسے ہی نہیں بنا لیا تھا۔ تم بس اپنی اسٹڈی پر توجہ دو۔'' انہوں نے بات کو ختم کرنے کے لیے چینل تبدیل کیا۔

''ہنی میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں، کوئی بھی کام عجلت میں کرنے کی ضرورت نہیں اور پھر ہر جگہ حالات ایک جیسے نہیں رہتے۔ ہمیں کیا پتا تھا کہ ماما، پاپا کی اس طرح اچانک روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو جائے گی اور ان کے بزنس پارٹنر کی ایسے نیت بدل جائے گی۔ آپ کے سامنے ہی تھا کہ کس طرح اس نے ہمیں ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ مجبوراً ہمیں انکل فاروق کی بات مان کر پاکستان آنا پڑا۔'' شرزمہ نے اس تلخ حقیقت کو ان کے سامنے دہرایا تو وہ جھنجلا گئیں۔

''وہ سب فاروق بھائی کی بزدلی تھی جس نے ہمیں بھی بوکھلا کر رکھ دیا تھا.....'' ان کا لہجہ دل دکھانے والا تھا۔ ''اوپر سے تم اس خبیث کے اوباش قسم کے بیٹوں سے ڈر گئی تھیں جو تمہارے پیچھے کالج میں آنے لگے تھے۔ ورنہ مجھے پاکستان آنے کا قطعاً کوئی شوق نہیں تھا میں صرف اور صرف تمہاری وجہ سے یہاں آئی ہوں۔'' ان کے اس طرح جتانے پر وہ ایک دم خفت کا شکار ہو کر چپ ہو گئی۔

''ان لوگوں کی کیا اوقات تھی مجھے اچھی طرح سے علم ہے۔ کیا بگاڑ لیتے وہ ہمارا؟ تمہاری اور فاروق بھائی کی جذباتیت اور کم اعتمادی نے ہی ان کے حوصلے بلند کیے تھے۔ ورنہ میں تو ان کا دماغ ٹھیک ٹھاک درست کرنے والی تھی۔'' ہانیہ کو ابھی تک اس بات کا غصہ تھا یہ تو شرزمہ اور فاروق انکل

ہی جانتے تھے کہ انہوں نے ہنی کو کس طرح سے وہاں سے آنے پر راضی کیا تھا۔ وہ کسی صورت بھی بارسلونا چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔

''میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی زندگی میں مجھے یعنی ہانیہ مصطفیٰ کو اس طرح سب کچھ سمیٹ سمٹا کر چوروں کی طرح اسپین سے نکلنا ہوگا۔ آج بھی سوچتی ہوں تو ذلت کا احساس ہوتا ہے۔'' وہ ان کی تکلیف اور شرمندگی کا اندازہ کر سکتی تھی لیکن اس کی سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ وہ ان کی طرح، نڈر، پراعتماد اور بے خوف نہیں تھی۔ ان دونوں کے مزاجوں میں زمین، آسمان کا فرق تھا۔

''اُف ہانیہ کیا ہو گیا ہے؟ اب بس بھی کر دیں، زندگی میں جب کبھی دوبارہ موقع ملے گا تو جا کر اپنا حساب بے باق کر آئیے گا.....'' شرزمہ نے دانستہ اپنے لہجے کو بے پروا کیا۔

''ہاں تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ایسا نہیں کروں گی کیا؟'' ان کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا۔ ''مجھے ذرا اپنا بزنس یہاں سیٹ کر لینے دو، دیکھنا سب کے کیسے دماغ سیٹ کر کے آتی ہوں، ہانیہ اپنے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتی.....'' ان کے چہرے پر تناؤ کی کیفیت اب بھی نمایاں تھی۔

''ہاں ناں، ضرور جائیے گا۔ ایسے ہی تو پاپا آپ کو شیرنی نہیں کہتے تھے.....'' شرزمہ کے مصنوعی پُر انداز پر ہنی کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے، وہ خاموش رہیں۔ کمرے میں پھیلی بوجھل خاموشی کو ختم کرنے کے لیے اس نے مزید کہا۔ ''قسم سے یہاں آ کر عجیب پوستی سی بن گئی ہوں میں۔ ہر وقت سستی اور کاہلی سوار رہتی ہے مجھ پر.....'' شرزمہ نے ایک لمبی جمائی لی۔

''تو تم بھی میرے ساتھ مور والی کوٹھی میں بنے جم کو جوائن کر لو، مسز شیرازی بہت مزے کی خاتون ہیں.....'' دوسری جانب سے فوراً کھٹ کر کے مشورہ آیا۔ شرزمہ نے آنکھیں پھاڑ کر سامنے صوفہ کم بیڈ پر بے ترتیبی سے لیٹی ہوئی ہانیہ کو دیکھا۔ جن کا موڈ تبدیل ہو گیا تھا وہ کسی بھی چیز کو زیادہ دیر تک اپنے سر پر سوار رکھنے کی قائل نہیں تھیں۔

''مائی گاڈ، آپ وہاں سے بھی ہو آئیں؟ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے، ہمیں یہاں آئے ہوئے۔ کیا چیز ہیں آپ؟'' شرزمہ کمر پر ہاتھ رکھ کر بالکل ٹی وی اسکرین کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

''افوہ شیری پیچھے ہٹو ناں، فیشن شو کی رپورٹ آ رہی ہے۔'' وہ ایک دم جھنجلائیں تو شرزمہ نے ٹی وی اسکرین پر ایک نگاہ ڈالی۔

''بے فکر رہیں یہ یورپ کا فیشن شو ہے یہاں پر یہ پتوں، پھول بوٹوں والے لباس نہیں چلیں گے۔'' اس کے جل کر بولنے پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیں۔

''جتنا ایڈوانس پاکستان ہوتا جا رہا ہے مجھے تو یہ وقت بھی دور نہیں لگتا۔ قسم سے کبھی کبھی تو اس ملک پر بھی یورپ کا گمان ہونے لگتا ہے۔ ماما پتا نہیں کون سے دور کے قصے کہانیاں سنایا کرتی تھیں جس میں ٹوپی والے برقعے، پردہ، تانگے اور ڈولیوں کا ذکر ہوتا تھا۔'' وہ جوش سے اٹھ بیٹھیں۔

''ہاں مجھے بھی یہاں آ کر خاصی مایوسی ہوئی ہے۔ پتا نہیں نانو کس دور کے قصے سنایا کرتی تھیں۔'' شرزمہ کچن کی طرف جاتے جاتے رکی۔ اسے یاد آیا۔

''آپ نے بتایا نہیں کہ آپ وہ مور والی کوٹھی میں کیسے پہنچیں.....؟'' اس نے تعجب بھرے انداز میں دریافت کیا۔

''تمہیں پتا ہے یار کہ میں اپنی صحت کے معاملے میں کتنی کونشس ہوں۔ یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے بہترین پارلر اور جم کا پتا کروایا ہے۔ کل دوپہر جب تم سو رہی تھیں تو اسود کے ساتھ جا کر

جسم کا دزٹ بھی کر آئی۔'' انہوں نے مزے سے اپنا کارنامہ سنایا۔

''توبہ ہے ممی، اتنی فریش اسکن اور زبردست فگر ہے آپ کا۔ آپ کو کہاں ان چیزوں کی ضرورت ہے؟'' شرزمہ نے برا سا منہ بنایا تو وہ آہستگی سے بولیں۔

''مائی ڈیئر عورت کی زندگی کے کیلنڈر میں پہلے بیس سال خوشنما تتلی کی طرح ہوتے ہیں۔ اسے سارے موسم سرخ گلابوں کے موسم لگتے ہیں۔ بیس سے تیس کی عمر میں بھی عورت کو زندگی اپنی دسترس میں محسوس ہوتی ہے وہ خود کو جگنوؤں کی بستی کا مکیں سمجھتی ہے۔ تیس کا ہندسہ کراس کرتے ہی واہمے، اندیشے اور عمر کے ڈھلنے کا خوف کسی مکڑی کی طرح عورت کے ذہن میں جالے بنانے لگتا ہے۔ وہ بے چینی اور خوف کے عالم میں بار بار آئینہ دیکھتی ہے۔ چالیس کا سن عورت کو بالکل پژمردہ کر دیتا ہے اور وہ ہتھیار پھینک کر بڑھاپے کو تسلیم کرنا شروع کر ہی دیتی ہے اور یہ ہی سب سے کڑا مرحلہ ہوتا ہے۔''

''آپ بھی ناں ممی بہت عجیب ہیں.....'' شرزمہ ان کے فلسفے پر حیران ہوئی تو انہوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے فوراً وضاحت کی۔

''آپ ڈرنے والی چیزوں سے ڈرتی نہیں اور جو چیزیں فطری ہیں ان سے خوف زدہ ہو رہی ہیں......'' وہ مسکراتے ہوئے فریج کھول کر چکن نکالنے لگی۔ اسی لمحے اس نے مڑ کر دیکھا ممی انتہائی سنجیدگی سے اپنا چہرہ آئینے میں دیکھ رہی تھیں۔

✠✠✠

''کہاں ہوتی ہیں شرزمہ آپ؟ نظر ہی نہیں آتیں؟''

وہ جو گلِ داؤدی، موتیا اور چمپا کے نئے پودوں کا بغور جائزہ لینے میں مگن تھی۔ اس اچانک آواز پر اس کے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ لرز کر رہ گیا۔ اس نے مڑ کر اپنے پیچھے بڑے مگن سے انداز میں کھڑے اسود کو دیکھا۔ جو نہ جانے کب اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا اور اسے پتا ہی نہیں چلا۔

''اوہ سوری......! لگتا ہے کہ میرے یوں اچانک بولنے سے آپ ڈر گئیں۔'' شرزمہ کے ہراساں چہرے کو دیکھ کر اس نے بالکل سو فیصد درست اندازہ لگایا۔

''جی ایسا ہی ہوا ہے......'' اس نے صاف گوئی سے کہتے ہوئے گلِ داؤدی کے پیلے پھول پر بیٹھی تتلی کو غور سے دیکھا۔

''سوری، میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے آپ کو لان میں بیٹھے دیکھا تو خود کو باہر آنے سے نہیں روک سکا۔ آپ تو نظر ہی نہیں آتیں۔'' وہ بڑی شائستگی سے اس کے ساتھ مخاطب تھا جبکہ وہ قصداً تھوڑا سا ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا محتاط انداز اسود کو بہت اچھا لگا۔

''میں کون سا پہلے ہر وقت یہاں پائی جاتی تھی جو آپ میرے نظر نہ آنے کا گلہ کر رہے ہیں......؟'' اس کے سپاٹ اور لاتعلق انداز پر وہ تھوڑا سا شرمندہ ہوا۔

''آپ مجھ سے خفا ہیں کیا......؟'' اس کی بے رخی سے اس نے ایک اور اندازہ لگایا۔

''میں......؟'' اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ ''اور آپ سے ناراض...... مگر کیوں؟'' اس کے لہجے میں اس قدر حیرانی اور اجنبیت تھی کہ اسود کو فوراً ہی اپنے سوال کے بے تکے ہونے کا احساس ہوا۔

''اصل میں ممی تو دن میں ہمارے پورشن کے کافی چکر لگا جاتی ہیں اور آپ نہیں آتیں اس لیے میں نے سوچا کہ شاید خفا ہیں۔'' وہ اب کہ قدرے محتاط انداز میں بولا تھا۔

''وہ تو آپ سے اپنے بزنس معاملات میں گفت و شنید کے لیے آتی ہوں گی لیکن میرے ساتھ ایسا کوئی ایشو نہیں۔'' وہ خاموشی سے اب اپنے

پیروں سے لپٹی بلی کو غور سے دیکھ رہی تھی جو اس سے کافی مانوس ہوگئی تھی۔

''کس ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمیشن لیا ہے آپ نے......؟'' وہ گفتگو کو طول دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

''بی بی اے میں......'' اس سے مختصر جواب وہ نہیں دے سکتی تھی۔

''ہوں، اس کا مطلب ہے کہ بزنس ایڈمنسٹریشن پڑھ کر آپ بھی اپنی خالہ کی طرح بزنس کی دنیا میں آئیں گی۔'' اسود کو سنہری رنگت اور لمبے بالوں والی باربی ڈول جیسی لڑکی پہلی ہی نظر میں اچھی لگی تھی۔ اس لیے وہ اس کی کم گوئی اور لاتعلق انداز کے باوجود اس سے زبردستی بات چیت کرنے کا مشکل مرحلہ انجام دے رہا تھا۔ جبکہ وہ اس سے زیادہ اپنے پیروں سے لپٹی بلی کو اہمیت دے رہی تھی۔

''بزنس......اور میں؟'' اس کے چہرے پر اس قدر بے یقینی اور حیرت تھی کہ اسود کو لگا کہ اس نے کوئی انتہائی مشکل سوال کر لیا ہے۔

''مجھے بزنس سے کبھی دلچسپی نہیں رہی اور جہاں تک بات ممی کی ہے تو انہوں نے بھی یہ سبجیکٹ پڑھ کر بزنس اسٹارٹ نہیں کیا وہ فیشن ڈیزائننگ کی اسٹوڈنٹ تھیں۔'' اس کے لفظوں سے زیادہ لہجے میں رکھائی کا عنصر نمایاں تھا۔ اسود نے خفت زدہ انداز سے اسے دیکھا جو بڑی سنجیدگی سے بلی کی طرف متوجہ تھی۔

''آپ آج کل کیا کر رہے ہیں......؟'' اس نے اچانک ہی پوچھا تھا۔

''کچھ خاص نہیں چھوٹا موٹا بزنس!'' اسود نے انتہائی تحیر سے اسے دیکھا اور نپے تلے انداز میں جواب دیا۔

''کس طرح کا بزنس......؟'' شرزمہ نے اسے مزید حیران کیا۔

''بس ایسے ہی اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں، ورنہ میرے جیسا نکما بندہ کیا خاک بزنس کرے گا۔'' اس نے استہزائیہ انداز میں اپنا مذاق خود اڑایا جو شرزمہ کو اچھا نہیں لگا۔

''خیر اب تو آپ ضرورت سے زیادہ ہی کسرِ نفسی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ جیسا بندہ سارے ہی کام کر سکتا ہے۔'' اس نے مانو بلی کو لان کی گھاس پر کھیلنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

''آپ کو معلوم نہیں میں حقیقت میں بہت ہی بے پروا، غیر سنجیدہ اور بے وقوف انسان ہوں۔'' وہ اسے نہ جانے کیا چیز سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''خیر اپنے بارے میں آخری بات تو آپ نے بالکل غلط کہی ہے۔ آپ بے پروا یا غیر سنجیدہ تو ہو سکتے ہیں لیکن بے وقوف نہیں۔'' شرزمہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ بات کہی تھی وہ اس کے اس انداز پر سٹپٹا سا گیا۔ اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں جبکہ اسود اس کی پشت پر ناگن کی طرح لہراتی چوٹی کے بلوں میں ہی الجھ کر رہ گیا۔

ممی پچھلے چند دنوں سے بے تحاشا مصروف تھیں حتیٰ کہ ان کی اور شرزمہ کی تفصیلی ملاقات کو بھی کافی دن گزر گئے۔ بس آتے جاتے ہلکی پھلکی سی ہیلو ہائے ہو جاتی تھی۔ نئے بزنس نے ان کے ہاتھ پیر پھلا رکھے تھے۔ وہ سارا وقت کمپیوٹر، فون اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ میں الجھی رہتیں۔ رات کو جب انہیں فراغت ملتی تب تک شرزمہ سو چکی ہوتی اور صبح ان کے اٹھنے سے پہلے وہ یونیورسٹی جا چکی ہوتی۔

اس دن اتوار تھا۔ ملازمہ نے واشنگ مشین لگا رکھی تھی۔ یہ ملازمہ بھی اسود کی مہربانی سے ہی دریافت ہوئی تھی۔ موسم خاصا بدل گیا تھا۔ اب دھوپ جسم کو چبھنے لگی تھی۔ شرزمہ ناشتے کی ٹرے اٹھا کر ٹیرس پہ لے آئی۔ جہاں پنکھا لگا ہوا تھا۔ بوگن ویلیا کے کاسنی پھول چاروں طرف بکھرے ہوئے

تھے۔ ٹیرس پر ہانیہ نے سنگِ مرمر کے گملے لا کر شاید پچھلے ہی دنوں رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے کشادہ سا ٹیرس بڑا ہرا بھرا سا لگنے لگا تھا۔

''مجال ہے کہ پاکستانی اخباروں میں ایک بھی ڈھنگ کی خبر ہو۔ ان اخباروں کے اوپر اداروں کو لازمی لکھنا چاہیے کہ خبردار ہائی بلڈ پریشر کے مریض ان منحوس خبروں کو پڑھنے سے اجتناب کریں۔'' ہنی چائے کا بڑا سا مگ اٹھا کر وہیں آگئیں۔ ان کے ہاتھ میں تازہ اخبار تھا جسے انہوں نے لا کر باقاعدہ میز پر پٹخا تھا۔

''تو آپ کے لیے کیا مسئلہ ہے؟ آپ کون سا ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں.....''؟ شرزمہ نے ان کا تروتازہ چہرہ دیکھتے ہوئے انہیں چھیڑا۔ آج کافی عرصے بعد دونوں کو ایک ساتھ بیٹھنا نصیب ہوا تھا۔

''ہوں تو نہیں لیکن لگتا ہے کہ اگر اسی طرح روزانہ نیوز پیپر پڑھتی رہی تو ضرور کسی دن میرا بی پی شوٹ کر جائے گا.....'' وہ دھپ کر کے کرسی پر بیٹھیں۔

''ہاں رات فاروق بھائی کا فون آیا تھا تم سو رہی تھیں اس لیے میں نے جگایا نہیں.....'' انہیں اچانک یاد آیا تھا۔ وہ اب سامنے رکھی کرسی پر ٹانگیں پھیلا کر بے تکلفی سے بیٹھ گئیں۔

''ارے فاروق انکل کا فون آیا تھا.....؟''

ایک بے ساختہ سی خوشی اس کے چہرے پر چھلکی۔ ''کیا کہہ رہے تھے؟ وردہ اور ثمرہ کا کیا حال تھا؟''

''کچھ خاص بات نہیں ہوئی، بس انہیں ہماری ٹینشن تھی۔ میں نے خوب تسلی کروا دی اور پروفیسر آفاق اور اسود کو کیریکٹر سرٹیفکیٹ بھی دے دیا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گئے۔'' انہوں نے اسے ہنستے ہوئے بتایا۔

''کچھ خدا کا خوف کریں ہنی، وہ کیا سوچتے ہوں گے کہ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔'' شرزمہ چائے کا گھونٹ لینا بھول کر فکرمندی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی جس پر شرارت ہی شرارت تھی جبکہ آنکھوں میں مچلتی شوخی بھی اس کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

''لو، وہ کون سا مجھے پہلی دفعہ سن رہے ہیں۔ انہیں پتا ہے کہ میں پیدائشی ایسی ہوں اور رہی بات پروفیسر آفاق اور اسود کی شرافت کا تعلق تو ان کے بارے میں انہیں ہم سے زیادہ علم ہے تبھی تو یہاں بھیجا ہے۔ ورنہ وہ ایسے ہی کم از کم ہمیں یہاں رہنے کا مشورہ نہ دیتے۔'' ہنی نے چائے پیتے ہوئے اسے تسلی دی۔

''خیر فاروق انکل کے خلوص پر تو ہم کبھی بھی شبہ نہیں کر سکتے۔ جس طرح انہوں نے سگی بیٹیوں کی طرح ہمارا خیال رکھا اور اب تک رکھ رہے ہیں۔'' شرزمہ اب سکون سے ناشتا کر رہی تھی جبکہ ہنی نے دوبارہ اخبار کھول لیا۔

''ہاں فاروق بھائی بتا رہے تھے کہ وردہ کی اگلے مہینے شادی ہے.....'' ہنی کی اطلاع پر وہ اچھل کر رہ گئی۔

''اتنی جلدی، ابھی تو اس نے اپنا بی ایس مکمل نہیں کیا۔'' شرزمہ کو اپنے سے دو سال بڑی ان کی بیٹی کی شادی کی خبر نے حیران کر دیا تھا۔ اس کی اس کی دوستی بھی تو خوب تھی۔

''میں نے بھی کہا تھا کہ اتنی جلدی کی ضرورت ہے لیکن وہ کہنے لگے کہ تعلیم شادی کے بعد بھی مکمل ہوتی رہے گی۔ اب میں کیا کہتی، ظاہر ہے کہ ان کی بیٹی ہے وہ زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔'' انہوں نے سستی اور کاہلی سے انگڑائی لی۔ ''ہاں وہ ایک اور بات بھی بتا رہے تھے کہ ہمارے جانے کے بعد تمہارے تایا آئے تھے۔ انہیں کسی نے تمہارے ڈیڈی کی وفات کی اطلاع دی تھی۔'' ہنی کی اس بات پر وہ منہ میں ڈالا نوالہ چبانا بھول گئی تھی اور ہاتھ میں پکڑا فرنچ ٹوسٹ بھی پلیٹ میں رکھ کر سخت تعجب سے ہانیہ کا پُرسکون سا انداز دیکھا۔

''وہ کیا کرنے آئے تھے وہاں.....؟'' اسے

ایک دم ہی غصہ آیا۔

''ظاہر ہے کہ افسوس کرنے آئے تھے اور فاروق بھائی بتا رہے تھے کہ خاصے رنجیدہ تھے وہ۔'' ہنی کا انداز ہنوز سرسری سا تھا۔

''ان کی رنجیدگی کا اب ہمیں کیا فائدہ، جب ڈیڈی کو ان کی ضرورت تھی اور وہ بار بار انہیں فون کرتے تھے تب تو انہوں نے کوئی گھاس نہیں ڈالی تھی۔'' شرزمہ کو بہت کم غصہ آتا تھا اور جب آتا تھا تو اس کا چہرہ غصے کی زیادتی سے تپنے لگتا۔

''وہ فاروق بھائی سے تمہارا ایڈریس مانگ رہے تھے......'' ہنی کی بات پر اس کی سانس اٹکی۔

''کہیں فاروق انکل نے دے تو نہیں دیا......؟'' اس نے عجلت میں بات کاٹی۔

''بے وقوف ہو تم بھی، وہ بھلا ہماری اجازت کے بغیر کیسے ایڈریس دے سکتے ہیں۔ ان سے کیا چیز پوشیدہ ہے۔ ہر بات سے تو وہ آگاہ ہیں۔ انہوں نے ٹال دیا اور کہا کہ جب وہ پاکستان آئیں گے تو ملاقات کروا دیں گے......'' ہنی کی بات پر اس نے ایک طویل سانس لی۔

''مجھے کسی سے نہیں ملنا، نہ اب اور نہ بعد میں کبھی......'' اس نے قدرے ناگواری سے ناشتے کی ٹرے بھی سائیڈ پر کھسکا دی۔ ہانیہ کو افسوس ہوا کہ وہ اس وقت اس بات کا ذکر نہ ہی کرتیں تو اچھا تھا۔

''شرزمہ، کیسی بچوں والی باتیں کرتی ہو۔'' انہوں نے انتہائی محبت سے اپنی بھانجی کا ناراض چہرہ دیکھا جو منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

''تمہیں کون ان سے ملنے کو کہہ رہا ہے۔ تمہیں پتا ہے کہ مجھے خود اس خاندان سے شدید چڑ ہے۔'' انہوں نے اسے مطمئن کرنے کی بھرپور کوشش کی وہ ہنوز خاموشی سے اپنے ناخنوں کو غور سے دیکھنے میں مگن تھی۔ ''اب آرام سے اچھے بچوں کی طرح ناشتا کرو، ورنہ آئندہ میں ایسی کوئی بات تم سے شیئر نہیں کروں گی۔'' ہانیہ کے لہجے میں جھلکتی سنجیدگی [illegible] کر کے اس نے بیزاری سے دودھ کا گلاس [illegible] زبردستی پینے لگی۔ وہ ان کی کوئی بات ٹال [illegible] تھی۔ اس بات کا ہنی کو بھی اندازہ تھا۔ اسے [illegible] دیکھ کر وہ ایک دفعہ پھر کسی فیشن شو کی تصاویر [illegible] متوجہ ہو گئیں۔

''ہیلو ینگ گرلز......! کیا ایک ہینڈسم [illegible] کی کمپنی کو جوائن کر سکتا ہے......؟'' پانچ [illegible] اسود کی شوخ آواز پر وہ دونوں چونکیں اور [illegible] وہ ہاتھ میں کوئی ڈونگا اٹھائے منتظر نگاہوں سے [illegible] طرف دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر ایک شوخ سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمکنے والی جوت نمایاں تھی۔

''اگر تو میری پسند کی کوئی چیز لائے [illegible] موسٹ ویلکم اور اگر ایسا نہیں ہے تو [illegible] ویلکم......'' ہنی نے ہاتھ میں پکڑا میگزین میز پر [illegible] ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

''بھئی ہمیں پتا ہے کہ ہانیہ مصطفیٰ کو حلیم [illegible] پسند ہے، کل سارا دن اس فضلو کے بچے کی [illegible] ہیں تب جا کر اس نے آج یہ بنایا۔ سوچا کہ [illegible] کے جذبات کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش [illegible] آؤں۔'' اس کا انداز بھی شریر تھا۔

''اوہ فنٹاسٹک، جم جم آؤ، اگر بتا کر آتے تو اندر سے پلاسٹک کے پھول لا کر آپ کی راہوں [illegible] بکھیر دیتے۔'' ان کا مزاج ایک دم خوشگوار ہوا [illegible] اب ڈھکن اٹھا کر گرما گرم حلیم کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

''اے خوب صورت خاتون، دھیان سے کہیں اس ڈونگے میں اپنا سر مت دے دیجیے گا۔ ورنہ پروفیسر صاحب میرا سر قلم کر دیں گے۔'' اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی انہیں ایک دفعہ پھر چھیڑا جبکہ بے تکلفی کا یہ مظاہرہ شرزمہ کو خاصا حیران کر گیا۔

''یہ تم کیا ہر وقت انہیں پروفیسر صاحب پروفیسر صاحب کہتے پھرتے ہو، سیدھی طرح انہیں انکل کہا کرو......'' ہنی نے اسے ایک دفعہ پھر ٹوکا۔

''اُف کتنی دوغلی خاتون واقع ہوئی ہیں آپ، سارا دن شرزمہ آپ کے سامنے ہنی ہنی کی گردان کرتی رہتی ہے، اسے تو کبھی آپ نے نہیں کہا کہ مجھے خالہ کہا کرو جبکہ میرے ماموں صاحب نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو ان کو زبردستی ماموں کہلوانے پر بضد ہیں۔'' اس نے سخت شکایتی نظروں سے شرزمہ کو دیکھا جس کے انداز میں ایک محسوس کی جانے والی لاتعلقی اور بے نیازی تھی اور اسود کو لگتا تھا کہ یہ بے نیازی اس کی شخصیت کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔

''بھئی سادہ سی بات ہے کہ میں تو سخت مائنڈ کرتی ہوں جبکہ وہ تو بالکل بھی برا نہیں مناتے، انہوں نے مجھے خود بتایا کہ میں نے اسود سے کئی دفعہ کہا ہے کہ مجھے ماموں کہا کرے لیکن اس پر اثر ہی نہیں ہوتا۔'' وہ اب چمچ کے ساتھ ڈونگے ہی میں حلیم کھانا شروع ہو گئی تھیں۔

''توبہ ہے، آپ نے ان کے ساتھ بھی...... بے تکلفانہ اپنے دکھ سکھ پھرولنے شروع کر دیے، کم از کم اس شہر میں اپنے واحد دوست کا ٹائٹل تو میرے پاس رہنے دیتیں۔'' اس نے مصنوعی دکھی لہجے میں کہہ کر چمچ اٹھایا اور خود بھی حلیم کھانے کے مشن میں شریک ہو گیا۔ ہنی نے بھویں اچکا کر اسے گھورا۔

''خبردار اس ڈونگے پر کوئی غلط نگاہ ڈالی، اپنے گھر جا کر کھانا......'' انہوں نے فوراً اس کے آگے سے ڈونگا اٹھا کر ملازمہ کو کچن میں لے جانے کا مشورہ دیا۔

''کتنی ظالم خاتون ہیں آپ، نیچے پروفیسر صاحب نے کھانے نہیں دیا کہ پہلے اوپر بیچاری خواتین کو دے کر آؤ اور یہاں آپ نے بے مروتی کی انتہا کر دی، ختم ہو جاتا تو اور لا کر دے دیتا، کم از کم بچے کا دل تو نہ توڑتیں......'' اس کی اداکاری عروج پر تھی جبکہ ہنی آج اس کے چکر میں آنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

''اچھا کیا کہ تم نے بتا دیا کہ یہ پروفیسر صاحب نے بھجوایا ہے، میں خواہ مخواہ تمہارے خیر سگالی کے جذبے سے متاثر ہونے والی تھی۔'' وہ بھی کون سا کسی سے کم تھیں۔ ان کی بات پر وہ کان کھجاتے ہوئے شرارت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

''اتنا ہی پروفیسر صاحب کو ان بیبیوں کا خیال ہوتا تو بیس سیڑھیاں چڑھ کر خود اوپر نہ آجاتے، یہ میں معصوم ہی تھا جو 'ایچ بی او' چینل پر ایک چٹخارے دار فلم ادھوری چھوڑ کر ادھر آیا۔'' اس کی آنکھوں میں شوخی ابھی تک رقصاں تھی۔ شرزمہ بے تاثر چہرے کے ساتھ دونوں کی نوک جھونک سن رہی تھی۔

''ہنی یہ آپ کی بھانجی کچھ خشک اور بورنی نہیں ہیں......'' وہ اب ہنی کی طرف قدرے جھک کر سرگوشی میں پوچھ رہا تھا، یہ اور بات کہ اس کی سرگوشی اتنی بلند تھی کہ سامنے بیٹھی شرزمہ نے صاف سن لی تھی اور سن کر بھی اس کا چہرہ سپاٹ رہا تھا۔ وہ اب میز پر سے اخبار اٹھا کر زبردستی پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، شیری کو ہر ایرے غیرے کے منہ لگنے کی عادت نہیں، وہ بہت سلیکٹو لوگوں کو گھاس ڈالتی ہے......'' انہوں نے سراسر اسے چڑایا تھا۔

''شکر الحمدللہ کہ میں گدھا نہیں، ورنہ مجھے بھی گھاس کھانی پڑتی، آپ کو تو دن رات گھاس ڈالی جاتی ہوگی، ہے ناں۔'' اس کا جوابی حملہ خاصا زوردار تھا۔ ہنی کے چہرے کی رنگت پل بھر کو متغیر ہوئی تھی اور شرزمہ ان کے چہرے پر نظر ڈالے بغیر بھی جان سکتی تھی کہ انہوں نے بہ مشکل خود کو مشتعل ہونے سے روکا ہوا ہے۔

''جی، میرے پاس ضرورت سے زیادہ ہی گھاس اکٹھی ہو گئی ہے، میں آج کل ایک اور گدھے کی تلاش میں ہوں اور مجھے لگتا ہے کہ آج میری

تلاش ختم ہو گئی ہے۔'' ہانیہ نے دانستہ اپنا لہجہ ہلکا پھلکا رکھا تھا۔

''ارے، آپ تو مائنڈ ہی کر گئیں۔ ورنہ آپ تو ہیلن آف ٹرائے ہیں۔ آج بھی آپ کے لیے سرحدوں پر جنگ شروع ہو سکتی ہے۔'' اس نے اپنی خارجہ پالیسی میں واضح تبدیلی کر کے ''مکھن پالیسی'' کا استعمال کیا تھا۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔

''باتیں بنانا تو کوئی تم سے سیکھے۔'' ان کا مزاج کچھ خوشگوار ہوا تھا۔

''یہ آپ کے گھر میں مہمانوں کو چائے، پانی پوچھنے کا کوئی رواج نہیں.....'' اسود نے ترچھی آنکھوں سے شرزمہ کے سامنے پڑا چائے کا فلاسک دیکھا۔

''میری کتاب میں تو ایسی کوئی چیز درج نہیں، شرزمہ سے پوچھ لو، اگر وہ تمہارے لیے ہاتھ پیر ہلا سکتی ہو تو.....'' انہوں نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

''دلیں، وہ تو مجھے ایڈ ولف ہٹلر کی بھانجی لگتی ہیں، آپ سے تو پھر بھی امید کی جا سکتی ہے لیکن وہ تو لگتا ہے کہ نظروں سے ہی الٹا لٹکا دیں گی.....'' اس کی بلند آواز میں کی جانے والی سرگوشی نے شرزمہ کو کوفت اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کیا۔ اپنی ذات کو موضوعِ گفتگو بنانے سے اسے سخت چڑ تھی۔

''بھئی اب ہر کوئی ہانیہ مصطفیٰ کی طرح، زندہ دل، ہنس مکھ، مخلص، ذہین اور دوستانہ مزاج کا حامل تو نہیں ہو سکتا ناں.....'' انہوں نے اپنے فرضی کالر اوپر کیے تو وہ مسکرا دیا۔ ''اصل میں میرے ڈیڈی بہت زندہ دل انسان تھے۔ بلا کے پُراعتماد اور ذہین، مٹی کو ہاتھ لگا کر سونا بنا دینے والے اور ہمارے سرکل کے لوگوں کا کہنا ہے کہ میں بالکل ان کا پَرتو ہوں۔''

ان کے چہرے پر پھیلنے والی ''خود پسندانہ'' سی مسکراہٹ اسود جیسے زیرک بندے کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔ ''اپنا تو زندگی کا نظریہ ہے کہ ہر لمحے کو انجوائے کیا جائے۔ پابندیاں، روک ٹوک، قواعد و ضوابط سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ میں اپنی زندگی کا نصاب خود مرتب کرنے کی قائل ہوں۔'' ان کی بات پر شرزمہ نے چونک کر ان کا چہرہ دیکھا جس پر ایک عجیب سا تاثر نمایاں تھا۔ اسی لمحے اسود نے بھی اس کا چونکنا محسوس کیا جبکہ ہانیہ ان دونوں کے تاثرات سے بے خبر اپنی کامیابی کی داستان سنانے میں مگن تھیں۔

⌘⌘⌘

اس دن موسم بہت عجیب اور روکھا سا تھا۔ فضا میں عجیب سی اداسی اور وحشت رقص کر رہی تھی۔ وہ صبح سے کچھ سست سی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے ہلکا ہلکا ٹمپریچر بھی محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ تھکاوٹ کی وجہ سے ہے۔ اس دن وہ یونیورسٹی سے سیدھی ایک پرائیویٹ کلینک چلی گئی۔ وہیں اسے پتا چلا کہ وہ ملیریا بخار کا شکار ہو چکی ہے۔ ادویات لے کر وہ باہر نکلی تو چھتم سے آنے والی گرد آلود آندھی کی وجہ سے اس کی آنکھیں اور گلا گرد سے بھر گیا تھا۔ طبیعت سخت مکدر ہوئی۔ وہ بہ مشکل گھر پہنچی تو گیٹ حسبِ معمول کھلا ہوا تھا۔

''اوہ نو.....!'' اسے اچانک یاد آیا کہ اپنے پورشن کی چابیاں تو صبح وہ عجلت میں ڈائننگ ٹیبل پر ہی بھول گئی تھی۔ اس نے سخت مایوسی کے عالم میں ہنی کو فون کرنے کے لیے سیل نکالا تو پتا چلا کہ رات انجلا میں فاروق انکل کو کی جانے والی کال کی وجہ سے بیلنس بھی ختم ہے اور اسے آج کیمپس میں کارڈ لینا بھی یاد نہیں رہا۔

''یہ بھی ابھی ختم ہونا تھا.....'' اس نے سخت بیزاری اور کوفت سے سیل فون اپنے بیگ میں پھینکا تھا۔ اس کا حلق تک کڑوا ہو چکا تھا۔ آج واقعی اس کے ستارے گردش میں تھے۔ جسم بخار کی وجہ ٹوٹ رہا تھا اور سر میں گویا کوئی ہتھوڑا مار رہا تھا۔ اوپر سے

اسے دو دن سے فلو کی بھی شکایت تھی۔ گرد آلود آندھی کی وجہ سے باہر فضا میں اب بھی مٹی اور ریت کے ذرے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے چاروں طرف پھیلے درختوں کے پتوں اور بوگن ویلیا کے کاسنی پھولوں کو بڑی بیزاری سے دیکھا۔ کچھ لمحے سوچنے کے بعد وہ نچلے پورشن کی طرف بڑھی لیکن دروازے میں ہی وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔

کوئی اندر بڑی مہارت اور خوب صورتی کے ساتھ ستار بجا رہا تھا۔ سازوں کے ردھم سے بجانے والے کی مہارت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ چاروں طرف پھیلی خاموشی میں فیض کی غزل کی دھن پوری قوت سے دل و دماغ پر اثر کر رہی تھی۔

مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ
میں نے سمجھا تھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غمِ دہر کا جھگڑا کیا ہے؟
تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

وہ کچھ دیر تو بڑی محویت سے کھڑے ہو کر سنتی رہی لیکن طبیعت کی خرابی نے اسے زیادہ دیر کھڑے ہونے نہیں دیا۔ مجبوراً اس نے دروازے کی ڈور بیل پر ہاتھ رکھا۔ بیل کی آواز کے فوراً بعد ستار بجنا بند ہو گیا تھا ایسے لگا تھا کہ جیسے کوئی طلسم ٹوٹ گیا ہو۔

''السلام علیکم.....!'' اس نے اپنے سامنے کھڑے حیران سے پروفیسر صاحب کو دیکھ کر جھٹ سے سلام کیا۔ ''آئی ایم سوری میں اوپر والے پورشن کی چابیاں گھر میں ہی بھول گئی تھی، کیا میں آپ کے گھر سے ہنی کو کال کر سکتی ہوں۔'' اس نے ٹشو سے اپنی ناک رگڑتے ہوئے فوراً مدعا بیان کیا۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے.....؟'' پروفیسر صاحب اس کی سرخ آنکھیں اور تپتے رخسار دیکھ کر چونکے تھے۔ سیاہ جینز پر سرخ شرٹ پہنے، گلے میں اسکارف ڈالے وہ کہیں سے بھی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ حالانکہ بخار نے اس کی دلکشی کو اور بڑھا دیا تھا۔

''نہیں مجھے بخار ہے اور طبیعت ٹھیک نہیں۔ آپ کے پاس اگر اوپر والے پورشن کی ایکسٹرا چابیاں ہوں تو پلیز مجھے دے دیں۔'' وہ بہ مشکل کھڑی تھی۔

''اٹس او کے، میں چیک کرتا ہوں، آپ پلیز اندر آ جائیں، یوں کھڑے رہنا ٹھیک نہیں۔'' انہوں نے سائڈ پہ ہو کر اسے راستہ دیا جو کچھ تذبذب کا شکار لگ رہی تھی۔

''ڈونٹ وری، آپ اندر آ جائیں، آج کل فضلو کی والدہ بھی گاؤں سے آئی ہوئی ہیں، وہ کچن میں ہیں.....'' پروفیسر صاحب کا انداز بہت سادہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ ایک دم شرمندہ ہو گئی تھی۔ انہوں نے اس کی ہچکچاہٹ کو بھانپ کر ہی شاید یہ وضاحت دی تھی۔ وہ فوراً اندر آ گئی تھی اور سامنے ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھی تھی۔ اس کے ہر انداز سے نقاہت اور کمزوری عیاں تھی۔ وہ اسے بٹھا کر خود فوراً اندر اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئے تھے۔ شرزمہ نے صوفے کے پاس رکھے ستار کو بڑے اشتیاق سے دیکھا۔

''بیٹا طبیعت ٹھیک ہے آپ کی.....؟'' ایک بوڑھی سی خاتون سامنے امریکن طرز کے کچن میں سبزیوں کے ساتھ الجھی ہوئی تھیں اسے دیکھ کر لپک کر آ گئیں۔

''بس آنٹی جسم کچھ گرم سا ہو رہا ہے اور سردی لگ رہی ہے.....'' اس کی بات اندر آتے آفاق صاحب نے بہت دھیان سے سنی۔

''بوا آپ شرزمہ کو گیسٹ روم میں لے جائیں.....'' انہوں نے فوراً ہدایت جاری کی تو اس نے حیرت سے انہیں دیکھا جو بتا رہے تھے۔ ''سوری شرزمہ، کوئی بھی ایکسٹرا کیز (keys) نہیں ہیں،

اگر ہیں بھی تو اسود کو پتا ہوگا۔ میں نے ابھی ہانیہ کو کال کی ہے وہ اسود کے ساتھ کسی بزنس میٹنگ میں مصروف ہیں اور ان کو آنے میں ڈیڑھ دو گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ اب مجبوری ہے آپ کو یہیں قیام کرنا ہوگا.....'' انہوں نے اس کے بخار کی حدت سے تپتے چہرے سے نظریں ہٹا کر بہ مشکل بتایا۔

''اوہ نو.....!'' اسے یہ بات سن کر سخت مایوسی ہوئی۔ سر کا درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

''بوا، آپ گیسٹ روم میں فضلو سے کہہ کر کمبل رکھوا دیں اور شرزمہ کے لیے کوئی سوپ وغیرہ بنائیں۔''

''نہیں، پروفیسر صاحب میں یہیں ٹی وی لاؤنج میں ٹھیک ہوں.....'' اس نے عجلت میں ان کی بات کاٹ کر کہا تھا۔ وہ ہلکا سا چونکے اور سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''اصل میں میری طبیعت عجیب سی ہو رہی ہے اور وہاں اکیلے، میں ڈسٹرب رہوں گی، یہاں کم از کم .....سامنے کچن میں بوا تو ہوں گی ناں.....'' اس نے بوکھلا کر وضاحت دی اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ اس کے لیے بیٹھنا سخت دشوار ہو رہا تھا۔ اوپر سے وہ گیسٹ روم میں اکیلے کسی صورت بھی نہیں لیٹنا چاہتی تھی اس لیے دو ٹوک انداز میں انکار کر دیا تھا۔ اگلے بندے کو بھی شاید اس سے اسی بات کی توقع تھی اس لیے اس نے کوئی بحث نہیں کی۔

''یہ بھی ٹھیک ہے، چلیں فضل دین آپ اسٹور سے ایک کمبل یہیں لا دیں.....اور بوا سوپ بعد میں بنائیے گا، پہلے ایک کپ چائے بنا دیں شرزمہ کو.....'' انہوں نے ایک دفعہ پھر ہدایات جاری کیں اور اس دفعہ وہ بالکل خاموش رہی۔ اسے ہانیہ پر سخت غصہ آ رہا تھا جو اس کی خرابیِ طبیعت کا سن کر بھی اپنی میٹنگ جاری رکھے ہوئے تھیں۔

''یہ میڈیسن بھی ساتھ لیں اور خاموشی سے اچھے بچوں کی طرح یہ چائے کے ساتھ بوا... بھی لیں.....'' پندرہ بیس منٹ بعد ان کی... آواز پر اس نے بہ مشکل آنکھیں کھولیں... اوڑھے کشن سر کے نیچے رکھے پتا نہیں کب غنودگی کا شکار ہوئی۔ اس نے سرخ، متورم آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑے مہربان سے شخص کو دیکھا جن کے انگ انگ سے فکرمندی جھلک رہی تھی... انہوں نے کچھ فاصلے پر بوا کو بھی وہیں بٹھا دیا تھا۔ بوا کی مدد سے اس نے اٹھ کر میڈیسن لی اور بسکٹس اور بوائلڈ ایگ کے ساتھ چائے پی کر اسے کچھ توانائی کا احساس ہوا تھا۔

اس نے اب غور سے اپنے سامنے صوفے پر بیٹھے کتاب پڑھتے پروفیسر صاحب کو دیکھا جن کا ڈریسنگ سینس کمال کا تھا۔ ان کے لباس، گفتگو، مزاج میں ایک محسوس کی جانے والی نفاست تھی۔ ان کی شخصیت میں خوداعتمادی کے ساتھ ساتھ بڑی بے ساختہ سی بے نیازی جھلکتی تھی۔ ان تمام چیزوں کے امتزاج نے ان کی شخصیت کو ایک خاص قسم کا وقار بخشا تھا۔ اسے پہلی دفعہ ہانیہ کی بات کا یقین آیا تھا وہ اپنے ہی نہیں ان سے متاثر ہوئی تھی۔

''کیا ہوا شرزمہ؟ اتنے غور سے کیا دیکھ رہی ہیں.....؟'' انہوں نے بڑے شائستہ انداز میں زیرِ لب مسکرا کر کہا تھا لیکن اس پر تو گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔

''آئی ایم سوری، میں وال کلاک پر ٹائم دیکھ رہی تھی کہ ہنی کب تک آئیں گی.....'' اس نے بوکھلا کر پھر ایک اور غلط بات کر دی تھی۔

''دیکھیں شرزمہ، زندگی میں ایک اصول بنا لیں اور اسے ذہن نشین کر لیں کہ جن لوگوں کو جھوٹ بولنا نہ آتا ہو، انہیں ایسی کوئی کوشش کرنی بھی نہیں چاہیے، اب سامنے ہر کوئی میرے جیسا بامروت بندہ تو نہیں ہو سکتا ناں جو فوراً منہ پھاڑ کر کہہ دے کہ وال کلاک میری پچھلی سائڈ کی دیوار پر نہیں، آپ کی بیک سائڈ پر لگا ہوا ہے۔'' وہ کچھ شرمندہ انداز میں ہنس دی۔

''خیر اب آپ ایسے بھی کوئی بامروت نہیں، بتا خود کو بنا کر پیش کر رہے ہیں.....'' اس کی طبیعت اب تھوڑے سے کچھ سنبھل گئی تھی اس لیے اس نے بھی ترکی بہ ترکی کہا تھا۔

''آپ تو بہت ظالم لڑکی ہیں، پچھلے چالیس منٹ سے میں صوفے پر ایک ہی پوزیشن پر بیٹھا ہوں.....اور صرف اس لیے اٹھ کر نہیں جا رہا کہ کہیں آپ کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو جائے لیکن آپ نے تو شاید دل رکھنے کا کوئی ہنر سیکھا ہی نہیں۔'' ان کے شائستہ سے انداز میں ایک ہلکا سا گلہ جھلکا تھا۔

''آئی ایم سوری، میں واقعی مذاق کر رہی تھی، بلیو می.....'' اس نے مدھم آواز میں صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

''آپ تو مذاق بھی اتنے جان لیوا سنجیدہ انداز سے کرتی ہیں کہ بندہ بوکھلا کر رہ جاتا ہے۔'' وہ ہلکا سا مسکرائے۔ ''یہ بتائیں کہ اسٹڈی کے علاوہ کیا مشغلے ہیں آپ کے؟''

''کچھ خاص نہیں، بس کتابیں ہی میرا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ وہ ہی میری بیسٹ فرینڈ ہیں۔ انہی کے ساتھ مصروف رہتی ہوں۔'' اس نے ان کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ وہ اس کی بات پر چونکے۔

''اٹس گڈ شرزمہ.....!'' انہوں نے توصیفی لہجے میں کہا۔ ''ویسے کس قسم کی کتابیں آپ کو پسند ہیں.....؟'' ان کا انداز سرسری سا تھا۔

''ہر طرح کا فکشن مجھے پسند ہے اور اس کے لیے میں نے مختلف زبانیں بھی سیکھی ہیں کیونکہ فکشن کو اسی کی زبان میں ہی پڑھنے میں مزہ آتا ہے۔ یہ ترجمے تو تحریر کا سارا حسن غارت کر دیتے ہیں۔'' اس نے پہلی دفعہ تفصیل سے جواب دیا تھا۔ کچھ دیر بعد فضلو گرماگرم سوپ لے آیا۔

''اب اچھے بچوں کی طرح آپ کو اسے فوراً ختم کرنا ہے۔'' وہ اسے بالکل بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہے تھے۔ اس کا اندازہ شرزمہ کو ابھی ابھی ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ سے سوپ کا باؤل پکڑتے ہی وہ بری طرح چونکی۔ انہوں نے ایک لمحے میں اس کے چہرے پر پھیلی مایوسی کو پڑھا تھا۔ ''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں، بس تھوڑا سا ڈال دیں، اصل میں مجھے چکن کارن سوپ اچھا نہیں لگتا.....''

''اوہ.....'' اب کہ انہیں جھٹکا لگا۔ ''سوری مجھے پتا نہیں تھا.....'' انہوں نے شرمندگی سے وضاحت دی۔

''اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں، مجھے بتا دینا چاہیے تھا.....'' شرزمہ کی شرمندگی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

''اٹس او کے شرزمہ کیا ہو گیا ہے؟ ہم اور بنوا لیتے ہیں.....'' انہوں نے سنجیدگی سے اس کا خفت زدہ چہرہ دیکھا۔ وہ بالکل ایک چھوٹی سی بچی کی طرح جھینپی ہوئی لگ رہی تھی۔

''نہیں نہیں، آپ بس مجھے بغیر شوگر کے ایک اچھی سی چائے بنوا دیں.....'' اس نے اپنی خفت کو کم کرنے کے لیے فوراً فرمائش کی۔

''بغیر شوگر کے کیوں.....؟'' وہ بری طرح سے چونکے۔

''مجھے چائے میں چینی اچھی نہیں لگتی، ہاں میٹھا میں شوق سے کھاتی ہوں.....'' شرزمہ کی بات پر انہیں ایک دفعہ پھر جھٹکا لگا۔ وہ سخت حیرت، بے یقینی اور تعجب سے اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے جس کی آنکھوں میں روشنیوں کے سوتے سے پھوٹ رہے تھے۔ ان کی نظروں کے ارتکاز اور مسلسل خاموشی سے اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔

”کیا ہوا پروفیسر صاحب......؟“ اس کے منہ سے بے اختیار پھسلا تھا۔ اس کی بات پر وہ تھوڑا سا سنبھلے اور سانسوں کے ارتعاش پر قابو پاتے ہوئے قدرے سکون سے گویا ہوئے۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ زندگی سے بڑھ کر حیران کن اور عجیب عجوبہ بھی کوئی اور ہوسکتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو لوگ مٹی کا ڈھیر بن جائیں، ان کی عادتیں چلتے پھرتے لوگوں میں جھلکنے لگیں اور اس قدر جھلکیں کہ اسی شخص کا گمان ہونے لگے۔“ ان کا دماغ ماؤف ہوا اور بے شمار سوچوں اور خیالات نے ذہن میں ایک بھونچال سا برپا کردیا۔ وہ سخت انتشار کا شکار لگ رہے تھے۔ شرزمہ نے انہیں تھکن بھرے انداز سے اٹھتے دیکھا۔

”آئی ایم سوری شرزمہ میری طبیعت کچھ بہتر نہیں، میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکوں گا، میں بوا کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔“ اپنی بات کہہ کر وہ رکے نہیں اور ہوا کے جھونکے کی طرح فوراً کمرے سے نکل گئے جبکہ وہ حیرانی سے انہیں کمرے سے جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔

⌘⌘⌘

”اوہ مائی گاڈ! اٹس امیزنگ، لولی اینڈ ونڈرفل......“ ٹی وی لاؤنج کی سیڑھیوں کے نیچے رکھے خوب صورت پیانو پر ابھی ابھی شرزمہ کی نگاہ پڑی۔ اس کے چہرے پر پھیلے حیرت اور دلچسپی کے رنگ اسود کے لیے بہت انوکھے تھے۔ وہ جونی کے بے پناہ اصرار پر چکن شاشلک اور چکن میٹ بالز کی ڈشز نیچے دینے آئی تھی، پیانو پر نظر پڑتے ہی فوراً ٹرے ڈائننگ ٹیبل پر رکھی اور لپک کر پیانو کے پاس پہنچی۔

”یہ کس کا ہے......؟“ وہ اب گھوم گھوم کر اس کا انتہائی پُرشوق انداز سے جائزہ لینے میں مگن تھی جبکہ وہ اتنی ہی محویت سے اس کے چہرے پر پھیلنے والی فطری خوشی کا عکس پہلی دفعہ دیکھ رہا تھا۔

”یہ پروفیسر صاحب کا ہے، ایسے مہنگے ... ہی افورڈ کرسکتے ہیں بابا......“ وہ ایپرن باندھے ... سے نکلا اور بے خیالی میں سالن والا چمچ بھی ہاتھ ... اٹھالایا۔

”یہ حقیقت میں بہت فنٹاسٹک ہے۔ کیا ... اسے چلا کر دیکھ لوں......؟“ اس کی آنکھوں میں ... قدر التجا اور معصومیت تھی کہ اسود کے لیے ... چہرے سے نظر ہٹانا انتہائی مشکل کام تھا جو اس ... مشکل سے ہی انجام دیا۔

”آف کورس......!“ وہ سنبھل کر گویا ہوا۔ ... پیانو کے سامنے رکھے اسٹول پر بیٹھی تو اسود کو چولہے ... رکھے چاولوں کا خیال آیا تو اس کا دماغ بھک کر کے ... گیا۔ وہ آج صبح سے ایگ فرائیڈ رائس بنانے کے ... میں بے حال تھا۔ اس نے فوراً جا کر ابلے چاول ... چھلنی میں ڈال کر ٹھنڈے پانی کے نیچے رکھا۔

وہ بہت مہارت اور تیزی کے ساتھ پیانو ... پر کسی فرانسیسی سونگ کی دھن بجا رہی تھی۔ ... انگلیوں کی جنبش اور روانی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ... کام وہ پہلی دفعہ نہیں کر رہی۔ کمرے میں دھیمے ... میں بجتے میوزک کی آواز سن کر اندر آتے پروفیسر آفاق ٹھٹکے۔ شرزمہ کی پشت ان کی جانب تھی اس کی کمر پر کسی آبشار کی طرح گرتے سلکی بالوں کو انہوں نے بڑی توصیفی نظروں سے دیکھا تھا۔ اپنی ... والے واقعے کے بعد وہ بلا جھجک کبھی کبھار ... لگی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج کے بالکل درمیان ... کھڑے تھے کہ اچانک اسود کی نظر ان پر پڑی۔ ان ... کے ہاتھ میں پکڑا انڈا اچھل کر دیگچی میں گرا۔ اس ... اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ اسے ... تھا کہ وہ اس پیانو کے بارے میں کتنے حساس ہیں۔

”آپ کی متحرک انگلیوں کی حرکت بتا رہی ہے کہ آپ نے باقاعدہ پیانو چلانے کی تربیت لے رکھی ...

ہے......“ وہ اس کے سر پر پہنچ کر اچانک بولے تھے۔ ان کی آواز پر وہ بری طرح چونکی اور اس کی انگلیاں اسی پوزیشن میں ساکت ہوگئیں۔

”اوہ......! آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا......“ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر کھلکھلا کر ہنسی۔ کمرے میں موجود دونوں نفوس کو لگا جیسے کسی مندر میں بہت سی سُریلی گھنٹیاں ایک ساتھ بج اٹھی ہوں جبکہ اس کے دانت موتیوں کی لڑی کی صورت ان کے سامنے تھے۔ ان دونوں نے ہی اتفاق سے اس کی ہنسی کا جھرنا پہلی دفعہ سنا اور دیکھا تھا۔

”مجھے میوزک سے عشق ہے اور پیانو اور ستار میرے پسندیدہ انسٹرومنٹس ہیں۔ پاپا نے مجھے ایک بہت خوب صورت پیانو جرمنی سے منگوا کردیا تھا جو ہمارے بارسلونا والے گھر میں اب بھی موجود ہے۔ میں نے اپنے اسکول میں اس کی باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی۔“ وہ بڑے دلکش انداز سے مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

”اوہ اٹس ریئلی نائس......!“ پروفیسر صاحب بھی کھل کر مسکرائے اور انہیں مسکراتا دیکھ کر اسود کے سینے میں اٹکی سانس بحال ہوئی۔

”اوہ...... مجھے یاد آیا کہ اسود نے بتایا تھا کہ یہ پیانو آپ کا ہے، سوری میں نے آپ کی اجازت کے بغیر اسے استعمال کرلیا، اصل میں، میں، بہت ایکسائٹڈ ہوگئی تھی۔“ اسے اچانک یاد آیا تو فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی اس وضاحت سے اسود کے چہرے کے پھیکے رنگوں میں بڑی سرعت سے تبدیلی آئی۔

”کم آن شرزمہ...... کیا ہوگیا ہے آپ کو......؟ اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں، آپ کا جب دل چاہے، آپ اسے استعمال کرسکتی ہیں۔“ پروفیسر صاحب کی اس حیرت انگیز بات پر اسود کے ہاتھ سے چمچ گرتے گرتے بچا۔ اس نے بہت غور سے گرے شرٹ پر میرون ٹائی لگائے بڑی جان لیوا مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے پروفیسر صاحب کو دیکھا تھا۔ اس کے لیے یہ بات اور ان کی مسکراہٹ دونوں ہی حیران کن چیزیں تھیں۔

”اوہ...... ریئلی، اٹس امیزنگ......!“ اس کی دلکش مسکراہٹ میں ممنونیت کے رنگ بھی شامل ہوئے تھے جبکہ پروفیسر صاحب اپنی بات مکمل کر کے رکے نہیں تھے اور اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گئے۔

”یہ اس صدی کی انتہائی حیران کن خبر ہے شرزمہ۔“ اسود کی بات پر اس نے چونک کر اپنے سامنے ایپرن باندھے اسود کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر حیرت، تعجب اور بے یقینی کے سارے ہی رنگ موجود تھے۔

”کون سی خبر......؟“ وہ چونکی۔

”یہی کہ پروفیسر صاحب نے اپنے پیانو کو نہ صرف ہاتھ لگانے بلکہ استعمال کرنے کی بھی اجازت دے دی......“ وہ ابھی تک تحیر کے عالم میں مسلسل اپنا سر نفی میں ہلا رہا تھا۔

”کیا مطلب......؟“ اس نے اپنی چھوٹی سی تیکھی ناک چڑھا کر اسے دیکھا۔

”بھئی اس معاملے میں وہ بہت بے مروت اور ظالم واقع ہوئے ہیں۔ مجال ہے کہ اس پیانو کو ایک انگلی لگانے کی بھی اجازت دے دیں۔ میرا چھوٹا بھائی پچھلے سال پاکستان آیا ہوا تھا اور اس نے پروفیسر صاحب کی اجازت کے بغیر اس پیانو کو استعمال کرلیا۔ مت پوچھیں کیسا سونامی جیسا طوفان آیا تھا۔ وہ بے چارہ تو اتنا ڈر گیا کہ دوبارہ پاکستان میں بھی قدم نہیں رکھا۔“ اسود کی بات پر شرزمہ کو بالکل بھی یقین نہیں آیا تھا۔

”یہ کیسے ہوسکتا ہے......؟“

”محترمہ یہ ہوچکا ہے۔“ اس کی بڑبڑاہٹ پر اسود نے فوراً کہا۔

''میرے خیال میں اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے......'' شرزمہ نے کندھے اچکا کر تعجب کا گہرا اظہار کیا تو اسود مسکرا دیا۔

''بس وہ اپنی کچھ چیزوں کے معاملے میں بہت حساس اور شدت پسند ہیں اور انہیں کسی کے ساتھ بھی شیئر کرنا پسند نہیں کرتے......'' اسود باتیں کرتا کرتا اب کچن کی طرف آگیا۔ پورے کمرے میں دم کیے چاولوں کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ وہ اب اپنا ایپرن اتار رہا تھا۔

''مجھے ہرگز بھی اندازہ نہیں تھا کہ پروفیسر صاحب کو اپنی چیزوں کا استعمال کیے جانا پسند نہیں، ورنہ میں ہرگز اسے ہاتھ نہ لگاتی۔'' شرزمہ کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''اوہو......! اس میں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں، انہیں اگر برا لگتا تو فوراً ہی آپ کو منع کر دیتے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ صاف گو واقع ہوئے ہیں......'' اسود نے اسے تسلی دیتے ہوئے اس کا پریشان چہرہ غور سے دیکھا وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی لیکن اس کے چہرے پر پھیلی شرمندگی اسود کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

''ایک بات کہوں......؟'' اسود کے چہرے پر تذبذب تھا جو شرزمہ کو فوراً محسوس ہوا۔

''جی...... ضرور۔'' وہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

''آپ پروفیسر صاحب کی تمام چیزیں بے دھڑک استعمال کر سکتی ہیں۔ آپ کو وہ کافی مارجن دے سکتے ہیں کیونکہ......'' اس کی ادھوری بات میں چھپے ہزاروں معنی وہ سمجھنے سے قاصر تھی اس نے اسی لیے الجھ کر اسود کو دیکھا جو خاصی سنجیدگی سے دیگچی کا ڈھکن اٹھا کر چاولوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

''وہ مجھے کیوں مارجن دیں گے بھلا؟'' اس کے انداز میں ہلکی سی الجھن بھری خفگی جھلکی۔

''یہ بھی آپ کو بہت جلد پتا چل جائے گا۔'' وہ بڑے پُراسرار انداز سے مسکرایا تو شرزمہ بری طرح جھنجلا گئی۔

''کب پتا چلے گا؟''

''جب پروفیسر صاحب پر قنوطیت کا عظیم دورہ پڑے گا اور عموماً ایسا بہار کے موسم میں ہوتا ہے جب پھولوں کے ساتھ ساتھ ان کے دل کے زخم بھی ہرے ہونے لگتے ہیں۔'' اس کے انداز میں شوخی اور شرارت محسوس کر کے شرزمہ کو ایک دم ہی غصہ آگیا۔ اسے اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں بتائے گا بلکہ اسے الٹا الجھائے گا ہی، اسی سوچ نے اس کے اندر موجود غصے کو ہوا دی۔

''بھاڑ میں جائیں آپ اور آپ کے پروفیسر صاحب......'' وہ ایک دم ہی جل کر بولی تھی۔ اپنی بات کہہ کر وہ واپسی کے لیے مڑی تو اسے سو واٹ کا جھٹکا لگا۔ اس کے بالکل سامنے پروفیسر صاحب کھڑے اسے بہت عجیب سے انداز سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے گھبرا کر پلٹ کر اسود کو دیکھا جس کا فق چہرہ دیگچی سے نکلنے والی بھاپ میں دھندلا دھندلا سا نظر آرہا تھا۔

✠✠✠

''ویسے ایک بات تو آپ لکھ لیں ابراہیم صاحب، آپ کی والدہ محترمہ سے بڑا ڈراما کوئی نہیں ہو سکتا......'' الماس بیگم ایک جھٹکے سے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔ انہوں نے شعلہ فشاں نظروں سے ابراہیم صاحب کو دیکھا۔ جو طبیعت کی خرابی کی وجہ سے آج گھر پر تھے اور لیپ ٹاپ پر کچھ کام نمٹا رہے تھے۔ انہوں نے سامنے کھڑی اپنی بیوی کو دیکھا جو کمر پر ہاتھ رکھے بالکل کسی جھگڑالو خاتون کی طرح انہیں دیکھ رہی تھیں۔

''کیوں، اب کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے اپنے اندر سے اٹھتی ناگواری کی لہر کو بڑی مشکل سے دبا کر تحمل سے پوچھا۔

''میں نے ان سے پوچھا کہ احتشام کس لیے پاکستان آرہا ہے تو سرے سے ہی مکر گئیں کہ انہیں ایسی کوئی اطلاع ہی نہیں، اب بندہ پوچھے کہ لمحے لمحے کی رپورٹنگ ادھر کی اُدھر جاتی ہے اور وہ اگلے بندے کو بے وقوف سمجھتی ہیں جیسے ہماری عقل گھاس چرنے گئی ہوئی ہو......'' ناراضی ان کے انگ انگ سے مترشح تھی۔ انہوں نے ہاتھ میں پکڑا اسیل فون بیڈ پر پھینکا اور خود سامنے صوفہ کم بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

''ساری زندگی ان ماں بیٹیوں نے دوسروں کو ہمیشہ پاگل ہی تو سمجھا ہے، پہلے دو تھیں پھر ان کے ساتھ وہ عطیہ بیگم بھی شامل ہو گئیں۔ شکل سے جتنی معصوم لگتی ہے اندر سے اتنی ہی گھنی اور ایک نمبر کی چاپلوس عورت ہے یہ عطیہ......'' انہیں سبھی سے ہی گلہ تھا۔ ابراہیم صاحب نے اپنے سینے میں دبی سانس کو خارج کیا۔

''اماں کو واقعی شامی کی آمد کی کوئی اطلاع نہیں، شفق آپا نے مجھے بتایا تھا کہ انہوں نے اماں کو سرپرائز دینا ہے اور جہاں تک بات عطیہ کی ہے تو وہ تو آپ کی ہزار باتوں کے جواب میں بھی خاموش رہتی ہیں۔'' انہوں نے بڑے نپے تلے انداز سے انہیں اصل حقیقت بتائی۔

''لو یہ سرپرائز والے ڈرامے بھی خوب رہے، پہلے زندگی میں کم ڈرون حملے ہوئے ہیں جو اب سرپرائز کے نام سے بم پھوڑے جا رہے ہیں۔'' وہ اور زیادہ مشتعل ہوئیں۔

''آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے الماس......؟'' انہوں نے ایک سرد نگاہ اپنی بیگم پر ڈال کر بڑے تحمل سے لیپ ٹاپ بند کیا۔

''مسئلہ میرے ساتھ نہیں، آپ کے خاندان کے ساتھ ہے۔ جس نے پہلے دن سے سوچ رکھا ہے کہ میرا دماغ خراب کرنے والا ہر کام کرنا ہے۔ غضب خدا کا، میں پڑھی لکھی بیسویں گریڈ کی گورنمنٹ ملازم، جس کے ساتھ یہ لوگ درجۂ چہارم کے ملازم جیسا سلوک کرتے ہیں۔'' وہ برچھیں چبا رہی تھیں۔

''انتہائی معذرت کے ساتھ الماس بیگم، آپ کہیں سے بھی بیسویں گریڈ کی آفیسر نہیں لگتیں۔'' ان کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا......؟'' وہ تڑخ کر بولیں۔

''آپ کی حرکات اور اکثر باتیں اخلاقیات کے نچلے درجے سے بھی کم تر ہوتی ہیں۔'' انہوں نے طنزیہ ہنکارا بھر کر الماس بیگم کا لال چہرہ دیکھا۔

''جی بجا فرمایا آپ نے، آپ کے خاندان میں شامل ہونے کے بعد سے مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ اتنے جاہلوں کے درمیان ایک پڑھا لکھا بندہ کیا کرے گا۔'' وہ بھڑک اٹھی تھیں۔

''بعض لوگوں پر ڈگریاں بھی کوئی اثر نہیں ڈالتیں۔ وہ جب بھی گفتگو کرنے کے لیے اپنا منہ کھولتے ہیں، ان کا سارا علم، سرٹیفکیٹ اور ڈگریاں شرمندگی سے منہ چھپا کر ایک طرف ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کے اندر جہالت کی تاریکی کبھی ختم نہیں ہوتی، چاہے وہ ساری زندگی بڑی بڑی جامعات کی شمع کے نیچے ہی کیوں نہ گزار دیں۔'' ابراہیم صاحب کے ضبط کا پیمانہ بری طرح چھلکا تھا۔ ان کے ایسے انداز الماس بیگم نے کب دیکھے تھے۔ وہ تیر کی طرح اٹھیں، غضب ناک نظروں سے سامنے لیپ ٹاپ پر مصروف اپنے مجازی خدا کو دیکھا اور کمرے سے نکلتے ہوئے انہوں نے پوری قوت سے دروازہ بند کیا کہ ایک لمحے کو تو پورے کمرے کی دیواریں ہل گئیں۔

''الماس آپی کیا ہوا......؟'' رومیصہ جو دھڑام سے دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر بوکھلا کر کچن سے نکلی تھیں ان کے ہاتھ آٹے میں لتھڑے ہوئے تھے۔

انہوں نے سخت حیرت سے اپنی بڑی بہن کا غضب ناک چہرہ دیکھا تھا۔ جو فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر پانی گلاس میں انڈیل رہی تھیں۔

’’کچھ نہیں، دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارے ابراہیم بھائی کا، آج کل جو اوپر دربار میں صبح شام حاضری دے رہے ہیں اور تعویذوں سے فیض یاب ہورہے ہیں، ان کا اثر دکھا رہے ہیں۔ لیکن میں بھی الماس بیگم ہوں سارے ڈھیلے پُرزے کس دوں گی ذرا کچھ وقت گزرنے دو......‘‘ وہ اب ایک ہی سانس میں سارا پانی حلق سے اتار گئی تھیں۔ سرخ رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں ان کی سرخ و سفید رنگت سے گویا سرخیاں چھلک رہی تھیں۔ وہ بے انتہا حسین خاتون تھیں۔ رومیصہ نے بہ مشکل اپنی نظریں ان کے صاف شفاف چہرے سے ہٹائی تھیں۔

’’کیوں اپنا دل جلا رہی ہیں دفع کریں اور جہاں تک ابراہیم بھائی کی بات ہے تو آپ کو پتا تو ہے کہ وہ آج کل خود بھی کتنے پریشان ہیں۔ اس لیے ان سے متنازعہ امور پر گفتگو کرنے سے گریز ہی کیا کریں......‘‘ انہوں نے خلوصِ دل سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی جو کافی مہنگی پڑی۔

’’بھاڑ میں جائیں ابراہیم صاحب اور ان کا خاندان، ان کی پروا کرتی ہے میری جوتی، ایک، ایک کا دماغ سیٹ نہ کیا تو میرا نام بدل دینا۔‘‘ منہ پر ہاتھ پھیر کر قسم کھاتیں الماس بیگم کہیں سے بھی کسی کالج کی پرنسپل نہیں لگ رہی تھیں۔ ’’اور تم ان سب کی طرفداریاں کرنا چھوڑ دو، جس طرح سے بھگو بھگو کر انہوں نے تمہارے جوتے مارے ہیں، سارا خاندان جانتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے تمہاری ساری زندگی برباد کردی اس بڑھیا نے۔ اوپر سے تم بھاگ بھاگ کر ان کی خدمتیں کرنے پہنچ جاتی ہو۔ خبردار اگر کسی نے بھی اوپر قدم رکھا، میں ٹانگیں توڑ دوں گی۔‘‘ آخری فقرہ انہوں نے نوریہ کو دیکھ کر کہا تھا جو ریلنگ سے جھانک کر سارے تماشے سے لطف اندوز ہورہی تھی۔

’’کیا ہوا ماما، کیا آج پھر پاپا نے آپ کی ٹیوننگ کردی......؟‘‘ اس نے وہیں کھڑے کھڑے ہی ماں کو چھیڑا۔

’’شٹ اپ نوریہ......! بی ہیو یور سیلف......‘‘ وہ اوپر کو منہ کرکے چیخیں جبکہ ان کے اس انداز پر نوریہ منہ کھول کر بے پروائی سے ہنس رہی تھی۔ رومیصہ نے خوفزدہ نظروں سے اپنی بہن اور بھانجی کو دیکھا تھا جو عادتاً اور شکلاً ایک دوسرے کا پرتو تھیں۔ وہ تو شکر تھا کہ نوریہ نے آگے سے پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

’’فار گاڈ سیک آپی...... کیوں ٹینس ہورہی ہیں آپ، اِدھر آئیں اور سکون سے بیٹھیں......‘‘ رومی خالہ نے انہیں بازو سے پکڑ کر بٹھانا چاہا تو فوراً ہی اپنے آٹے میں لتھڑے ہاتھوں کا خیال آیا تو ڈائننگ روم میں لگے واش بیسن سے ہاتھ دھو کر آئیں۔

’’مجھے علم ہے کہ آپ کو شامی کے آنے کی ٹینشن ہے۔ کیوں اس چیز کو اپنے ذہن پہ سوار کررہی ہیں......‘‘ انہوں نے تولیے سے ہاتھ صاف کرکے بڑی ہمدردی سے بہن کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا جو ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی ہوئی تھیں۔

’’کیوں ٹینشن نہ لوں، مجھے پتا ہے کہ ان کے آنے سے اماں صاحبہ اور ان کی لاڈلی بہو صبح شام پرانے کھاتے کھول کر بیٹھ جایا کریں گی۔‘‘ وہ سخت بدگمان تھیں۔

’’آپی یہ سب آپ کے خود ساختہ مسائل ہیں۔ کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا۔ شفق آپا نے دوبارہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی عطیہ بھابی اور اماں نے کوئی ذکر کیا اور ویسے بھی آپی وہ سب لوگ آپ سے دب کر رہتے ہیں۔ کس میں اتنی

جرأت ہے کہ آپ کو کچھ کہہ سکے۔‘‘ ان کے خوشامدانہ لہجے نے فوری اثر کیا تھا الماس بیگم کے تنے ہوئے اعصاب کچھ ڈھیلے پڑ گئے۔

’’ویسے بھی اگلے ہفتے سے آپ کے کالج میں یونین ویک شروع ہوجائے گا اور آپ تو وہاں بزی ہوجائیں گی جبکہ مجھے انعم کو لے کر لاہور ڈاکٹر کے پاس جانا ہے اور نوریہ کا تو ویسے ہی کالج کا لانگ ٹرپ جارہا ہے۔ کوئی بھی نچلے پورشن میں نہیں ہوگا اور میرا نہیں خیال کہ شامی دس بارہ دن سے زیادہ یہاں ٹکے گا۔‘‘ ان کی بات پر الماس بیگم کی متغیر رنگت بحال ہوئی۔

’’تھینک یو رومی، اس گھر میں مجھے تمہارا ہی تو آسرا ہے۔ تم نہ ہو تو یہ سارے لوگ مل کر مجھے پاگل کردیں۔‘‘ انہوں نے مشکور نظروں سے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا جو اتنی چھوٹی عمر میں بیوگی بڑے پُروقار انداز سے کاٹ رہی تھیں ان کی اٹھارہ سال کی ایک ہی بیٹی تھی جو مختلف قسم کے ذہنی امراض کا شکار تھی اس نے بہ مشکل ایف اے کیا تھا اور وہ سارا سارا دن خود کو کمرے میں بند رکھتی تھی۔ اپنی اکلوتی بیٹی کی یہ حالت رومیصہ کو دن رات اذیت میں رکھتی تھی۔

’’لاہور کیسے جاؤ گی......؟‘‘ انہیں اچانک یاد آیا۔

’’ابراہیم بھائی کی کوئی میٹنگ ہے انہوں نے کہا ہے کہ وہ مجھے صباحت کی طرف چھوڑ دیں گے......‘‘ انہوں نے اپنی خالہ زاد بہن کا بتایا جو لاہور میں مقیم تھیں اور کسی اسپتال میں گائناکالوجسٹ تھیں۔ رومیصہ اپنی بیٹی کے علاج کے سلسلے میں ہمیشہ انہی کے گھر میں قیام کرتی تھیں۔ ان کی بات پر الماس بیگم نے مطمئن ہوکر سر ہلایا۔

ارجمند ولا میں احسان صاحب کے تین بیٹے اور ان کی اولادیں شروع سے اکٹھے رہ رہی تھیں۔ بھائیوں میں سب سے بڑے ابراہیم صاحب جن کی صرف تین بیٹیاں جویریہ، عبیرہ اور نوریہ تھیں۔ ان سے چھوٹے فہیم صاحب کے دو بیٹے احمر اور ارسلان اور سب سے چھوٹے رضا کی ایک بیٹی انعم تھی جبکہ احسان صاحب کی ایک ہی بیٹی شفق تھی جو سب بھائیوں سے بڑی تھیں اور شروع سے امریکا میں اپنے شوہر اور تین بچوں احتشام، فرزام اور حرا کے ساتھ مقیم تھیں۔ حرا کی شادی فہیم صاحب کے بڑے بیٹے احمر کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ارجمند ولا میں ہی رہ رہی تھی جبکہ سب سے بڑے ابراہیم صاحب کی بیگم الماس کی چھوٹی بہن رومیصہ کی شادی ان کے سب سے چھوٹے بھائی رضا کے ساتھ ہوئی تھی جو ایک حادثے میں انتقال کرگئے تھے۔



’’ویسے آپس کی بات ہے ہنی کہ اس قدر خوب صورت اور اسٹائلش سی خاتون کو کیا ابھی تک کسی نے پرپوز نہیں کیا......؟‘‘ اسود کے لہجے میں شرارت، تجسس اور شوخی کا عنصر غالب تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر سلاد کے پھول بناتی شرزمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

سامنے ٹی وی لاؤنج کے کارپٹ پر فلور کشن پر براجمان اسود اور اس کے بالمقابل صوفے سے ٹیک لگائے ہنی نہ جانے کس حساب کتاب میں مگن تھیں۔ ان کا مزاج خاصا خوشگوار تھا۔ وہ دونوں اتوار کی وجہ سے آج گھر میں ہی کوئی پرانے کھاتے کھولے بیٹھے تھے۔

’’اب ایک آدھ بندے نے پرپوز کیا ہو تو بندے کو کچھ یاد بھی رہے، اِدھر تو کافی لمبی فہرست ہے......‘‘ غرور و فخر کی لہریں جتنی سرعت سے ہنی کے چہرے پر پھیلی تھیں اس سے زیادہ رفتار سے ان کے لہجے سے چھلکی تھیں

’’اُف کتنے لوگوں کا قتل عام کرچکی ہیں آپ؟‘‘ وہ مصنوعی صدمے سے بولا تھا۔

’’ڈھیر لگ چکا ہے یار پروانوں کا، کوئی شمار ہی

نہیں......'' ہانیہ کی بے تکلفی شرزمہ کے لیے خاصی کوفت کا باعث بنی۔ اس نے کن انکھیوں سے دونوں کو دیکھا تھا جو بزنس کے معاملات پر بات کرتے کرتے پٹری سے اتر گئے تھے وہ دونوں ہی شوخ اور زندہ دل تھے۔

''کیوں ظلم کرتی ہیں آپ۔ کسی ایک آدھ کو گھاس ڈال ہی دیں اب آپ......؟'' اسود نے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے مفت مشورہ دیا۔ نیوی بلیو شرٹ اور آف وائٹ ٹراؤزر میں اس نے لگتا تھا کہ آج شیو بھی خوب دل لگا کر کی تھی۔

''گھاس ڈال تو دوں لیکن کیا کروں کہ مجھے گدھے اچھے نہیں لگتے......'' وہ خود بھی خاصی غیر سنجیدہ تھیں۔

''پھر میرے جیسا کوئی گھوڑا دیکھ لیں، گھوڑے تو گھاس نہیں کھاتے ناں......'' اس کی شوخی پر ہنی کا قہقہہ شرزمہ کا مزاج برہم کر گیا۔ اسے لڑکوں کے ساتھ اس طرح کی ذو معنی گفتگو سخت ناپسند تھی۔ اسے ہمیشہ سنجیدہ مزاج کے ڈیسنٹ لوگ اچھے لگتے تھے۔

''گھوڑوں کی بھی کافی لمبی لائن ہے، کیا کیا جائے......'' ہنی نے شانِ استغنا سے کندھے اچکائے۔

''ویسے آپس کی بات ہے کہ آپ کو کبھی کسی سے واقعی محبت نہیں ہوئی......؟'' وہ شرارت سے تھوڑا اور جھک آیا۔

''ہوئی تھی......'' ہنی کی بات پر شرزمہ کے ہاتھ میں پکڑا کھیرا گھبراہٹ سے نیچے گرا تھا۔

''واقعی......؟'' وہ خود بھی تعجب کا شکار ہوا۔

''ہاں ناں......'' ہانیہ نے سنجیدگی سے اس کا متحیر انداز دیکھا۔

وہ دونوں اسے اہمیت دیے بغیر ایک دوسرے میں مگن تھے۔ شرزمہ نے ہاتھ میں پکڑی چھری میز پر رکھ کر ہنی کا اداس چہرہ دیکھا۔ ان کے چہرے کے تاثرات بڑی تیزی سے بدلے تھے۔ گفتگو اچانک ہی بغیر سوچے سمجھے ایک عجیب سے موڑ میں داخل ہو گئی تھی۔

''کیا واقعی......؟'' اسود جی بھر کر حیران ہوا۔

''کیوں، میں انسان نہیں ہوں کیا......؟'' عجیب سے انداز میں مسکرائی تھیں ان کے چہرے پر ایک ناقابلِ فہم سا تاثر تھا۔

''کون تھا وہ شخص......؟'' اسود ہنوز سابقہ پوزیشن میں تھا لیکن اب ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا۔

''تھا ایک شخص، جو کسی اور کشتی کا مسافر تھا......'' ہنی کی بات پر شرزمہ کے ساتھ ساتھ اسود کو بھی جھٹکا لگا۔ دونوں نے ہی سر اٹھا کر ان کا حد درجہ سنجیدہ انداز دیکھا۔ وہ کہیں سے بھی مذاق کے موڈ میں نہیں لگ رہی تھیں۔

ان کے چہرے پر ایسی وحشت تھی کہ شرزمہ کے ساتھ اسود کی نگاہ بھی صرف ایک پل کے لیے رک سکی۔ دم گھونٹتی سی خاموشی نے بڑی سرعت سے سارے کمرے کا احاطہ کیا تھا۔ اگلے چند لمحات شرزمہ کے ساتھ ساتھ اسود کے لیے بھی بڑے اعصاب شکن تھے۔ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ شرزمہ نے ایک دفعہ پھر ہنی کا نارسائی کے دھویں میں لپٹا پھیکا اور زرد چہرہ دیکھا تھا۔ باوجود خود پر قابو پانے کے اسے اپنا دل پہلی دفعہ حقیقی معنوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''یہ ہنی کا کون سا روپ ہے جس سے میں کبھی واقف نہیں تھی......'' ایک ہی بات اس کے ذہن و دل پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی جبکہ ہنی کے بالکل سامنے بیٹھا اسود خود بھی تعجب کی انتہا پر تھا۔ اس قدر صاف گوئی کی اسے توقع ہی کہاں تھی۔

''پھر، کیا ہوا ہانیہ......؟'' اسود نے اپنا حلق تر کرتے ہوئے بہ مشکل پوچھا تو وہ جبراً مسکرائیں جبکہ شرزمہ اب ہنی کو چھوڑ کر اسود کے دھواں دھواں چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

(باقی آئندہ)

منی ناول

گمشدہ جنت

صائمہ اکرم



دوسرا حصہ



"پھر کیا ہوا تھی......؟ آپ کی محبت کا کیا بنا؟"
اسود کا چہرہ تو دھواں دھواں تھا ہی مگر اس کے لہجے کا پھیکا پن شرزمہ کے ساتھ ساتھ ہانیہ کو بھی چونکا گیا۔ وہ سخت حیرت سے باری باری اسود اور شرزمہ کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"پھر کیا ہوا ناں؟ بتائیں ناں......؟" اسود بمشکل تھوک نگل کر بولا۔

"پھر یہ ہوا کہ......" ہانیہ سانس لینے کو رکیں

اوران دونوں کی سانس رک سی گئی۔

''پھر پتا ہے کیا ہوا......؟'' انہوں نے پُرجوش انداز میں ان دونوں کے تجسس کو ہوا دی۔

''بتائیں ناں......'' اسود زبردستی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوا۔

''اس کے بعد......'' انہوں نے ایک لمبی سانس لے کر بات ادھوری چھوڑی دونوں کی نگاہیں ان کے چہرے پر مقناطیس کی طرح جمی ہوئی تھیں۔

''اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور باقی خواب ادھورا رہ گیا......'' ہانیہ کا شرارت میں ڈوبا لہجہ اور آنکھوں سے چھلکتی شوخی پر وہ دونوں ہی بھونچکا رہ گئے۔ وہ منہ کھول کر زور زور سے قہقہے لگانے لگیں۔ کچھ دیر کے لیے دونوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب ہوگئی۔

''مائی گاڈ، کتنے بڑے ''ڈفر'' اور ''احمق'' ہو تم لوگ......'' وہ اپنے مرمریں ہاتھوں کو ہونٹوں پر رکھے بے تحاشا ہنس رہی تھیں۔

''بھئی ایسے کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہانیہ مصطفیٰ کو کسی سے محبت ہو اور اگلا بندا اپنے حواسوں میں رہ سکے۔ ہنی کو اگلے بندے کو اپنے عشق کی آگ میں جلانے کا ہنر آتا ہے......'' ان کی آنکھوں میں روشنیوں کے سوتے سے پھوٹ رہے تھے۔ ان دونوں کو ایک ساتھ ہی احساس ہوا کہ وہ انہیں بہت عمدہ طریقے سے بے وقوف بنا چکی ہیں۔ اب وہ استہزائیہ انداز سے ان دونوں کو دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔

''اٹس ناٹ فیئر ہنی..........'' اسود جھٹکے سے اٹھا۔ اس کا چہرہ خجالت کے احساس سے سرخ ہوا۔ اگلے ہی لمحے وہ بڑی سرعت کے ساتھ ان کے ٹی وی لاؤنج سے نکل گیا۔

''اسے کیا ہوا..........؟'' ہنی کو اس قدر شدید ردِعمل کی توقع نہیں تھی تبھی وہ ہکا بکا انداز میں شرزمہ کو دیکھ رہی تھیں جو ان کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔

''ہنی ایسے مذاق بھی کوئی کرتا ہے بھلا......؟'' شیری کی آنکھوں میں بھی کئی شکوے مچلے۔

''کم آن شرزمہ...... کتنے اسٹوپڈ لوگ ہو تم، یہ کوئی مائنڈ کرنے والی بات ہے بھلا......؟'' ہانیہ کی جھنجلاہٹ میں ناگواری کا عنصر نمایاں ہوا۔

''کیا اب کوئی مذاق بھی نہیں کرسکتا۔ کتنے نان سینس ہو تم لوگ......'' انہیں زبردست غصہ آیا۔

''ہنسی مذاق کرنے اور کسی کی دل آزاری کرنے میں تھوڑا سا ہی فرق ہوتا ہے اور بہت سے لوگ اس چھوٹی سی لائن کو بڑی جلدی کراس کر جاتے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔'' وہ بھی خاموشی سے اٹھ کر کچن کی طرف چلی آئی۔

اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا لیکن اسے علم تھا کہ ہانیہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنا وقت ضائع کرنے کی عادی نہیں تبھی ٹھیک دس منٹ بعد اس نے جھانک کر ٹی وی لاؤنج میں دیکھا تو وہ بڑے ذوق شوق سے کوئی انگلش موویی دیکھنے میں مگن تھیں۔ اس کا دل دکھ اور تاسف کے گہرے احساس سے بھر گیا۔ ایک دفعہ پھر اس نے اپنے دل میں ابھرتے اس سوال کو دبایا کہ وہ ایسی کیوں ہیں......؟

ہمیشہ کی طرح اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

☆☆☆

''تمہارے بال بہت خوب صورت ہیں کیا آملہ اور ریٹھا لگاتی ہو......؟'' شولڈر کٹ بالوں والی نازک سی لڑکی نے اس کے ساتھ بینچ پر بیٹھتے ہوئے سخت حیرت سے پوچھا۔ اپنی فائل کو چہرے پر رکھے سستی سے ٹانگیں پھیلائے شرزمہ چونک گئی۔ اس نے ہلکی سی کوفت سے اپنے ساتھ بینچ پر بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو اس کی تنہائی میں مخل ہو چکی تھی حالانکہ اپنی طرف سے اس نے یونیورسٹی کا سب سے سنسان گوشہ ڈھونڈا تھا۔

''مجھ سے کچھ کہا آپ نے......؟'' وہ اب سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''بھئی میں کہہ رہی ہوں کہ تمہارے بال بہت خوبصورت، گھنے اور سلکی ہیں، کون سے ٹوٹکے استعمال کرتی ہو......؟'' شرزمہ کو اس اجنبی لڑکی کی بے تکلفی نے کوفت میں مبتلا کیا۔

''جی ایسا کچھ نہیں کرتی میں......'' اپنی طرف سے اس نے بڑا مختصر جواب دیا۔

''لو کچھ نہ کچھ تو کرتی ہوگی، ورنہ بغیر محنت کے بھلا بالوں میں اتنی چمک کیسے آسکتی ہے......'' اس کا رو کھا لہجہ بھی مدِمقابل کا حوصلہ پست نہیں کرسکا۔ وہ بڑی ستائشی نظروں سے اس کے بھورے بالوں کی پنڈولم کی طرح جھولتی پونی کو دیکھ رہی تھی جسے اس نے آج پھر بے پروائی سے اونچی سی پونی بنا کر ہیر بینڈ میں جکڑ رکھا تھا۔

''میں نے بتایا ناں کہ میں ایسا کچھ نہیں کرتی......'' اس کی شہد رنگ آنکھوں میں جھنجلاہٹ کے رنگ ابھرے۔

''اٹس امیزنگ یار......'' وہ بھی اب ٹانگیں اٹھا کر بڑی فرصت سے بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔ بے تکلفی کا یہ مظاہرہ شرزمہ کو ایک آنکھ نہیں بھایا۔ اس لیے وہ قدرے رخ موڑ کر لاتعلقی سے بیٹھ گئی۔

''ویسے میں اس خوب صورت ''ڈول'' (گڑیا) کا نام پوچھ سکتی ہوں......'' اس لڑکی کی آنکھوں میں شرارت کے سبھی رنگ تھے۔

''شرزمہ حسن......'' اس نے سامنے درخت پر چھلانگیں لگاتی گلہری کو دیکھ کر بے توجہی سے کہا۔

''کیا مطلب ہے شرزمہ کا......؟'' اس نے اشتیاق بھرے انداز سے پوچھا۔

''مجھے علم نہیں، میرے پاپا نے یہ نام رکھا تھا......'' وہ قدرے ناگواری سے بولی۔

''بھئی صبح ضرور پوچھ کر آنا، بہت خوب صورت نام ہے تمہارا، بالکل تمہارے جیسا۔'' اس کے شریر انداز پر شرزمہ کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی اور دل میں کرب کی ایک لہری اٹھی۔

''سوری، میں ان سے نہیں پوچھ سکتی......'' اس کے لہجے میں ایک فطری سا رنج جھلکا۔

''وہ کیوں بھئی......؟'' وہ چونکی۔ ''کیا وہ بھی میری ماما کی طرح ہٹلر جیسا مزاج رکھتے ہیں......'' اس لڑکی کے لبوں پر خاصی لطف لیتی ہوئی مسکان ابھری۔

''نہیں، ان کی ڈیتھ ہو چکی ہے......'' اس کی اطلاع نے اگلے چند لمحوں کے لیے مدِمقابل کا منہ بند کر دیا تھا۔

''اوہ، آئی ایم سوری......'' وہ شرمندگی کے احساس سے مغلوب ہو کر اتنا ہی کہہ سکی۔ شرزمہ اس سے بے نیاز اب بھی آنکھیں بند کیے سستی اور بے پروائی سے بیٹھی رہی۔ جسم میں درد محسوس ہو رہا تھا۔ آج آخری کلاس نہیں ہوئی تھی اور پوائنٹ چلنے میں ابھی کچھ دیر تھی اس لیے وہ اس برگد کے بوڑھے درخت کے نیچے نصب بینچ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔

''مجھے نویرہ ابراہیم کہتے ہیں، میں بی بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں۔'' اس کی خاموشی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس نے اپنے تعارف کا مرحلہ نبٹایا۔ شرزمہ نے محض ہلکا سا سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اس کا بالکل بھی بولنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم مجھے لفٹ نہیں کراؤ گی تو میں تمہاری جان چھوڑ دوں گی......'' اس کے شوخی سے لبریز انداز پر شرزمہ کو جھٹکا لگا۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے بیٹھی نازک سی خوب صورت لڑکی کو دیکھا جو بلیو جینز پر پنک ٹاپ پہنے شرارت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''چلو شرافت سے اٹھو، دونوں کیفے چل کر کافی

کے ساتھ سینڈوچ مزے سے کھاتے ہیں......'' اس کی بے تکلفی نے شرزمہ کو حیرت میں مبتلا کیا۔

''جو لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں' میں ان سے ایسے ہی زبردستی دوستی کر لیتی ہوں......'' وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے دوستانہ انداز میں اپنی انتہائی عجیب عادت بڑے فخر سے بتا رہی تھی۔ شرزمہ اب کوفت بھری جھنجلاہٹ کا شکار ہوئی۔

''میری طبیعت ٹھیک نہیں، اس لیے مجھے کہیں نہیں جانا......'' اس نے دائیں ہاتھ سے اپنی پیشانی مسلی۔

''کیا ہوا......؟'' نوریہ نے فکرمندی سے اس کا ماتھا چھوتے ہوئے کہا۔ ''او مائی گاڈ لڑکی تمہیں تو اچھا خاصا ٹمپریچر ہے، میں سمجھی کہ شاید میری باتوں کی وجہ سے غصے سے سرخ ہو رہی ہو یا پھر بلش آن کا استعمال میری طرح کچھ زیادہ کر لیا ہے۔ فوراً اٹھو، میڈیکل سینٹر چلتے ہیں۔ حد ہو گئی ہے بے پروائی کی۔'' وہ اب اس کا بیگ، فائل اور بازو پکڑے تشویش زدہ انداز میں اسے اٹھا رہی تھی۔

''کیا مصیبت ہے......'' شرزمہ نے یہ جملہ صرف سوچا تھا زبردستی لب بھینچے وہ مجبوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بھلا کوئی مجھ سے زیادہ بھی اپنی ذات کے معاملے میں بے پروا ہو سکتا ہے مگر تم تو مجھ سے بھی چار ہاتھ آگے ہو......'' اس باتونی لڑکی کی باتوں میں خلوص اور فکرمندی جھلک رہی تھی۔ شرزمہ نے بے بس نظروں سے اسے دیکھا۔

''میں بہت ضدی، ہٹ دھرم اور انتہائی ڈھیٹ لڑکی واقع ہوئی ہوں، تم دل ہی دل میں چاہ رہی ہو مجھ سے جان چھڑانے کے جتنے مرضی طریقے سوچ لو، آج تمہاری ایک بھی نہیں چلنے کی۔'' اس نے شرزمہ کے دل میں ابھرتی سوچوں کو بڑی تیزی سے پڑھا۔

''مجھے کچھ دنوں سے ملیریا کی شکایت ہے شاید اسی وجہ سے حرارت محسوس ہو رہی ہے......'' شرزمہ نے بالآخر اس کے سامنے ہتھیار پھینک ہی دیے تھے۔ وہ محترمہ بھی آج ''زبردستی'' اور ''ڈھٹائی'' کے تمام ریکارڈ توڑنے کے چکروں میں تھی۔ اسے میڈیسن دلوا کر اس کے نہ، نہ کرنے کے باوجود اپنے سبز رنگ کی ''رش'' کار میں انتہائی ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ اسے گھر تک چھوڑنے آئی۔

''میں نے آج تمہاری جتنی کیئر کی ہے کل تم مجھے یونیورسٹی کیفے میں قیمے والے سموسے اور ویجی ٹیبل رول کھلاؤ گی، میں ٹھیک گیارہ بجے کیفے پہنچ جاؤں گی۔'' اس کی آخری فرمائش پر وہ ہکا بکا رہ گئی جبکہ وہ اپنی گاڑی کسی میزائل کی طرح نکال کر لے گئی۔

''ان محترمہ کو اگر اتنی مہنگی ماچس کی ڈبی جتنی چھوٹی گاڑی لینی ہی تھی تو گاڑی کا رنگ تو ڈھنگ کا لے لیتیں، اب بندہ پوچھے کہ یہ طوطے جیسا سبز رنگ کتنا واہیات لگتا ہے۔'' اسود جو ہاتھ میں ٹوکری اٹھائے ابھی ابھی باہر نکلا تھا۔ شرزمہ اس کے بے تکلف تبصرے پر مسکرا دی۔

''ہنی آ گئیں......؟'' شرزمہ کے سوال پر وہ ہنسا۔

''خیر سے وہ ''ڈرامے باز'' خاتون پروفیسر صاحب کے ساتھ سیاست پر تبصرہ فرما رہی ہیں ہمارے پورشن میں۔'' اسود نے تھوڑا سا جھک کر راز داری سے کہا۔ ''اندر مینگو آئس کریم کا دور چل رہا ہے آپ بھی فوراً پہنچ جائیں۔''

''آپ کی ہنی سے صلح ہو گئی......؟'' شرزمہ کے منہ سے یک دم پھسلا اگلے ہی لمحے وہ اس کے جاندار قہقہے سے خفت کا شکار ہوئی۔

''صلح ہو گئی ہے۔ اسی لیے یہ ٹوکری لے کر مرکز [illegible] میں کریلے لینے جا رہا ہوں کیونکہ عزت مآب صاحب نے اتنی دھوپ اور گرمی میں مارکیٹ جانے سے صاف انکار کر دیا ہے۔''

''اچھا تو آپ کا آج کریلے گوشت کھانے کا موڈ ہے......'' اس نے دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے ہاتھوں کا چھجا سا بنا کر آنکھوں کے اوپر رکھا۔

''میرا نہیں، لیڈی ڈیانا کا موڈ ہے۔ جناب، ہم تو بس فرمائشیں پوری کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔'' وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔

''یہ ہنی بھی بعض دفعہ حد ہی کر دیتی ہیں......'' وہ ہلکا سا جھنجلائی۔

''آپ ہنی کو اندر جا کر کوس لیجیے گا، باہر بہت گرمی ہے......'' اس کا چہرہ کھلی کتاب تھا۔ اس بات کا شرزمہ کو بھرپور احساس تھا لیکن وہ اس معاملے میں بھی بے بس تھی اسی لیے جھنجلاہٹ کے گہرے احساس کے زیر اثر وہ اندر آئی اور نیچے جانے کے بجائے غصے سے اپنے پورشن کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

☆☆☆

''اس گھر میں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے......'' الماس بیگم نے اندر آتے ہی اے سی کی کولنگ بڑھائی۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے سب لوگوں کا......'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا پرس سامنے صوفے پر اچھالا اور خود بھی بیٹھ گئیں۔

''خیر سے اب کون سی بات آپ کے نازک مزاج پر گراں گزری ہے......!'' اسکواش سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ابراہیم صاحب نے اپنی بیگم کو بڑے غلط موقع پر چھیڑا۔

''یہ سب آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے ورنہ ان ملازموں کی کیا مجال کہ کوئی ہڈ حرامی کا مظاہرہ کر سکے۔'' ان کی آنکھوں سے شرارے نکلے۔

''بیٹا ذرا اے سی اور تیز کر دیں، آپ کی ماما کے دماغ کو گرمی لگ گئی ہے......'' ابراہیم صاحب نے تھوڑے فاصلے پر لیپ ٹاپ میں مصروف نوریہ کو بڑے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔ آج جمعے کی وجہ سے وہ جلدی گھر آ گئے تھے۔

''یہ تو روز کا معمول ہے، پاپا، دفع کریں اب تو ڈائریکٹ فائر بریگیڈ کو فون کھڑکا دیا کریں......''

نوریہ نے ہلکے گلابی رنگ کے بریزے چکن کے سوٹ میں انار کی طرح سرخ ہوتی ہوئی اپنی ماما کو دیکھ کر شرارتاً کہا۔

''بی ہیو یور سیلف نوریہ............'' ان کے لہجے میں برہمی جھلکی تو اس کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہو گیا۔ باپ کی موجودگی کا لحاظ کر کے وہ دانستہ خاموش رہی۔

''پورے پندرہ منٹ مجھے گیٹ پر کھڑے رہنا پڑا۔ وہ چوکیدار کا بچہ اوپر حاضری لگوانے گیا ہوا تھا' ہزار دفعہ اسے سمجھایا ہے کہ گیٹ خالی چھوڑ کر مت جایا کرو مگر ان جاہلوں کو ایک دفعہ کی کہی ہوئی بات سمجھ تھوڑی آتی ہے......'' ان کا توہین آمیز انداز ابراہیم کے ساتھ نوریہ کو بھی سخت ناگوار گزرا لیکن انہوں نے تبصرہ کرنے سے پرہیز کیا۔

''اُف، اندر باہر ہر جگہ آگ برس رہی ہے۔ پتا نہیں یہ گرمی کا عذاب کب ختم ہو گا۔'' انہوں نے ریموٹ کنٹرول سے اے سی مزید تیز کیا۔

''کیا ہے ماما......؟ کمرے کو برف کا کارخانہ بنائیں گی......؟'' نوریہ نے ناک چڑھا کر مسز الماس کو دیکھا جو پانی کا دوسرا گلاس ایک ہی سانس میں پی گئی تھیں۔

''آپ کو کوئی پرابلم ہے تو اپنے روم میں چلی جائیں......'' انہوں نے زور سے گلاس سائڈ میز پر رکھا تھوڑا سا پانی چھلک کر میز کی شفاف سطح پر پھیل گیا۔

''میں پوچھتا ہوں عبدالرشید سے کہ وہ گیٹ کو چھوڑ کو کیوں دائیں بائیں نکل جاتا ہے......'' ابراہیم صاحب نے بیگم کا پارہ نیچے لانے کے لیے یونہی کہا۔

''وہ دائیں بائیں نہیں آج کل ڈائریکٹ ''اوپر'' کے پھیرے لگا رہا ہے۔ پتا نہیں آپ کی والدہ محترمہ نواسے کی آمد پر کون سا ریڈ کارپٹ بچھوانا چاہ رہی ہیں۔ سارے گھر کے ملازموں کی دوڑیں

لگوا رکھی ہیں......‘‘ الماس بیگم کی برہمی عروج پر تھی۔

’’ماضی میں کبھی ایسے ’’ریڈ کارپٹ‘‘ آپ بھی بچھوایا کرتی تھیں ماما......‘‘ نورہ کے منہ سے پھسلا۔

’’تمہیں ہزار دفعہ کہا ہے کہ اپنی زبان پر کنٹرول رکھا کرو، ورنہ کسی دن ایسا علاج کروں گی کہ بولنا ہی بھول جاؤ گی......‘‘ اُن کا لہجہ غضب ناک ہوا، ابراہیم صاحب نے بھی تنبیہی نظروں سے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کو دیکھا جو مزاج میں اپنی ماں کا پرتو تھی۔

’’نورہ، تمیز سے بات کیا کریں اپنی ماما سے، اٹھیں اور کچن میں جا کر صفیہ بی بی سے کہہ کر لنچ کی ٹیبل سیٹ کروائیں۔‘‘ باپ کے سامنے بولنے کی جرأت وہ بہت کم کرتی تھی اس لیے مجبوراً اسے اٹھنا ہی پڑا۔

’’میں کہتی ہوں عمیرہ کے ساتھ ساتھ اسے بھی رخصت کریں، بہت پرپرزے نکالنے لگی ہے، اوپر سے آپ نے اس کی فرمائشیں پوری کر کر کے دماغ خراب کر رکھا ہے......‘‘ الماس بیگم کے تلخ لہجے پر اس نے غصے سے مڑ کر انہیں دیکھا لیکن پاپا کی موجودگی کی وجہ سے مصلحتاً خاموش رہی۔

’’ابھی بی اے کا فرسٹ سمسٹر ہے اس کا اور ایسے میں اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں۔‘‘ ابراہیم صاحب کی قوتِ برداشت پر کبھی کبھی الماس بیگم کو رشک آتا تھا اب بھی وہ سخت حیرت سے اپنے مجازی خدا کا چہرہ دیکھ رہی تھیں جو انتہائی پُر سکون انداز میں ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ ان کی بات پر نورہ نے سکون کی سانس لی۔

’’اس نے ایکسیڈنٹ کر کے اچھی اچھی خاصی آلٹو کا ستیاناس کر دیا اور آپ نے اگلے ہی دن نئی گاڑی لا کر پورچ میں کھڑی کر دی، ایسے میں لاڈلی بیٹی کا دماغ ساتویں آسمان پر ہی پہنچے گا۔‘‘ الماس بیگم کو بڑے موقع پر ابراہیم صاحب کی ایک اور کوتاہی یاد آئی کچھ ان دنوں وہ ویسے ہی نورہ سے سخت تپی ہوئی تھیں۔

’’آپ بھی کیا بچوں کی طرح ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتی ہیں، میں نے اس سے وعدہ کر رکھا تھا کہ جب وہ یونیورسٹی جائے گی تو اسے نئی گاڑی لے کر دوں گا۔‘‘ انہوں نے ہلکی سی جھنجلاہٹ کے ساتھ چینل تبدیل کیا۔

’’ہاں، پہلے بڑی کا بھی ایسے ہی دماغ خراب کیا تھا آپ نے......‘‘ ان کے تلخ لہجے پر ابراہیم صاحب نے بہ مشکل خود پر ضبط کیا اور ہاتھ میں پکڑے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی بند کرتے ہوئے انہوں نے بے اختیار سوچا کہ کاش کوئی ایسا ریموٹ کنٹرول بھی ایجاد ہو جاتا جس سے بیوی کی زبان کو بند کیا جا سکتا۔

’’نورہ، کھانا لگنے میں کتنی دیر ہے......؟‘‘ وہ ڈائننگ روم کی طرف منہ کر کے اونچی آواز میں بولے۔

’’بھائی جان کھانا لگ گیا ہے، کھانا کھا کر آپ اماں سے مل آئیے گا، انہیں آپ سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔‘‘ رومیصہ بڑی عجلت میں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئیں۔

’’تم نے یہ اوپر کی ’’پیغام رسانی‘‘ کب سے شروع کر دی ہے۔ اب ان سے نوالہ توڑنا بھی دشوار ہو جائے گا۔‘‘ الماس بیگم کو اپنی چھوٹی بہن پر ایک دم ہی غصہ آیا ان کے طنزیہ انداز پر انہوں نے بیزاری سے پہلو بدلا۔

’’میرا خیال ہے کہ میں کھانا بھی اوپر ہی کھا لیتا ہوں، ورنہ یہاں تو تلخ لفظوں کی بمباری ہی سننے کو ملے گی......‘‘ وہ ایک جھٹکے سے اٹھے اور اوپر کی طرف بڑھ گئے۔ رومیصہ نے خوفزدہ نظروں سے اپنی بہن کو دیکھا۔

’’لو آ گیا سکون اب تمہیں بھی......‘‘ ان کے طنزیہ انداز پر رومیصہ تھوڑا سا خائف ہوئیں انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب سارا نزلہ انہی پر گرے گا۔

’’روحی خالہ، اوپر انعم نے شور مچا رکھا ہے۔ اسے بھوک لگی ہوئی ہے پلیز اسے کھانا دے آئیں ورنہ وہ چیزیں توڑنا شروع کر دے گی......‘‘ نورہ کی بات پر وہ چونکیں، سر اٹھا کر اپنی بھانجی کو دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں اس منظر سے غائب ہونے کا اشارہ کر رہی تھی۔ اس نے ان کے پارے کو اوپر چڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اسے اندازہ تھا کہ وہ اب سارا غصہ اپنی چھوٹی بہن پر نکالیں گی جو ’’اوپر‘‘ والوں کا پیغام ’’نیچے‘‘ پہنچانے کی غلطی کر چکی تھیں۔

’’ہاں، میں دیکھتی ہوں.........‘‘ وہ عجلت بھرے انداز میں کمرے سے نکلیں۔ انہیں معلوم تھا کہ نورہ نے محض انہیں بچانے کے لیے جھوٹ بولا ہے ورنہ انعم کو تو وہ کھانا کھلا کے اور سوتا ہوا چھوڑ آئی ہیں۔ انہیں دل ہی دل میں اپنی اس منہ پھٹ سی بھانجی پر پیار آیا جو دل کی بہت اچھی تھی۔ الماس بیگم اب اپنا سارا غصہ صفیہ بی بی پر نکال رہی تھیں جنہوں نے قیمہ بھری بھنڈیاں بنائی تھیں۔ حالانکہ صبح کالج جاتے ہوئے وہ یہ مینیو خود بتا کر گئی تھیں لیکن ان کے اشتعال بھرے انداز پر کون انہیں یہ یاد دلانے کی غلطی کرتا۔ نورہ بھی اپنے باپ کے پیچھے ہی اوپر کی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

’’اوہ پوتی لڑکی...... ذرا نیچے جا کر دیکھو کہ انکی محنت سے لان میں جشنِ بہاراں آ چکا ہے......‘‘ مٹی سے بھرے ہاتھوں کے ساتھ اوپر آئی تھیں اور آتے ہی بڑے جوش کے ساتھ شرزمہ کو اطلاع دی۔ جو کارپٹ پر کتابوں کا ڈھیر پھیلائے مطالعے میں مصروف تھی۔

’’کیا مطلب......؟‘‘ اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا جن کے بال بھی گرد سے اٹے ہوئے تھے۔

’’ابھی مجھے پروفیسر صاحب نے چیلنج کیا تھا کہ

عید کا چاند

اب کے پھر عید کا دن آن پہنچا
نیلے آکاش پہ نکلا ہے ابھی عید کا چاند
بخت والوں کے لیے عید کا سندیس لیے
بجھتی آنکھوں کے لیے عید کا سندیس لیے
سارے چہروں سے تھکن دور ہو جاتی ہے
ہجر والوں کی چبھن دور ہو جاتی ہے
چاند نکلا ہے شبِ وصل کا سندیس لیے
کہکشاں بخت مسافر کے پلٹنے کی نوید
ہر کرن ہاتھ میں تھامے آئی
چاند نکلا ہے مگر حسرت سے
چاند کی سمت میری آنکھیں تکے جاتی ہیں
چاند آکاش سے تکتا ہے مگر آنکھ چرا لیتا ہے
میری آنکھوں کی نمی سوالوں کی چبھن
اس سے دیکھی نہیں جاتی شاید
میری گویائی میرا ساتھ نہیں دے پاتی
کہ میں اس سے تیری بابت پوچھوں
اس سے پوچھوں کہ تبا میرے مقدر کے نجوم
کن اندھیروں میں ہوئے ٹوٹ کے ریزہ ریزہ
چاند آنکھوں کو چرا کر مجھ سے
نہ جانے کیوں ٹال رہا ہے یہ سوال
کیا میرے بخت میں اب کے بھی نہیں
عید کا لمحہ...... وصال
کیا پلٹ کر نہیں آئے گا وہ جانے والا
کیا میری عید فقط اب کے بھی
اک اور نیا دن ہو گی
دن بھی ایسا جو قیامت سا گزرتا ہے سدا
درد کے رنگ میری آنکھوں میں بھرتا ہے سدا
بے کلی، درد، سلگتی یادیں
درد کو اور جگا دیتی ہیں
کرب کو اور بڑھا دیتی ہیں
میری بے رنگ ہتھیلی پہ دعا کی تتلی
آخری سانس کی حد پر پہنچی
میری امید کے سارے جگنو
بجھتی آنکھوں میں بجھے جاتے ہیں
ہونٹ ہنسنے کے ہنر سے عاری
دل دھڑکنے کی روایت سے جدا
آنکھوں سے خواب رنگ
مر گئے حرف دعا
ٹوٹتی سانسوں کے ہونٹوں پر
فقط سرد سی آہ......!

مرسلہ: امینہ عندلیب اسلام والی

میں ان کے لان کا حلیہ نہیں بدل سکتی اور تمہیں پتا ہے کہ ہانیہ مصطفیٰ کو کوئی چیلنج کر کے جائے گا کہاں......'' وہ ٹشو باکس سے گلابی ٹشو کافی سارے نکال کے ان سے ہاتھ اور منہ صاف کر رہی تھیں۔

''کسی اور کا تو مجھے پتا نہیں لیکن پلیز آپ واش روم ضرور چلی جائیں تاکہ شاور لے کر اپنا حلیہ درست کر سکیں......'' شرزمہ نے منہ بنا کر انہیں مشورہ دیا۔ اسے پتا تھا کہ وہ پچھلے دو دن سے لان کے پیچھے ہاتھ منہ دھو کر پڑی ہوئی تھیں۔

''بہت خبیث چیز ہو تم......'' وہ کھلکھلا کر ہنسیں۔ ''کیا بہت بری لگ رہی ہوں میں......؟'' انہیں ایک نئی فکر نے گھیرا۔

''بہت بری کا تو پتا نہیں لیکن مٹی کی شہزادی ضرور لگ رہی ہیں......'' کیلکولیٹر پر انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''اوہ تو......!'' وہ جھٹکے سے اٹھیں اور فوراً اپنے بیڈ روم کی طرف لپکیں، آدھے گھنٹے کے بعد وہ بالکل تر و تازہ دو چائے کے کپ لیے اس کے سامنے تھیں۔

''یہ تو بہت نیکی کا کام کیا آپ نے ہنی......'' شرزمہ نے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے انہیں تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔

''پروفیسر صاحب بھی مجھے یہی کہہ رہے تھے کہ ہانیہ آپ نے ہمارے لان کا حلیہ درست کر کے بڑی نیکی کا کام کیا ہے......'' ایک فخریہ مسکراہٹ ان کے چہرے پر جگمگائی۔ شرزمہ نے ان کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

''میں اور اسود صبح سے شہر کی ساری نرسریوں کی خاک چھان کر عشق پیچاں، گلِ داؤدی، گلِ بنفشہ، چمپا، چھوئی موئی، موگرا، چنبیلی اور رات کی رانی کے پودے لے کر آئے تھے۔ لان میں کیاریاں بنوائیں، اپنی نگرانی میں پودے لگوائے اور اب جا کر ذرا لان میں دیکھو کہ کیسی بہار آئی ہوئی ہے......'' ہانیہ نے بڑے فخر سے اپنا کارنامہ بتایا۔

''ہنی کیا پودوں، درختوں اور موسموں میں بہار آنے سے انسان کی زندگی میں بھی بہار آ جاتی ہے......؟'' وہ بال پوائنٹ اپنی ٹھوڑی پر رکھے بڑی معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

''ہاں کیوں نہیں، باہر کے موسم انسان پر اثر انداز تو ہوتے ہیں سویٹ ہارٹ......'' انہوں نے بڑے پیار سے اس کے گال پر جھولتی لٹ کو کھینچا۔

''ایسا نہیں ہوتا ہنی......'' وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی۔ ''انسان کے اندر کے موسم باہر کی دنیا کے محتاج نہیں ہوتے، ایسا ہوتا تو خزاں میں کوئی بھی خوش نظر نہ آتا اور بہار کے موسم میں ہر دل خوشی کے گیت گاتا، رقص کرتا اور گنگناتا ہوا نظر آتا۔''

''تم بہت ہی مشکل باتیں کرتی ہو شیری......'' ہنی تھوڑا سا الجھیں۔

''کوئی چیز بھی مشکل نہیں ہوتی، بات صرف ایک نکتے کے سمجھ آنے کی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ساری پہیلیاں حل ہو جاتی ہیں۔ کوئی معما، معما نہیں رہتا۔ ہر چیز کھلی کتاب بن جاتی ہے۔'' وہ تھوڑا سا ہنسی اور ہاتھ میں پکڑے بال پوائنٹ سے ہنی کے گال پر اسٹار بنانے کے لیے آگے کو جھکی۔

''اوں ہوں؟ یہ بچوں والی عادت تمہاری ابھی ختم نہیں ہوئی......'' ہنی کے لہجے میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ انہیں شیری کی اس عادت سے الجھن تو ہوتی تھی لیکن انہوں نے اسے کبھی اسٹار بنانے سے روکا نہیں تھا۔

''ہم لوگ کتنے عجیب ہیں جو چھوٹی چھوٹی چیزیں ہمیں اچھی لگتی ہیں۔ جن کو کرنے سے دل میں خوشی کا بے ساختہ سا احساس اٹھتا ہے۔ ہم ان پر ''بچکانہ'' کا لیبل لگا کر خود کو ان خوشیوں سے محروم کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں اچھی طرح پتا ہے کہ ان چھوٹی، چھوٹی چیزوں میں بڑی، بڑی خوشیاں چھپی ہوتی ہیں جو ہمارے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتی ہیں لیکن ہم ''بڑے'' ہونے کا تمغہ گلے میں ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر فطری خوشی کے انمول احساس کو ترستے رہتے ہیں......'' اس کا انداز قدرے فلسفیانہ لیکن بظاہر بے پروائی کا عنصر لیے ہوا تھا۔

''تم ایسی باتیں کیسے کر لیتی ہو جانِ من......؟'' ہانیہ نے سخت تجسس سے اس کا پُرسکون چہرہ دیکھا۔

''کیسی باتیں ہنی......؟'' وہ اب ہنی کے چہرے پر بنے ستارے کو بڑی ستائش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''یہی اتنی بڑی، بڑی اور مشکل باتیں......''

''آپ کو مشکل لگتی ہیں لیکن یہ ہیں نہیں......'' اس نے ان کا ہاتھ دبا کر تسلی دی تو ایک پُرسکون سی سانس ان کے لبوں سے خارج ہوئی۔

''پروفیسر صاحب بتا رہے تھے کہ تم سارا دن یونیورسٹی میں اکیلے گھومتی رہتی ہو اور اپنے ڈیپارٹمنٹ کے لان کے ایک بوڑھے برگد کے درخت کے نیچے تنہا سوچوں میں گم بیٹھی رہتی ہو۔'' انہیں اچانک ہی یاد آیا۔

''انہیں کیسے پتا چلا......؟'' شرزمہ کو جھٹکا سا لگا۔

''لو انہیں کیسے پتا نہیں چلے گا تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں ہی تو وہ ہوتے ہیں۔ ان کے آفس کی کھڑکی اسی لان میں کھلتی ہے اور پھر اسود بھی آج کل وہیں سے اپنا پی ایچ ڈی کا تھیسس کرتے ہوئے ساتھ وزیٹنگ فیکلٹی کے طور پر کام کر رہا ہے۔'' ان کی معلومات بالکل اپ ٹو ڈیٹ تھیں۔

''اچھا، مجھے علم نہیں اور نہ ہی میں نے ان دونوں کو کبھی کیمپس میں دیکھا......'' اس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

''تمہیں یونیورسٹی میں گئے ہوئے جمعہ، جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے ابھی اور پھر تمہیں اپنے ارد گرد کا ہوش بھی کب ہوتا ہے۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا تھا جو برے برے سے منہ بنا کر دوبارہ اپنے اسائنمنٹ کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''ویسے بھی پروفیسر صاحب تو شاید ایم بی اے اور ایم ایس کی کلاسز لیتے ہیں اور اسود اگلے سمسٹر میں شاید تمہیں کوئی سبجیکٹ پڑھائے۔'' ہنی نے ایک اور اطلاع دی لیکن وہ خاموش رہی۔

''پروفیسر صاحب کہہ رہے تھے کہ اسٹڈی میں کوئی پرابلم ہو تو تم ان کی مدد لے سکتی ہو......'' ہنی نے ایک توبہ شکن انگڑائی لیتے ہوئے اسے کہا۔

''تھینکس............'' اس نے لٹکا سا جواب دیا اور اپنی فائل پر جھک گئی۔ سارے دن کی تھکی ہنی اب فلور کشن سر کے نیچے رکھے مزے سے لیٹ گئیں۔ ان کی آنکھوں میں نیند کا خمار عروج پر تھا۔ اگلے ہی دس منٹ میں وہ گہری نیند میں تھیں اور شرزمہ ان کے سونے کے بعد سوچ رہی تھی کہ اس نے پروفیسر صاحب اور اسود کو ڈیپارٹمنٹ میں کیوں نہیں دیکھا۔ جبکہ اسے کیمپس جاتے ہوئے بھی ایک ماہ ہونے کو تھا۔

☆☆☆

''یہ خیر سے نیچے ''سونامی'' کس خوشی میں آیا ہوا ہے......؟'' وہ جو ماما کی نظروں سے چھپ کر ارسلان کے لیے کڑھی چاول لائی تھی۔ اس کی بات پر مسکرائی۔ جبکہ کچن میں رکھی چھوٹی میز اور کرسی پر بے تکلفی سے بیٹھا وہ اب ابلے ہوئے سفید چاولوں پر کڑھی ڈال کر شروع ہو چکا تھا۔ ارسلان، ابراہیم صاحب کا بھتیجا اور نوریہ کا چچا زاد کزن تھا۔

''تمہیں پتا تو ہے کہ ماما کو ''شروع'' ہونے کے لیے کسی خاص ''وجہ'' کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' نوریہ کے لہجے میں اکتاہٹ اور بیزاری تھی۔ ''یہ سب لوگ کہاں غائب ہیں؟ بڑی خاموشی ہے آج یہاں......؟'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے

ہوئے حیرت سے دریافت کیا۔

''ماما اور حرا بھابی کچن کی خریداری کے لیے ''میٹرو'' گئی ہیں جبکہ دادو ظہر کی نماز پڑھ کر قیلولہ کر رہی ہیں، تم سناؤ کہ کہاں غائب تھیں، مجھے آئے ہوئے اڑتالیس گھنٹے ہو چکے ہیں اور تمہیں اب خیال آیا ہے......؟'' وہ گہری نظروں کے حصار میں اسے لیے بڑے شکوہ کناں لہجے میں بولا۔ جبکہ وہ میدان صاف پا کر بڑی فرصت اور بے تکلفی سے اس کے سامنے والی کرسی سنبھال چکی تھی۔

''یار ماما کا مزاج ویسے تو ہمیشہ ہی برہم رہتا ہے لیکن آج کل تو سوا نیزے پر ہے۔ سخت قسم کے آرڈرز آئے ہیں کہ کوئی اوپر نہیں جائے گا، ورنہ کورٹ مارشل ہو جائے گا۔'' وہ چمچ اٹھا کر اس کے ساتھ ہی پلیٹ میں کھانا شروع ہو گئی۔ دونوں میں کمال کی دوستی اور بے تکلفی تھی۔

''یہ تائی اماں کے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے......ان کو کسی اچھے سائیکاٹرسٹ کو کیوں نہیں دکھاتے تم لوگ......؟'' مفت مشورہ حاضر ہوا۔

''ہزار دفعہ کہا ہے کہ ان کو 'تائی اماں' مت کہا کرو، سخت چڑتی ہیں وہ اس طرح مخاطب کیے جانے سے مگر تم بھی اپنے نام کے ایک ہی ڈھیٹ ہو......'' نوریہ نے ناگواری سے اسے دیکھا جو مزے سے چاول کھا رہا تھا۔

''اسی لیے تو انہیں تائی اماں ہی کہتا ہوں، جب وہ اپنے ماتھے کی تیوری چڑھا کر کھا جانے والی نظروں سے میرے سلام کا جواب دیتی ہیں، قسم سے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔'' ارسلان نے اچار کے مرتبان سے ایک ہری مرچ نکال کر پلیٹ میں ڈالتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''کسی دن سر توڑ دیں گی وہ کپتان صاحب کا، ویسے بھی تم جب سے لیفٹیننٹ سے کیپٹن بنے ہو، ماما کو تم پر ضرورت سے زیادہ ہی غصہ آنے لگا ہے......'' نوریہ نے ہنستے ہوئے اسے اطلاع دی تو اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''کیوں، میں نے ان کی کون سی بھینس چرا لی ہے......؟''

''وہ کہتی ہیں کہ پہلے کم بدتمیز تھا جو کندھے پر تین خانوں والا بیج بھی لگ گیا۔ اب موصوف کی گردن میں مزید ''سریا'' لگ جائے گا......'' نوریہ نے فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''اللہ پوچھے تائی اماں آپ کو، جو مجھ معصوم کے پیچھے ہاتھ منہ دھو کے پڑ گئی ہیں......'' اس نے بھی معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑے۔

''تو تم بھی تو کون سا کسی سے کم ہو، ہزار دفعہ انہوں نے کہا ہے کہ مجھے ''آنٹی'' کہا کرو مگر تم نے بھی دانت چبا چبا کر انہیں ''تائی'' کہہ کر ''تاؤ'' دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔'' اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''جس دن وہ چڑنا چھوڑ دیں گی، میں بھی انہیں آنٹی کہنا شروع کر دوں گا......'' اس نے شانِ استغنا سے جواب دے کر پاؤں پھیلائے۔ وہ اب بڑے غور سے اپنی اس پُرخلوص سی کزن کو دیکھ رہا تھا جس نے اس دوستی کو نبھانے کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ الماس بیگم سے کئی دفعہ بچپن میں اس کی پٹائی ہوئی، جیب خرچ پر پابندی لگی اور اسٹور میں بند کیا گیا لیکن اس نے ارسلان کے ساتھ کھیلنا بند نہیں کیا۔

''کیا ہوا......اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو......؟'' نوریہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''دیکھ رہا ہوں کزن تم روز بروز خوب صورت نہیں ہوتی جا رہی ہو......'' اس نے سراسر اسے چھیڑا تھا۔ وہ اس کی بات پر تھوڑا سا بلش ہوئی۔

''روز بروز سے کیا مراد ہے تمہاری؟ میں شروع ہی سے حسین و جمیل ہوں......'' اس نے بھی اپنے فرضی کالر کھڑے کیے۔

''حسین و جمیل کا تو پتا نہیں، ہاں خوش فہم تم شروع ہی سے ہو، خیر سے......'' اس نے چڑایا اور وہ چڑ بھی گئی۔

''جیسے تم فلرٹی تو پیدائشی تھے، آرمی میں جانے سے اس میں چار چاند لگ گئے۔''

''ارے لڑکی ہم پاک فوج کے جوانوں کی وجہ سے ہی تم لوگ بے فکری کی نیند سوتے ہو، قدر کیا کرو ہماری......''

''اپنے ملک کا ڈھیر سارا بجٹ تو دے دیا ہے تمہیں اور کیا قدر کریں مزید......؟'' اس نے تیوری چڑھا کر اسے دیکھا جو اس کے غصے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''مائی گاڈ، کتنا بغض رکھتے ہو تم لوگ، توبہ توبہ......!'' اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''خیر بغض تو نہیں رکھتے، اپنی تمام فورسز سے ہمیں بے انتہا محبت ہے، سمجھے......'' اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

''اچھا......؟ محبت ہے......بھلا کتنی......؟'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا تھا۔ اس کے معنی خیز انداز پر نوریہ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔ اس نے بے ساختہ ہی اس سے نظریں چرائیں۔ جبکہ ارسلان نے اس کے رخساروں پر پھیلی سرخی کو بڑی دلچسپی سے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

☆☆☆

''آپ نے کبھی محبت کا خوب صورت چہرہ دیکھا ہے......؟'' پروفیسر صاحب اچانک ہی اس کے پاس پڑی خالی کرسی پر آن بیٹھے۔ وہ جو سامنے ایک نازک سی پھولوں کی ٹہنی پر جھولتی نیلی چڑیا کو غور سے دیکھ رہی تھی چونک گئی۔ اس نے دائیں طرف گردن موڑ کر ہلکے آسمانی رنگ کے کرتہ شلوار میں ملبوس پروفیسر صاحب کو دیکھا۔ جن کی شیو بڑھی ہوئی اور سرخ آنکھیں رتجگے کی غمازی کر رہی تھیں۔ بے چینی ان کے وجود سے مترشح تھی۔ وہ نہ جانے کیوں آج افسردہ افسردہ تھے۔

''کیا محبت کا کوئی بدصورت چہرہ بھی ہوتا ہے......؟'' اس کے چہرے پر حیرت دیکھ کر وہ افسردگی سے مسکرائے۔

''ہاں محبت کا ایک چہرہ بدصورت بھی ہوتا ہے، جب محبت ''خود غرضی'' کی قبا اوڑھ لیتی ہے تو اس کی آنکھوں سے حیا غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے دل میں ''ذات'' کے بجائے ''وجود'' کی چاہ ''ہوس'' بن کر اس کے انگ انگ سے نمایاں ہونے لگتی ہے۔ ایسی محبت کا لنگڑا پن ایک ہی جھٹکے میں سامنے آ جاتا ہے۔ وہ اپنے ''کبڑے پن'' کے ساتھ دیکھنے والے کی آنکھوں میں کھٹکتی ہے ایسی محبت کو ہم بدصورت نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے......؟'' انہوں نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا وہ گڑبڑا سی گئی۔

''اس چیز کو ہم محبت کیسے کہہ سکتے ہیں......؟'' اسے تعجب ہوا تو وہ ایسے مسکرائے جیسے کوئی بڑا کسی بچے کے معصوم سوال پر مسکراتا ہو۔

''نئی زمانہ ایسی ہی چیزوں کو محبت کا نام دیا جا رہا ہے......'' انہوں نے آسمان پر پھیلی سرخی کو غور سے دیکھا۔ ڈوبتا سورج دل کو عجیب سا احساس بخشتا تھا۔

''لیکن محبت کے نام سے تو ایک خوب صورت چیز کا خیال ہی ذہن میں آتا ہے جیسے ''نفرت'' جیسے جذبے کا خیال آتے ہی بدصورتی ذہن کی آماجگاہ بن جاتی ہے......'' وہ بے دھڑک انداز سے بولی تو انہوں نے فوراً کہا۔

''بعض ''محبتیں'' اتنی بدصورت ہوتی ہیں کہ ان کے مقابلے میں ''نفرت'' کا جذبہ اچھا لگنے لگتا ہے کیونکہ اس میں ملاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ خالص ہوتا ہے جیسا ہوتا ہے ویسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ اپنے

چہرے پہ کوئی اور نقاب اوڑھ کر دوسروں کو فریب نہیں دیتا۔ جبکہ محبت کے نام کے دھوکے سے تو کسی کے پیروں کے نیچے کی زمین بھی کھینچی جا سکتی ہے۔" ان کے لہجے میں ایک ان کہا دکھ ہلکورے کھا رہا تھا۔

"ہاں، یہ بات تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں......" شرزمہ نے ان کی نظروں کے تعاقب میں آسمان پہ پھیلی سرخی کو دیکھا جس نے پورے آسمان پر ایک حشر برپا کر رکھا تھا۔ پرندوں کے غول کے غول ایک قطار کی صورت میں واپسی کے سفر پر رواں دواں تھے۔ ان کے تھکن زدہ جسموں میں اپنے، اپنے گھروں کو لوٹنے کی ایک خوشی تھی جس نے ان میں توانائی کا ایک احساس بھر دیا تھا۔

"واپسی کا سفر لاکھ تھکا دینے والا ہو لیکن یہ احساس ہی زندگی کو خوب صورت اور آسان بنانے کے لیے کافی ہوتا ہے کہ کوئی ہمارا منتظر ہوگا۔" پروفیسر صاحب نے پرندوں کو انہماک سے دیکھتے ہوئے اسے ایک دفعہ پھر مخاطب کیا۔ اس نے ان کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"آپ مصلحتاً اتنا کم بولتی ہیں یا عادتاً کم گو ہیں......؟" ان کی بات پر شرزمہ نے چونک کر ان کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"میں فطرتاً خاموش طبع ہوں، مجھے دوسروں کو سننا اچھا لگتا ہے......" اس نے سادگی کے ساتھ وضاحت کی۔

"جو لوگ کم گو ہوں یا مصلحتاً کم بولنے کے عادی ہوں ان لوگوں پر اپنے پیارے لوگوں کی سماعتوں کے بہت سے قرض واجب ہو جاتے ہیں اور قرض کی ادائیگی کہیں نہ کہیں تو کرنی پڑتی ہے ورنہ بہت سی غلط فہمیاں دلوں میں پنپنے لگتی ہیں۔" انہوں نے ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے مشورہ دیا۔ "آپ بولا کریں ورنہ سوچوں کو کائی لگنے لگتی ہے......"

"کیا بولوں......؟ میرے پاس کچھ بولنے کے لیے ہے ہی نہیں......" وہ شرمندگی سے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"پتا ہے شرزمہ، بعض لوگ صرف اس لیے کم بولتے ہیں کیونکہ انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ لوگ انہیں سمجھیں گے نہیں......" لان میں پھیلتی تیرگی کو غور سے دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔

"اچھا تو آپ کو سمجھدار ہونے کا دعویٰ ہے......" اس کی زبان پھسلی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑے۔

"کسی اور کو تو نہیں، آپ کو سمجھنے کا دعویٰ کر سکتا ہوں......" ان کی بات پر وہ سخت تحیر کے عالم میں انہیں دیکھنے لگی۔

"جس لڑکی کا چہرہ اس کی خوب صورت سوچوں کی عکاسی کرتا ہو۔ جس کی سادگی اور دل کا خالص پن اس کی آنکھوں سے جھلکتا ہو۔ جس کی زبان جھوٹ کی تلخی سے نا آشنا ہو۔ جو فریب اور دھوکے کو گناہ سمجھتی ہو۔ جس کو انسانیت سے پیار ہو۔ اس لڑکی کو جاننے کا دعویٰ تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔" ان کی بات پر وہ بے ساختہ ہنس دی۔ پروفیسر صاحب نے بہ مشکل اس کے دائیں گال پر پڑنے والے گہرے ڈمپل سے نظریں چرائیں۔

"آپ کو کس نے کہا کہ میں ایسی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں استعجاب اتر آیا۔ وہ زیرِ لب ایسے مسکرائے جیسے کوئی استاد اپنے شاگرد کے بچگانہ سوال پر مسکراتا ہے۔

"کیا آپ ایسی نہیں ہیں......؟" انہوں نے الٹا اسے لاجواب کیا۔ ان کی سحر انگیز نگاہیں شرزمہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"پتا نہیں......" وہ کندھے اچکا کر بے پروائی سے درخت کی کھوہ میں بیٹھی گلہری کو دیکھنے لگی جو آہستہ آہستہ نیلی چڑیا کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"آپ ایسی ہی ہیں، کبھی اکیلے میں بیٹھ کر اپنا احتساب کیجیے گا، یقین کریں آپ کو میری بات کا

یقین آجائے گا......" اپنی بات کہہ کر وہ رکے نہیں وراً اندر بڑھ گئے جبکہ شرزمہ سخت حیرت سے ان کی پشت کو گھورتی رہ گئی۔

☆☆☆

"تمہاری شکل پر کیوں بارہ بجے ہوئے ہیں، کیا کھیروں کے کاروبار میں نقصان ہو گیا ہے......؟" وہ جو ابھی ابھی کارپٹ پر آ کر ڈھیر ہوا تھا ہنی کی بات پر چونکنے کی لاجواب اداکاری کرتے ہوئے خود ساختہ معصومیت سے بولا۔

"یہ کھیروں، گاجروں اور مولیوں کے کاروبار آپ خود کرتی رہی ہوں گی اسپین میں، مجھ معصوم کو کیا پتا ان چیزوں کا......"

"تم جیسے دو چار معصوم اور پاکستان میں آ جائیں تو ملک کا اللہ ہی حافظ ہے......" ہنی نے بال پوائنٹ اور فائل ایک سائڈ پر رکھ کر اس کا رنجیدہ چہرہ دیکھا۔ شرزمہ اپنے اسائنمنٹ میں مصروف تھی۔ وہ چاہتے ہوئے بھی ان کے ساتھ بے تکلف نہیں ہو پایا تھا۔

"خیر سے کیا ماجرا ہو گیا ہے......؟" انہوں نے کھوجتے لہجے میں استفسار کیا تو وہ منہ بنا کر بولا۔

"ایک تو یہاں آپ نے میری اچھی خاصی آرام وہ زندگی میں ہلچل مچا دی ہے۔ آپ کے بزنس نے میری رات کی نیند اور دن کا سکون غارت کر دیا ہے اور اوپر سے ماما کو امریکا میں رہ رہ کر بارک اوباما کے لہجے میں بات کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔" اس کی ادھوری بات پر ہنی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے وضاحت کی۔

"ان پر آج کل میری شادی کروانے کی دھن سوار ہو گئی ہے۔ ویسے تو یہ دورہ ان کو ہر چھ ماہ بعد پڑتا ہے لیکن پچھلے کچھ عرصے سے ان دوروں کی شدت میں تیزی آ گئی ہے۔" اس نے انتہائی سنجیدہ بات بہت ہی غیر سنجیدہ انداز میں بتائی تو ہنی نے فوراً بیچ میں بات قطع کی۔

"وہ اپنے بھائی صاحب کی شادی تو پہلے کروائیں ناں۔"

"ان کے بھائی صاحب آج سے کچھ سال پہلے انہیں دو ٹوک، بے لچک اور قطعی انداز میں بتا چکے ہیں کہ ان کی زندگی میں شادی کی کوئی گنجائش نہیں۔" اسود نے مزاحیہ انداز میں انکشاف کیا تو ہنی نے تحیر سے اسے دیکھا جو مزید کہہ رہا تھا۔ "ماما کی تمام تر جذباتی بلیک میلنگ ناکام رہی اور اب تو وہ بالکل ان سے مایوس ہو چکی ہیں۔"

"تو کیا ان کے والدین نے بھی کبھی نہیں کہا......؟" ان کی آنکھوں میں استعجاب کی لہر بہت تیزی سے ابھری۔

"والدین کا تو بہت پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ اس وقت موصوف پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد ماما نے مجھے قربانی کا بکرا بنا کر پاکستان بھیج دیا کہ ماموں کے پاس رہو وہ اکیلے ہیں...... حالانکہ ان کو کسی کے رہنے یا نہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا......" وہ شریر انداز میں گویا ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا......؟"

"اصل میں ماما کو اپنے اکلوتے بھائی سے عشق ہے چنانچہ انہوں نے اپنی سب سے بڑی اولاد اس عشق پر قربان کر دی اور مجھے ماموں کی خدمت کے لیے پاکستان بھیج دیا جب میں نے او لیول کا ایگزام دیا تب سے یہاں ہوں۔" وہ اپنی داستان مزے سے سنا رہا تھا۔

"ہوں......تو تمہاری ماما خود پاکستان کیوں نہیں شفٹ ہو جاتیں......؟" انہوں نے اپنی طرف سے ایک اچھا مشورہ دیا جو اسود کو بالکل پسند نہیں آیا۔

"کمال کرتی ہیں آپ بھی، ماما کیسے آ سکتی ہیں یہاں، امریکا میں ڈیڈ کا ایک اسٹیبلشڈ بزنس ہے اور پھر پاکستان میں رکھا ہی کیا ہے۔ میں تو خود پروفیسر صاحب کی محبت میں یہاں ٹکا ہوا ہوں......" اس کے لہجے سے ہلکی سی برہمی جھلکی۔

"تو تم کسی خوشی میں یہاں نکلے ہوئے ہو......؟" ہنی نے بھویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"میں تو خود "کسی" چکر میں یہاں ٹکا ہوا ہوں کہ ماموں کی خدمت کر کے جنت کما لوں......" اس نے ایک آنکھ دبا کر ہانیہ کو اشارہ کیا جو شرزمہ کو سخت زہر لگا۔

"کہیں تم اس "الجنت" ہاؤس کے چکروں میں تو ماموں کی خدمتیں نہیں کر رہے، کروڑوں کی جائداد ہے آخر......" ہنی بھی کون سا کسی سے کم تھیں ان کی بات پر وہ بلند آواز میں قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"آپ تو بہت پہنچی ہوئی خاتون ہیں۔" وہ اُن کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"ویسے صرف یہ الجنت ہی نہیں۔ ان کے دو پلاٹ اور پوری ایک مارکیٹ بھی ہے کمرشل... میں۔" وہ تھوڑا سا جھک کر رازدارانہ انداز میں بولا۔ اس کی شرارت پر ہنی نے ایک جھانپڑ اس کے کندھے پر رسید کیا۔

"اس کروڑوں کی آسامی کو تو فوراً ہی شادی کر لینی چاہیے......" ہانیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہائے ہائے عشق نے غالب نکما کر دیا ماموں کو، ورنہ آدمی تھے وہ بھی کام کے......" اس کی... غیر سنجیدہ بات میں کچھ تھا جو دونوں نے ہی چونک کر اسے دیکھا۔

"عشق......؟ اور پروفیسر صاحب کو......؟ واقعی...... کس سے......؟" ہنی کو سخت تجسس ہوا جبکہ شرزمہ بھی اپنا اسائنمنٹ بنانا بھول گئی۔

"وہ ساحلوں کی ہوا جیسی لڑکی جو نیلے پانیوں کے لیے بنی تھی۔ اس لیے انجان سفروں پر جو نکلی تو پھر کبھی نہیں لوٹی۔" اسود نے گول مول انداز میں امجد اسلام امجد کی ایک نظم کے مصرعے پر ہاتھ صاف کیا۔

"اوہ، کوئی بے وفائی کا سین ہے...... ہوں......" ہنی کے سخت تجسس بھرے انداز پر اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"تو پروفیسر صاحب بھی ایسی بے وفا اور سرپھری لڑکی پر مٹی ڈال کر نئے جہان تسخیر کریں، وہ کیوں یادوں کا مقبرہ بنائے سوگ منا رہے ہیں۔" ہانیہ نے برا سا منہ بنا کر کہا تو وہ ہنس پڑا۔

"یہ معرفت اور عشق کی باتیں ہیں، آپ کی اور میری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ آپ بس میرے لیے ایک خوب صورت لڑکی تلاش کریں جس کے بال لمبے اور گھنے ہوں۔" اسود نے ... کن انکھیوں سے شرزمہ کو دیکھتے ہوئے ذومعنی انداز میں کہا تو اس کا منہ سرخ ہو گیا۔

"تم جیسے کنگلے کو کون احمق لڑکی دے گا......؟" ان کے طنزیہ انداز پر وہ تڑپ کر بولا۔

"یہ کنگلا امریکن نیشنلٹی ہولڈر ہے۔ پڑھا لکھا، ہینڈسم اور اپنے ڈیڈ کے کروڑوں کے بزنس کا حصے دار، یہاں پاکستان میں ڈیڈ نے ساری پراپرٹی میرے نام پر خریدی ہے......"

"جو خصوصیات تم بتا رہے ہو اسے سن کر کسی بھی لڑکی کو تم میں کم اور تمہارے ڈیڈ میں انٹرسٹ زیادہ پیدا ہو گا......" ہانیہ کے شرارت بھرے لہجے پر اسے سخت صدمہ ہوا۔

"اُف......!" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ "آپ لڑکیاں کتنی مادہ پرست ہوتی ہیں۔ انسان سے کم اور اس کی جیب سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔"

"تم لڑکے بھی تو کتنے خود غرض ہوتے ہو، لڑکی کی سیرت اور کردار کے بجائے اس کی شکل صورت پر مرتے ہو، پھر اچھی صورت والی تم جیسے سے شادی کرنے سے پہلے کچھ نہ کچھ تو دیکھے گی ناں......؟" ہنی نے صاف اسے چڑایا تھا اور وہ چڑ بھی گیا۔

"یہ تم جیسے سے آپ کی کیا مراد ہے......؟"

"تم جیسے سے میری وہ ہی مراد ہے جو تم سمجھ رہے ہو......" ہنی نے اسے مصنوعی غصے سے گھورا۔ "اب یہ ڈرامے بازی بند کرو اور یہ بل چیک کرو، پتا نہیں کہاں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ سمجھ ہی نہیں آ رہی۔"

"سمجھ آنے کے لیے دماغ کا ہونا ضروری ہے......" اس نے فوراً ہی حساب برابر کیا تو ہنی اس کی بات پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔ شرزمہ اس کی بات پر دل ہی دل میں محظوظ ہوتے ہوئے اپنے اسائنمنٹ پر جھک گئی۔ اس کے بعد دونوں جو حساب کتاب میں مگن ہوئے تو اگلے کئی گھنٹوں تک دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گئے۔

☆☆☆

شرزمہ دم بخود اپنے ساتھ بینچ پر بیٹھی نویرہ کو دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پر تلخی کا دھواں صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے باہر بنے لان میں تھیں۔ آج کافی دنوں کے بعد موسم خوشگوار ہوا تھا۔

"اتنی بے یقینی سے کیوں گھور رہی ہو......؟" نویرہ کے لبوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم اپنی ماما کے لیے اتنے سخت اور سنگین الفاظ استعمال کر رہی ہو......" شرزمہ نے برجستگی سے کہا۔ اب دونوں کے درمیان دوستی کا تعلق خاصا گہرا ہو گیا تھا۔ نویرہ کی محبت اور خلوص کے آگے اس نے ہتھیار پھینک ہی دیے۔ اس کی بات پر نویرہ کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"تم سوچ نہیں سکتیں کہ ان کی وجہ سے کتنی لڑکیاں ڈسٹربڈ ہیں لیکن انہیں اس بات کا قطعاً احساس نہیں......"

"یار یہ کیسے ہو سکتا ہے......؟" شرزمہ نے ادھر اُدھر اڑتے بادلوں کو دیکھ کر جرح کا آغاز کیا تو نویرہ لاچاری سے بولی۔

"یہ کیوں نہیں ہو سکتا......؟"

"بھئی وہ ایک پڑھی لکھی خاتون ہیں اور شہر کے ایک مشہور کالج کی پرنسپل کے فرائض انجام دے رہی ہیں......"

"کاش وہ پڑھی لکھی نہ ہوتیں لیکن سمجھدار ہوتیں......" اس کا انداز ہنوز تلخ تھا۔ "ان تعلیمی ڈگریوں اور عہدے نے ان کی گردن میں سریا ڈال دیا ہے۔ وہ خود کو عقلِ کل اور باقی ساری دنیا کو احمق سمجھتی ہیں۔ کیا فائدہ ایسی تعلیم کا جو آپ کو شعور ہی نہ دے سکے۔" اس کے نروٹھے انداز پر شرزمہ مسکرا دی۔

"یقین مانو مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ ان کے ساتھ مسئلہ کیا ہے، وہ کسی سے بھی خوش نہیں......"

"تم یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے جو تم صبح سے اپنی ماما کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی ہو......" شرزمہ نے پریشانی سے اس کی شکل دیکھی۔

"سویرے سویرے ان کے ساتھ ارسلان کے بچے کی وجہ سے لڑائی ہو گئی......" اس نے جل کر اصل بات بتائی تو شرزمہ نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ ارسلان کا بچہ کون ہے......؟" اسے واقعی سمجھ نہیں آئی۔

"میرا چچا زاد ہے یار، ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں لیکن میری ماما کو محبت کی ہر کہانی میں بس "ولن" بننے کا شوق ہے۔" اس کی صاف گوئی پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"تو تم اس بچے والے شخص کو پسند کرتی ہو، حد ہو گئی ہے نامعقولیت کی......" شرزمہ کے ناگوار انداز پر وہ چونکی اور اگلے ہی پل اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"بہت ہی کوئی اسٹوپڈ چیز ہو تم......" اس کے مذاق اڑانے والے انداز پر شرزمہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ "گدھی وہ شادی شدہ تھوڑا ہے، میں تو ویسے ہی اسے پیار سے ارسلان کا بچہ کہتی ہوں......" اس نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"بہت ہی واہیات قسم کا پیار ہے یہ......" وہ تمسخرانہ انداز میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بارش کی کن من شروع ہو گئی تھی۔ آسمان پر موجود

کالی بدلیاں شرارت سے ایک دوسرے کا تعاقب کر رہی تھیں۔

''اُف.....! اتنا رومینٹک موسم ہے اور ارسلان کا بچہ آج ہی کھاریاں کینٹ چلا گیا.....'' نوریہ دونوں بازو پھیلا کر بارش کو انجوائے کرنے لگی۔ جبکہ شرزمہ نے سخت تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

''کتنی فضول لڑکی ہو تم، شرم و حیا نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے تم میں.....'' شرزمہ نے بازو سے پکڑ کر زبردستی اسے سنگِ مرمر کے بینچ پر بٹھایا۔ ''آرام سے بیٹھو، کوئی فلم کی شوٹنگ نہیں ہو رہی جو تم بازو لہرا لہرا کر مجمع اکٹھا کرو گی یہاں۔'' نوریہ کا لاابالی پن اسے بری طرح کھٹکا لیکن ہنی کی طرح وہ اس کو بھی سدھارنے کے معاملے میں بے بس تھی۔

''شرزمہ موسم خاصا خراب ہے، میں گھر جا رہا ہوں اگر آپ چلنا چاہیں.....'' پروفیسر آفاق کی آواز پر وہ دونوں اچھل کر رہ گئیں اور سخت حیرانی سے اپنے پیچھے کھڑے مسکراتے ہوئے پروفیسر آفاق کو دیکھ کر گھبرا گئیں وہ پتا نہیں کب روش سے گزرتے ہوئے ان کے سر پر پہنچ گئے تھے۔

''نو سر تھینک یو.....'' شرزمہ نے فوراً ہی انکار کیا جبکہ نوریہ حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''اٹس او کے.....'' وہ بڑے پُر وقار انداز سے آگے بڑھ گئے۔

''اوئے..... یہ کیا فلم ہے.....؟'' نوریہ نے شرارت سے اس کا گال چھو کر نرمی سے پوچھا تو شرزمہ کے پسینے چھوٹ گئے۔

''کچھ نہیں ہے یار.....؟'' اس نے ماتھے پر آیا نادیدہ پسینہ صاف کرتے ہوئے وضاحت دی لیکن آگے بھی نوریہ ابراہیم تھی جس کو بہلانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

''تم اس فیکلٹی کے سب سے اسمارٹ، ہینڈسم، کنوارے ڈیشنگ بندے کو جانتی ہو اور مجھے کانوں کان خبر نہیں.....'' نوریہ چہکی۔

''اب کیا میں گلے میں یہ تختی ڈال کر پھرتی کہ میں پروفیسر آفاق کو جانتی ہوں.....'' شرزمہ نے جل کر کہا۔

''کم از کم مجھے تو بتاتیں ظالم لڑکی.....'' نوریہ نے دہائی دی تو اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں پتا نہیں ہے کہ میں نے اس ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمیشن صرف اور صرف اسی ایک بندے کی وجہ سے لیا ہے.....'' نوریہ نے ایک آنکھ میچ کر شوخی سے کہا تو اس کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''پورے کیمپس کی آدھی لڑکیاں ان پر مرتی ہیں لیکن ایک نمبر کے کم گو، روکھے اور مغرور قسم کے واقع ہوئے ہیں موصوف.....'' اس نے شرارت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

''تم نے ان کی وجہ سے اس ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمیشن لیا ہے لیکن وہ تو ہمیں پڑھاتے نہیں.....'' شرزمہ حیران ہوئی۔

''بھئی اگلے سمسٹر میں ایک سبجیکٹ پڑھائیں گے ناں ساری معلومات اکٹھی کر کے ماہدولت نے یہاں ایڈمیشن لیا تھا۔'' اس کے انکشاف پر شرزمہ نے خاصی خفگی بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''اگر ان کے چکر میں آئی ہو تو پھر وہ ارسلان والا ڈراما کیا ہے.....؟''

''ارسلان تو اپنا دل ہے اور پروفیسر صاحب جگر.....'' اس کی جگر جگر کرتی آنکھوں میں موجود شوخی سے اس نے اندازہ لگایا کہ وہ اسے عمدہ طریقے سے بیوقوف بنا رہی ہے۔

''فضول باتیں مت کرو.....'' شرزمہ نے ہاتھ میں پکڑی فائل اس کے کندھے پر ماری تو وہ بلبلا اٹھی۔

''بتاؤ ناں یار تم انہیں کیسے جانتی ہو.....؟'' وہ اپنے بازو کو سہلاتے ہوئے پاس آئی۔ اس کے لہجے میں تجسس ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

''کیسے جانتی ہوں سے کیا مراد ہے.....؟'' وہ جھلاتی ہوئی اپنا بیگ اٹھا کر چل پڑی تو نوریہ نے بھی اس کی پیروی کی۔

''بتاؤ ناں یار.....؟'' نوریہ نے بے تابی سے اس کا کندھا ہلایا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ شرزمہ کے حلق میں انگلی ڈال کر اصل بات اگلوا لے۔

''بس جانتی ہوں، تمہیں کیوں بتاؤں.....'' نوریہ اب اس کے اُلجھن بھرے انداز سے لطف اندوز ہوئی۔ وہ دونوں پوائنٹ کی طرف چل پڑیں۔

''بتاتی ہو یا.....؟'' نوریہ بھاگ کر اس کے آگے آن کھڑی ہوئی اس نے دونوں بازو پھیلا کر اس کا راستہ روک لیا۔ ارد گرد سے گزرتے ہوئے لوگ دلچسپی سے یہ منظر دیکھنے لگے وہ سٹپٹا گئی۔

''یہ کیا احمقانہ پن ہے یار، بتاتی ہوں.....'' وہ جھنجھلاہٹ سے بولی تو نوریہ اب شرافت سے اس کے برابر میں چلنے لگی لیکن تجسس اور بے قراری اب بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''یار میں اور ہنی دونوں ان کے گھر کے اوپر والے پورشن میں رینٹ پر رہتے ہیں.....'' اصل بات سنتے ہی نوریہ کے چہرے پر جوش کا ایک اور جوار امنڈ آیا۔

''تم پروفیسر صاحب کے گھر میں رہتی ہو، اوہ گاڈ.....'' حیرت کی زیادتی سے اس کی آواز بلند ہو گئی، لڑکیوں کے ایک گروپ نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ نوریہ نے دانتوں تلے زبان داب لی۔

''بس سوری یار.....'' وہ دانت نکالتے ہوئے بولی تو شرزمہ نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور سنجیدگی سے چلتی رہی۔

''ویسے یار، ان کے ساتھ تو ان کا ایک ہینڈسم جوان سا بھانجا بھی تو رہتا ہے.....'' نوریہ کی معلومات اپ ٹو ڈیٹ تھیں۔ شرزمہ کمر پر ہاتھ رکھ کر مڑی اور کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا جو کان کھجاتے ہوئے شوخی سے کہہ رہی تھی۔ ''ویسے یار وہ بھی کسی سے کم نہیں.....''

''دفع ہو جاؤ تم، مجھ سے گھر میں ایک ہنی برداشت نہیں ہوتی تھیں اوپر سے تمہاری صورت میں ایک اور نمونہ میرے سر پر سوار ہو گیا ہے.....'' وہ تپ کر بولی تو اس کی بات پر نوریہ کے حلق سے نکلنے والی بے ساختہ ہنسی پر بہت سے لوگوں نے مڑ کر پھر دیکھا۔ شرزمہ سخت کوفت کا شکار ہوئی اور جھنجلاہٹ بھرے انداز میں پوائنٹ پر سوار ہو گئی۔

☆☆☆

وہ مرکز میں بنے اسٹور سے کچھ چیزیں خرید کر ہانپتی کانپتی گھر پہنچی تو سیاہ اور سرمئی رنگ کے ڈھیر سارے بادل ایک دم ہی برس گئے۔ چھاتا ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے وہ کافی زیادہ بھیگ گئی۔ وہ دل ہی دل میں ہنی کو کوستی ہوئی گیٹ عبور کر کے پورچ تک پہنچی تو سامنے ہی برآمدے میں پروفیسر صاحب کرسی پر بیٹھے کسی گہری سوچ میں گم تھے۔ ان کی گود میں رکھی کتاب کے کھلے صفحات اس بات کے غماز تھے کہ وہ ذہنی طور پر یہاں موجود نہیں۔ شہتوت کے پتوں کے جھونکوں میں موتیے کے پھولوں کی بڑی دلفریب سی مہک چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بوگن ویلیا کے پتے بارش کے پانی میں بہتے پھر رہے تھے۔

''السلام علیکم.....'' اسے نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں مخاطب کرنا پڑا۔ بارش کی بوندوں سے دھلا اس کا چہرہ دیکھ کر وہ ایک دم چونکے۔ ہاتھ میں پکڑا بلیک کافی کا کپ سرد ہو چکا تھا اور انہیں احساس تک نہیں ہوا۔

''آپ بارش میں مارکیٹ کیوں گئی تھیں، اتنا خراب موسم تھا.....'' وہ فکر مند ہوئے۔ اس کے ہاتھ میں پکڑے شاپرز دیکھ کر انہوں نے بالکل درست اندازہ لگایا تھا۔

''میں کون سا مٹی کی ڈلی ہوں جو ان ساون کی

باشوں میں گھل مل جاؤں گی.....'' وہیں سیڑھیوں کی گرل کے پاس کھڑے ہو کر اس نے بڑا الٹا سا جواب دیا۔ اس کی بات پر پروفیسر صاحب کے چہرے کے تاثرات بڑی سرعت سے تبدیل ہوئے۔

''کچن کی چیزوں کی خریداری کرنی تھی تو فضلو کو کہہ دیتیں یا پھر ہانیہ خود لے آتیں، آپ کیوں اکیلے جاتی ہیں.....؟'' ان کا تشویش زدہ انداز شرزمہ کی سمجھ سے باہر تھا۔

''ہنی بہت دنوں سے مصروف تھیں، انہیں روزانہ بھول جاتا تھا جبکہ فضلو کا میرے ذہن میں آیا ہی نہیں.....'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔ اچانک اس کی نظر بارش کے پانی میں بہتے ہوئے پھول پر پڑی تو وہ انتہائی شوق سے اس کی جانب لپکی اور فوراً اٹھا کر گملے میں رکھ دیا۔

''آپ کو پھول بہت اچھے لگتے ہیں کیا.....؟'' وہ کسی خواب کی سی کیفیت میں اسے دیکھ کر بولے۔

''میرا بس چلے تو پوری زمین پر پھولوں کی چادر بچھا دوں.....'' اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر بارش کے ننھے قطروں کو سمیٹنا چاہا۔ بارش اسے بالکل بے قابو کر دیتی تھی۔

''لگتا ہے کہ آپ فطری حسن کی دیوانی ہیں.....'' پروفیسر صاحب نے انتہائی دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھا جس پر بارش کی بوندیں موتیوں کی طرح اٹکی ہوئی تھیں۔

''میں.....'' وہ کھلکھلا کر ہنسی تو انہیں لگا جیسے ایک ساتھ بارش کی جلترنگ کسی ٹین کی چھت پر برسی ہو۔

''پتا نہیں لیکن میرا دل کرتا ہے کہ ایک ایسی وادی میں اپنا گھر بناؤں جہاں خوب صورت نیلی جھیل کے پانیوں میں راج ہنس تیرتے ہوں۔ جہاں کی فضا میں چنبیلی کی خوشبو ہو، جہاں اجلے سفید کبوتر گھروں کی منڈیر پر آ کر بیٹھ جائیں اور چاندنی راتوں کا الوہی سا حسن دیکھنے والوں کو مبہوت کر دے۔ جہاں امن و آشتی کی فضا ہو اور ہر دل میں جینے کی امنگ ہو.....'' وہ پلٹی اور پروفیسر صاحب کو انتہائی محویت سے اپنی طرف دیکھتا پا کر شپٹا گئی۔ اس بے خودی کی کیفیت نے اسے آج جی بھر کر شرمندہ کیا۔

''سوری..... پتا نہیں بارش دیکھ کر مجھے کچھ ہو جاتا ہے.....'' انتہائی خفت زدہ لہجے میں اس نے بتایا تو وہ مسکرا دیے۔

''کیا آپ کو بھی بوڑھے درخت، قدیم حویلیاں، ویران جزیرے، پرانے گیت، پکھیروں کے رین بسیرے، کونجوں کی ڈاریں اور بوسیدہ تصویروں والے البم اچھے لگتے ہیں.....؟'' ان کی آنکھوں میں بے حد دلچسپی تھی۔

''جی مجھے تو کچے صحن میں لگا نیم کا درخت، ڈوبتا سورج، پرانی یادیں اور عمر رسیدہ لوگوں کے جھریوں والے چہرے بھی بہت اچھے لگتے ہیں.....'' اس کے لہجے میں اب ٹھہراؤ تھا۔

''عمر رسیدہ لوگوں کے چہرے.....؟'' انہیں اس بات نے چونکا دیا۔

''تھکن گزیدہ بوڑھے چہروں کی جھریوں میں زندگی کا تجربہ بول رہا ہوتا ہے، ہر چہرے کی اپنی ایک کتھا اور بھاشا ہوتی ہے مگر ہم جوانی کے زعم میں ان چہروں پر ایک نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتے۔'' وہ میز پر سے اپنا شاپر اٹھاتے ہوئے بولی۔

''میں نے آپ کے لیے چائے بنوائی ہے، فضلو لے کر آتا ہی ہوگا۔'' انہوں نے اسے اوپر والے پورشن میں جانے سے روکا تو وہ رک بھی گئی۔ دونوں خاموش تھے۔

''یونیورسٹی میں کوئی مسئلہ تو نہیں.....؟'' انہوں نے بات کو بڑھانے کے لیے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

''مسئلے مسائل بھی کمپیوٹر میں اچانک آ جانے والے وائرس کی طرح ہوتے ہیں، ایک لمحے میں سب کچھ ہلا دیتے ہیں لیکن پھر سنجیدگی سے سوچنے پر کوئی نہ کوئی اینٹی وائرس مل ہی جاتا ہے.....'' شرزمہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ کو بھی کوئی اینٹی وائرس مل گیا ہے.....؟'' پروفیسر صاحب کے لہجے میں شوخی در آئی۔

''جی، آپ ہیں ناں.....'' اس کی بے ساختگی پر وہ محظوظ ہوئے۔

''جی ضرور جب چاہیں، میرے گھر اور آفس کے دروازے آپ کے لیے کھلے ہیں۔'' ان کی بات پر وہ مسکرا کر چپ رہی۔ بارش کے تسلسل میں کمی آ گئی تھی۔

''آپ نے اس گھر کا نام ''لمحت'' کیوں رکھا؟'' کئی دنوں سے سوال جو وہ پوچھنا چاہ رہی تھی آج زبان پر آ ہی گیا۔

''یہ نام میں نے نہیں رکھا.....'' ان کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی لیکن انہوں نے جلد ہی خود کو سنبھال لیا۔ ''آپ چائے لیں ناں.....'' شرزمہ نے چونک کر ان کا سپاٹ چہرہ دیکھا اور وہ چاہتے ہوئے بھی ان سے پوچھ نہیں پائی کہ اگر یہ نام آپ نے نہیں رکھا تو کس نے رکھا ہے۔ ایک وقفہ سا دونوں کے درمیان آیا۔

''ہانیہ نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے.....؟'' پروفیسر صاحب کی بات پر وہ چونکی۔

''کس بارے میں.....؟''

''اپنی شادی اور مستقبل کے بارے میں.....'' ان کے دو ٹوک انداز پر وہ تھوڑا سا تعجب کا شکار ہوئی۔

''یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے، میں اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں.....'' اس محتاط انداز پر وہ مسکرائے۔

''انہیں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور اپنے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے.....''

''آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے.....؟'' اس کی زبان پھسلی اور پروفیسر آفاق کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیلی۔

''میں بہت عرصے پہلے اپنی جنت کھو چکا ہوں۔ اس کے بعد بھی اس گمشدہ جنت کی تلاش میں سات سمندروں تک پھر آیا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ جو چیزیں ایک دفعہ کھو جائیں وہ کبھی نہیں ملتیں تو میں نے اپنے دل کو یہ بات سمجھا دی ہے کہ بعض دفعہ دشت کی سیاحی اکیلے ہی کاٹنا پڑتی ہے۔ اب میں اپنی زندگی کی کتاب کے ورق بس پلٹتا جا رہا ہوں۔'' ان کے لہجے میں ایک ان کہا سا دکھ ہلکورے کھا رہا تھا۔ شرزمہ حیرت سے ان کا سوچ میں گم چہرہ دیکھنے لگی جس پر ایک داستان رقم تھی۔

☆☆☆

احتشام نے ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کافی سالوں کے بعد ''ارجمند ولا'' میں قدم رکھا۔ وہ

میں ہوں پاکیزہ

میں ہوں پاکیزہ مدیر اعلیٰ میرے معراج رسول
مجھے سنوارنے والی ہیں عذرا رسول
میرے بناؤ سنگھار کی موتی انجم انصار
رضوانہ پرنس بھی ہیں ان میں شمار
نزہت اصغر کا خوب صورت بیاں ہیں
عظمیٰ آفاق کی تحریریں بھی عیاں ہیں
آمنہ حماد بھی ہیں میری محسن
صغریٰ زیدی بھی سب کا دل لبھاتی ہیں یقیناً
عنیزہ سید رفعت سراج شیریں حیدر
ان کی تحریروں کو سینے سے لگایا میں نے جھوم کر
جلترنگ سی بجنے لگی ہے میرے دل میں
فائزہ افتخار رخسانہ نگار آ گئی ہیں محفل میں
دعائیں ہر اک کی سمیٹتا ہوں کہ ہوں پاکیزہ
ہاتھ ملاتا ہوں دوست دشمن سے کہ ہوں پاکیزہ
شاعرہ: ناہید قاضی، رسال پور، کینٹ

یہاں آنا نہیں چاہتا تھا لیکن آچکا تھا۔ اس کی فلائٹ میں کوئی مسئلہ ہونے کی وجہ سے سب کی بکنگ کینسل کر کے سب مسافروں کو دوسری فلائیٹس میں... ایڈجسٹ کیا گیا تھا۔ اس لیے وہ وقت سے کافی پہلے آ گیا۔ اس نے مصلحتاً کسی کو بھی اس پروگرام کی تبدیلی سے آگاہ نہیں کیا تھا، وہ اپنی وجہ سے کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا، کچھ سب کو حیران کرنے کی عادت بھی پرانی تھی۔

ارجمند ولا میں اتوار کا دن ہونے کی وجہ سے کافی گہما گہمی تھی۔ ابراہیم صاحب چائے کے ساتھ تازہ اخبار میں محو تھے۔ الماس بیگم اور نویرہ ٹی وی پر آنے والی کسی انگلش مووی میں انجلینا جولی کے دلکش خدوخال دیکھنے میں مگن تھیں۔ ان سے کچھ فاصلے پر سنجیدہ سی عبیرہ بڑی توجہ سے کوئی میگزین پڑھ رہی تھی۔ صبح کے دس بج چکے تھے لیکن احتشام کو اچانک سامنے پا کر سب کے چہروں کی سوئیاں بارہ پر آ کر ٹھہر گئیں۔ اس کی آمد نے مسز الماس کا سارا سکون غارت کر دیا۔

بلیک پینٹ اور میرون شرٹ میں اس کی شخصیت خاصی متاثر کن لگ رہی تھی۔ ہینڈسم تو وہ پہلے ہی سے تھا لیکن اب اس کی شخصیت میں محسوس کی جانے والی سنجیدگی نے متانت کے سارے رنگ بھر دیے تھے۔ اچانک اسے بڑا سا ائرائی اٹیچی کیس اندر لاتے دیکھ کر الماس بیگم بوکھلا کر کھڑی ہوئیں۔

''السلام علیکم......'' اس کی بھاری آواز پورے لاؤنج میں گونجی اور سب کا سکون درہم برہم کر گئی۔ الماس بیگم کا خیال تھا کہ اس دفعہ وہ یہاں آنے کے بجائے پورچ کی سیڑھیوں سے سیدھا اوپر ہی جائے گا لیکن ان کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ وہ نہ صرف آ چکا تھا بلکہ بڑے پُراعتماد انداز میں ابراہیم صاحب سے مل کر نشست بھی سنبھال چکا تھا۔ عبیرہ اور نویرہ نے خوفزدہ نظروں سے اپنی ماں کا ہراساں چہرہ دیکھا۔ جبکہ ان سب کے احساسات سے بےخبر وہ سوچ رہا تھا۔

''یہ آنکھیں وہ آنکھیں نہیں تھیں جہاں کبھی اس کی آمد کا سنتے ہی خوشی کے جگنو چمکنے لگتے اب ان آنکھوں سے چھلکتا اضطراب اور پھیکا پن اسے خفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ آج ارجمند ولا کے مکینوں کے چہروں پر سجی مصنوعی مسکراہٹوں سے اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ سبھی لوگ زبردستی مسکرانے کی رسم جبراً انجام دے رہے تھے۔

''کیسے ہو ینگ مین......؟ سفر کیسا رہا......؟'' ابراہیم صاحب کی محبت پر اسے کبھی کوئی شک نہیں رہا تھا اور اب بھی وہ ان کی دل آزاری کے خوف سے سیدھا اِدھر ہی آیا تھا۔ ورنہ اس کا گھر سے نکلتے ہوئے قطعاً ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن گھر میں داخل ہوتے ہی سارے ارادے مٹی کی طرح ڈھیر ہو گئے تھے۔

''یہ شامی بھائی پہلے کی نسبت کچھ زیادہ ہی ڈیشنگ نہیں ہو گئے......'' نویرہ نے اپنی بڑی بہن کے کانوں میں سرگوشی کی جواب۔ تنبیہی نظروں سے اسے گھور کر خاموش رہنے کا اشارہ کر رہی تھی اس کا تمام تر دھیان ماما کی طرف تھا جو انتہائی مضطرب انداز میں اپنی جگہ ایسے جم کر کھڑی تھیں جیسے کسی نے انہیں وہاں گاڑ دیا ہو۔

''ارے بھئی الماس کن سوچوں میں گم ہو، اپنے شامی کے لیے کوئی ناشتا واشتا بنوائیں......'' ابراہیم صاحب کے بشاشت بھرے انداز پر وہ چونکیں۔ انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے اپنے مجازی خدا کو دیکھا جو فدا ہو جانے والے انداز میں اپنے بھانجے سے حال احوال پوچھ رہے تھے۔

''ارے نہیں ماموں، میں بریک فاسٹ جہاز میں کر چکا ہوں......'' اس نے فوراً ہی منع کیا۔ الماس ابراہیم کا دھواں دھواں سا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا اور وہ کوئی بچہ نہیں تھا جو مدِمقابل کے تاثرات نہ پڑھ سکتا ہو۔ ویسے بھی اس کا اس دفعہ الماس بیگم کا ''ضبط'' آزمانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''نویرہ تم کسی سے کہہ کر بھائی کا سامان گیسٹ روم میں سیٹ کرواؤ......'' ان کے نئے آرڈر نے الماس بیگم کو بالکل ہی بوکھلا کر رکھ دیا۔

''نہیں ماموں، اس دفعہ تو میرا حرا کے ساتھ پہلے سے ہی پروگرام سیٹ ہے۔ میں وہیں اس کے پورشن میں اسے تنگ کروں گا۔ وہ ہر دفعہ ناراض ہوتی ہے کہ میں اس کے پاس نہیں آتا۔'' وہ بہت سلیقے سے انکار کر رہا تھا۔ اس کے جواب پر الماس بیگم کے حلق سے بڑی پُرسکون سی سانس خارج ہوئی۔ جبکہ ابراہیم صاحب کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ دوڑا۔

''یہ کیا بات ہوئی بیٹا تم ہمیشہ ہماری طرف قیام کرتے ہو......'' انہوں نے ہلکا سا برا منا کر محبت بھرے انداز میں کہا تو وہ شرمندہ ہو گیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے ماموں، وہ بھی تو آپ کا ہی گھر ہے......'' اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''یہی بات تو میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ''یہ'' بھی تمہارا ہی گھر ہے اور رہی بات حرا کی تو میں اس سے خود بات کر لیتا ہوں۔'' ابراہیم صاحب کی بات نے الماس بیگم کو سخت جھنجلاہٹ میں مبتلا کیا۔

''بھئی آپ کیوں اس بیچارے کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اوپر رہے یا نیچے بات تو ایک ہی ہے......'' الماس بیگم کے جتلاتے انداز پر وہ دونوں چونکے اور ابراہیم صاحب کو اپنی بیگم کے سارے انداز از بر تھے اس لیے وہ کچھ ڈھیلے پڑ گئے۔

''اچھا بھئی مرضی ہے آپ کی......'' وہ تھوڑا سا بددل ہوئے تو شامی نے فوراً اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا۔

''ماموں آپ کیوں خفا ہو رہے ہیں، صبح شام حاضری دوں گا اور رات کا کھانا بھی ہم مل کر کھائیں گے......'' اس کی بات پر مسز الماس بی بھر کر بدمزہ ہوئیں اور ایسی نظروں سے میاں کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں کہ اب تو خوش ہو جائیں۔

''ٹھیک ہے بھئی......'' وہ مسکرائے۔ ''ہاں بھئی الماس بیگم ناشتا تو وہ کر آیا ہے اس کے لیے چائے تو بنوائیں ناں......'' انہوں نے دانستہ خوشگوار انداز میں کہا۔

''ہاں بھئی احتشام چائے کے ساتھ کیا لو گے......؟'' الماس بیگم نے ضبط کے کڑے مراحل سے گزر کر پوچھا۔

''ممانی آپ کو اچھی طرح پتا ہے کہ میں چائے نہیں پیتا......'' اس کے لہجے میں چھپے طنز پر انہیں جھٹکا لگا۔ انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسے دیکھا جس کی نگاہوں میں غضب کی کاٹ تھی۔ وہ تھوڑا سا بدحواس ہوئیں ماحول میں ایک چبھنے والی خاموشی نے تیزی سے جگہ بنائی۔ جبکہ وہ اب بڑے مطمئن انداز سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے انگلش مووی ''دی ٹورسٹ'' میں جونی ڈیپ کی ایکٹنگ دیکھنے میں مگن تھا اس کے محو انداز سے ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ اسی کام کے لیے پاکستان آیا ہو۔

☆☆☆

شرزمہ بڑی بےتکلفی سے پروفیسر صاحب کے کچن میں ''فرائیڈ فش وِد ٹارٹر ساس'' بنانے میں مگن تھی۔ ان کے کچن میں سوئی گیس کے پائپ میں کوئی مسئلہ تھا۔ جس کی وجہ سے اوپر کے پورشن میں گیس کی سپلائی عارضی طور پر بند تھی۔ اسود کو معلوم ہوا تو اس نے فوراً آفر کی کہ وہ کھانا نیچے کے کچن میں بنا لے۔

سفید رنگ کے ایپرن کو باندھے وہ بڑے سلیقے اور مہارت سے اپنے کام میں مگن تھی۔ اس کے لمبے بال سبز رنگ کی پونی میں جکڑے حسبِ معمول دائیں بائیں جھول رہے تھے۔ ٹی وی لاؤنج میں پروفیسر

صاحب کے ساتھ ٹی وی دیکھنے میں مگن اسود کی نگاہ بھٹک بھٹک کر اس کی لمبی پونی کی طرف جا رہی تھی۔ ہانیہ ابھی تک اپنے بوتیک سے نہیں لوٹی تھیں۔ اس لیے شرزمہ کو سارا کام اکیلے ہی کرنا پڑ رہا تھا۔ اب تو شرزمہ کی بھی نیچے والوں کے ساتھ کافی بے تکلفی ہو گئی تھی اس لیے وہ کسی بھی کام کے لیے بلا جھجک نیچے آجاتی۔

وہ مچھلی کے قتلوں پر نمک، سفید مرچ، لہسن، مسٹرڈ پاؤڈر اور سرکہ لگا کر ٹرے میں رکھ رہی تھی جب ہانیہ شور مچاتی وہاں داخل ہوئیں۔ اندر کا منظر ان کے لیے حیران کن تھا اس لیے وہ جھجک کر دروازے میں کھڑی ہو گئیں۔ اس وقت شرزمہ کی یہاں موجودگی ان کے لیے حیران کن تھی۔

''ارے واہ......! لگتا ہے کہ آج شرزمہ آپ لوگوں کے لیے کوئی خاص ڈش ٹرائی کر رہی ہے......'' ان کا جتلاتا ہوا انداز بیک وقت تینوں کو ہی چونکا گیا۔ وہ اب سنجیدگی سے آگے بڑھ آئیں۔

''ہمارے ایسے اچھے نصیب کہاں......'' اسود کا انداز معنی خیزی لیے ہوئے تھا۔ ''یہ تو اوپر گیس کے کنکشن میں کوئی فالٹ آگیا ہے اس لیے محترمہ یہاں مزے مزے کی ڈشز آپ کے لیے تیار کر رہی ہیں۔ شام تک مسئلہ حل ہو جائے گا اس وقت تک ہم خوشبوؤں سے گزارہ کر لیتے ہیں۔'' اسود کے چہرے پر شرارت رقصاں تھی۔ اس کی بات پر ہانی نے اطمینان بھری سانس لی۔

''ہاں بھئی کیا بنا رہی ہو لنچ میں......؟'' ہانیہ نے ابرو چڑھا کر شیلف پر رکھی مچھلی کو دیکھا۔ ''مائی گاڈ اتنی گرمی میں فش کون پاگل کھاتا ہے......''

''وہی پاگل جو اتنی گرمی میں کریلے گوشت کھاتا ہے......'' اسود کے طنز پر وہ تھوڑا سا کھسیا گئیں۔

''بھئی شیری ساتھ میں فرنچ فرائز بھی بنا لینا......'' انہوں نے بے تکلفی سے فرمائش کی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''سبحان اللہ آتے ہی فرمائشی پروگرام جاری کر دیا۔ لیڈی ڈیانا صاحبہ کچھ خود بھی ہاتھ پیر ہلا لیا کریں......'' اسود نے انہیں چھیڑا جو شرزمہ کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ کتنی نفاست سے مچھلی کے ٹکڑے پر میدے کی تہہ لگا کر انڈے میں ڈبو رہی تھی۔

''توبہ کرو توبہ...... یہ میرے بس کا کام نہیں......'' انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ ''یہ شیری کا ہی شوق ہے وہ جو کچھ بنا لیتی ہے میں صبر شکر کر کے کھا لیتی ہوں۔'' انہوں نے بھی آج عاجزی کی انتہا کر دی۔ وہ اب بڑی دلچسپی سے پروفیسر صاحب کو دیکھ رہی تھیں جو اس ساری گفتگو میں بالکل خاموش تھے۔

''ماشاءاللہ پہلی بندی دیکھی ہے جو رات اسٹیم چکن، کل چکن جلفریزی اور پرسوں افغانی پلاؤ بھی صبر شکر کر کے کھا رہی ہے۔ اللہ ایسا صبر و شکر کرنے کا موقع ہمیں بھی دے۔'' اسود نے جل کر کہا۔ اس کی بات پر ہنی کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا جبکہ شرزمہ اور پروفیسر صاحب دھیرے سے مسکرا دیے۔

''اس کا تو بہت آسان سا حل ہے......'' وہ شیلف پر رکھی سلاد کی پلیٹ اٹھا کر لے آئیں۔

''اچھا، وہ کیا......؟'' اسود مارے تجسس کے اٹھ کر ان کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا۔

''فوراً سے بیشتر شادی کر لو......'' انہوں نے کھیرے کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے مفت مشورہ دیا تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

''ایسے مہنگے مشورے آپ ہی دے سکتی ہیں......''

''مشورہ تو ہانیہ نے بالکل درست دیا ہے......'' پروفیسر آفاق نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''آپ دونوں کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ نیک فریضہ آپ لوگ کیوں نہیں انجام دے لیتے، ماشاءاللہ مالدار آسامیاں ہیں......'' وہ کون سا

کسی سے کم تھا۔

''بھئی ہمیں تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں، تم ہی دوسروں کے کھانوں پر ''نظر'' رکھتے ہو۔ اس لیے کہا ہے کہ جلنے اور کڑھنے سے بہتر ہے کہ کوئی گھر والی لے آؤ۔'' ہانیہ بے تکلفی سے سلاد کھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''آج کل کی لڑکیوں کو کہاں کوکنگ آتی ہے......'' اس کے انداز میں بیزاری کا عنصر غالب تھا۔ ''کچھ ریڈی میڈ کھانوں کی کمپنیوں نے لڑکیوں کی قوم کو مزید سست اور کاہل بنا دیا ہے۔''

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں......'' ہانیہ نے اختلاف کیا۔ ''ساری لڑکیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں اب ہماری شیری بھی تو ہے اکلوتی اولاد ہونے کے باوجود سمیعہ آپی نے اسے بہت چھوٹی عمر میں ہی سب کچھ سکھا دیا تھا۔''

''ہاں جی بس بہن کو ہی کچھ نہ سکھا سکیں، سارا زور اپنی معصوم بیٹی پر ہی ان کا چلا......'' اسود ہنستے ہوئے ان پر چوٹ کر گیا۔ وہ اب شرزمہ کے پاس آن کھڑا ہوا جو خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے ہوئے ایک پیالی میں میونیز نکال رہی تھی۔ مچھلی کے فرائی ہونے کی اشتہا انگیز مہک چاروں طرف پھیل گئی۔

''بھئی میں نے تو تمہیں پہلے دن ہی بتا دیا تھا کہ ہانیہ اپنا ٹیلنٹ کچن میں نہیں جھونک سکتی۔ اب عام گھریلو خواتین کی طرح گھنٹوں مغز ماری کر کے لنچ اور ڈنر بنائے جب ہر چیز ریڈی میڈ بازار سے مل جاتی ہے تو پھر ایسے چونچلے کرنے کی کیا ضرورت ہے......'' ان کی اپنی ایک فلاسفی تھی۔ جس سے کسی کا متفق ہونا ضروری نہیں تھا کیونکہ وہ انتہائی من موجی خاتون تھیں۔

''اللہ رحم کرے آپ کی زندگی کے ساتھی پر......'' اسود کی بات پر شرزمہ مسکرائی۔ اس نے شیشے کے جار سے سیاہ زیتون نکالتے ہوئے ہانیہ کا پُراعتماد چہرہ دیکھا۔

''بھئی میری زندگی کا ساتھی تم جیسا کنگلا تھوڑی ہوگا، گھر میں دو دو کک افورڈ کر سکتا ہوگا......'' انہوں نے کن انکھیوں سے پروفیسر آفاق کا چہرہ دیکھا جو ان کی نوک جھوک سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

''میری تمام تر ہمدردیاں اس معصوم بندے کے ساتھ ہیں......'' وہ فرنچ فرائز بنانے میں شرزمہ کی مدد کرتے ہوئے شوخ انداز میں بولا۔

''تم باتیں کم کرو اور کام پر نظر رکھو، سخت بھوک لگ رہی ہے......'' وہ شیلف کے پاس آکر جار سے زیتون نکال کر کھانے لگیں۔ اسی لمحے اسود اور پروفیسر صاحب نے بیک وقت نظر اٹھا کر شرزمہ کو دیکھا جو ٹرے میں ساری چیزیں بڑے مگن انداز میں سیٹ کر رہی تھی۔ اس کے سادہ سے انداز میں کوئی خاص بات تھی جو دیکھنے والوں کو چونکا دینے کی اہلیت رکھتی تھی۔

☆☆☆

''شاہی بھائی کیسے ہیں آپ......؟ پھپھو کیسی تھیں؟'' نوریہ کو آج اپنی ماما سے نظر بچا کر اوپر آنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے اس موقع کی تلاش میں تھی لیکن ماما نے سخت قسم کا مارشل لا نافذ کیا ہوا تھا۔

''خیال آگیا تمہیں آج بھائی کا......؟'' شاہی کی گلہ آمیز نظروں سے وہ ایک دم شرمندہ ہو گئی۔

''آپ کو پتا تو ہے ماما کا، آج کل تو ویسے ہی ان کا مزاج سوا نیزے پر ہے۔'' نوریہ نے گھبرا کر اپنی طرف سے صفائی دی۔

''ان کا مزاج کب سوا نیزے پر نہیں ہوتا......'' شاہی بیزار ہوا۔ ''تم سناؤ اسٹڈیز کیسی چل رہی ہیں......؟''

''اسٹڈیز تو اے ون ہیں......'' وہ پُرجوش ہوئی۔ ''آپ ویسے کتنے عرصے کے لیے آئے

ہیں......'' نورہ نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے رازداری سے پوچھا۔

''یہ سوال کیا تمہاری ماما نے پوچھا ہے......؟''

شامی کے طنزیہ لہجے پر وہ خفت کا شکار ہوئی۔

''آپ بھی شامی بھائی حد کرتے ہیں کم از کم مجھے تو ایک ہی لائن میں سب کے ساتھ مت کھڑا کیا کریں۔'' نورہ روہانسی ہوئی تو احتشام کو شرمندگی کا احساس ہوا۔

''سوری سسٹر، اصل میں تمہاری ماما کا شر ہی چاروں طرف اتنا پھیلا ہوا ہے کہ ہر کسی کو مشکوک نظروں سے دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے۔'' احتشام کو اندازہ تھا کہ وہ سب لوگ نورہ سے زیادتی کر جاتے تھے۔ وہ تھی بھی تو اپنے سارے گھر میں مختلف۔ حد درجہ مخلص اور صاف گو۔

''ہوں۔ تو تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ میں کتنے عرصے کے لیے آیا ہوں......؟'' شامی نے محظوظ ہوتی نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھا جو خفت زدہ انداز سے انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

''ظاہر ہے کہ آپ ہی اس وقت یہاں موجود ہیں......'' اس نے بھی جتاتی نگاہ سے دیکھا۔

''پتا ہے نورہ، اس موقع پر مجھے ایک چھوٹی سی نظم یاد آ رہی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا وہ کون سی؟'' نورہ بے تاب ہوئی۔

''سنا دوں......؟'' انہوں نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا جواب ہلکی سی خفا خفا لگ رہی تھی۔

''سنا بھی دیں اب۔'' نورہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''نظم کچھ یوں ہے۔'' وہ دھیمے سُروں میں گویا ہوا... تو نورہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''مسافر ہوں

تیرے شہر محبت میں ذرا سی دیر بیٹھوں گا

چلا جاؤں گا اپنے راستے پر

زندگی کی رات ڈھلنے دے، بدن کو مات ہونے دے

رکی ہے جو لبوں پر، وہ بات ہونے دے!''

''بہت خوب۔'' نورہ نے کھلے دل سے سراہا۔ ''بہت عرصے کے بعد کوئی اچھی چیز سنی ہے، سچ بتاؤں تو پورے گھر میں جیا آپی کو ہی شوق تھا۔'' وہ روانی میں بولی۔ ''اور یاد ہے ہم رات گئے کتنی بیت بازی کیا کرتے تھے۔'' نورہ انجانے میں ان کے کئی زخموں کو ادھیڑتی گئی اور اسے اس وقت احساس ہوا جب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

''آئی ایم سوری...... مجھے کچھ یاد نہیں۔ ویسے بھی میں ماضی میں نہیں حال میں جینے والا بندہ ہوں۔'' انہوں نے مزید اضافہ کیا۔

''سوری بھائی۔'' نورہ سخت شرمندہ ہو کر اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبائے ان کا پھیکا سا چہرا دیکھنے لگی۔

''لفظ سوری، انگریزوں کی بہترین ایجاد ہے۔ ان کی ڈکشنری میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ، چاہے کسی کے دل پر جتنی چھریاں چلا لو، اس کی ذات کی دھجیاں اڑا دو یا کسی کی پوری زندگی سے کھیل جاؤ اور اس کے بعد ہاتھ جھاڑ کر سوری کہہ دو۔ کتنا آسان کام ہے یہ، ہے ناں؟'' شامی کا زہریلا لہجہ نورہ پر گھڑوں پانی ڈال گیا۔

''آئی ایم رئیلی سوری بھائی۔'' وہ روانی میں ایک دفعہ پھر بولی اور یک لخت اس نے اپنے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ شامی استہزائیہ انداز میں ہنسا تو نورہ کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آگئے جنہیں دیکھ کر اسے اپنے لہجے کی تلخی کا احساس ہوا۔

''آئی ایم سوری، اچھی لڑکی۔'' اس نے بھی بلا ارادہ ہی کہا۔ نورہ کے چونکنے پر اسے بھی احساس ہوا کہ وہ خود بھی وہی حرکت کر چکا ہے۔ اس کے چہرے پر پھیلی خفت سے محظوظ ہوتے ہوئے نورہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اسے ہنستا دیکھ کر شامی خود بھی

چاہتے ہوئے ہنس دیا۔ اگلے ہی لمحے وہ بالکل پرانے اسٹائل میں گپ شپ میں مگن ہوگئے۔

☆☆☆

''دیکھو شیری، تم میری بھانجی ہو لیکن میں نے تمہیں بالکل اپنی اولاد کی طرح سمجھا ہے۔'' اس دن ہنی ایک دم ہی اس کے کمرے میں آ کر بولیں۔ وہ جو اپنے لیپ ٹاپ پر کسی کام میں مگن تھی ہنی کی انتہائی سنجیدہ کہی ہوئی بات پر چونک گئی۔

''دیکھو میری جان!'' یہ ہنی کا مخصوص اسٹائل تھا جب وہ کوئی اہم بات کرنے لگتیں تو میری جان ان کا تکیہ کلام بن جاتا۔ وہ اس کے ساتھ فلور کشن پر آ کر بیٹھ گئیں۔

''تمہیں مجھ پر اعتبار ہے ناں......؟'' انہوں نے انتہائی محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ شرزمہ اُن کی آنکھوں میں آئی ہلکی ہلکی نمی پر تعجب میں مبتلا ہوئی۔

''کیسی باتیں کرتی ہیں ہنی۔'' اس نے ان کی گود میں سر رکھا اور کارپٹ پر نیم دراز ہوگئی۔ یہ اس کا لاڈ دکھانے کا مخصوص انداز تھا۔

''میں بہت ڈرتے ڈرتے تم سے آج یہ بات کر رہی ہوں۔'' ان کی تمہید شرزمہ کو الجھن میں مبتلا کر گئی۔

''کم آن ہنی، آپ بلا جھجک بات کریں، کیوں ٹینس ہیں؟''

''تمہاری وجہ سے پریشان ہوں۔'' ان کی صاف گوئی پر وہ حیران ہوئی اور آنکھیں پھیلا کر اُن کا سنجیدہ انداز دیکھنے لگی۔ وہ تو بہت خاص چیزوں کو بھی بہت عام انداز سے دیکھنے کی عادی تھیں لیکن آج نہ جانے کون سی چیز ان کو مضطرب کر رہی تھی۔

''تم میری زندگی کا سرمایہ ہو اور مجھے دنیا میں سب سے زیادہ تم سے محبت ہے۔'' انہوں نے رنجیدہ لہجے میں بات کا آغاز کیا۔ ''میں نے اسپین سے تمہاری وجہ سے ہی پاکستان آنے کا فیصلہ کیا تھا۔'' ان کی سو فیصد درست بات پر شرزمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''مجھے تمہارے معاملے میں کسی پر بھی اعتبار نہیں۔'' انہوں نے شرزمہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے انتہائی محبت سے کہا۔

''مجھے پتا ہے ہنی۔'' وہ مسکرائی۔ ان کی پُرخلوص محبت تو شرزمہ کے لیے ساری دنیا سے قیمتی اثاثہ تھی۔

''یہاں آنا ہماری مجبوری ہے اور انشاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا جب ہم بارسلونا واپس چلے جائیں گے۔'' انہوں نے آج ایک نئی بات کہہ کر اسے حیران کیا وہ تو یہی سمجھ رہی تھی کہ اب وہ لوگ ہمیشہ کے لیے پاکستان میں رہیں گے۔

''میں اس گھر میں کبھی نہ رہتی اگر فاروق بھائی نے مجھے اپنی شخصی ضمانت نہ دی ہوتی۔ اس گھر میں ہم دو خواتین کے علاوہ اب ایک ملازمہ کا اضافہ ہو چکا ہے اور وہ بھی میں نے پروفیسر صاحب سے کہہ کر کروایا ہے۔'' انہوں نے مزید حیران کیا۔

''ہنی ہمیں یہاں کوئی خطرہ ہے کیا؟'' وہ فوراً ہی پریشان ہوئی۔ چڑیا جیسا نازک تو اس کا دل تھا۔ اس کی بات پر وہ مسکرائیں۔

''نہیں چندا بظاہر تو ایسی کوئی بات نہیں...... لیکن تم میری ذمے داری ہو اور میں اپنے نئے شروع کیے ہوئے بزنس کی وجہ سے سخت مصروف ہوں لیکن اس کے باوجود میرا سارا دھیان تمہاری طرف رہتا ہے۔'' ہنی کی محبت پر اس کی آنکھیں نم ہوئیں۔

''بس تھوڑا سا میرا بزنس سیٹ ہو جائے تو ہم اپنا علیحدہ سے فلیٹ لے کر رہ لیں گے۔'' انہوں نے سنجیدگی سے اسے مزید حیران کیا۔ ''بس تم تھوڑی سی احتیاط کیا کرو، اسود اور پروفیسر لاکھ بہت اچھے اور شریف انسان ہوں لیکن مرد پر شیطان آنے میں صرف ایک لمحہ لگتا ہے۔''

''کیا مطلب ہنی؟'' وہ فوراً اٹھ کر بیٹھی اور خوفزدہ نظروں سے اُن کا سنجیدہ چہرہ دیکھنے لگی وہ کچھ

متذبذب تھیں۔ ”ہنی آپ مجھ سے کھل کر بات کریں ناں۔“

”بس صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ سوئٹ ہارٹ تم میری غیر موجودگی میں نیچے جانے سے ذرا احتیاط ہی کیا کرو۔ میں فل ٹائم ملازمہ کا بندوبست کر رہی ہوں وہ یونیورسٹی سے آنے کے بعد سارا وقت تمہارے ساتھ رہا کرے گی۔“

”ہنی کیا کچھ ہوا ہے؟“ شرزمہ کافی زیادہ پریشان ہوئی۔

”میری جان کچھ بھی غلط ہونے کے لیے کون سا صدیاں لگتی ہیں بس سارا ایک لمحے کا کھیل ہوتا ہے تو کیا ضروری ہے کہ ہم اس ایک لمحے کو خود ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئیں۔“ ہنی کی بات پر وہ شرمندہ ہوئی۔ اسے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہنی کو آخر کس چیز نے پریشان کیا ہے۔

”تم کل دوپہر اُن کے گھر میں اکیلے کھانا بنانے چلی گئیں، مجھے اچھا نہیں لگا۔“ انہوں نے اِک لمبی چوڑی تمہید کے بعد اصل بات اگل ہی دی۔

”لیکن ہنی میں اکیلی تو نہیں تھی، ان کے گھر میں بوا، اسود اور پروفیسر صاحب خود تھے۔“ شرزمہ نے گھبرا کر وضاحت دی۔

”کیا وہ سارے لوگ تمہارے لیے اپنی ہنی سے زیادہ قابلِ اعتبار ہیں؟“ ان کے ناراض لہجے پر وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔

”ہنی میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا.....“

”مائی سوئٹ ہارٹ، تم بہت معصوم، سادہ اور بے وقوف ہو اور اسی چیز سے مجھے خوف آتا ہے کہ کوئی تمہاری اس سادگی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا لے۔“ ہانیہ کی پریشانی کسی صورت کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

”اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہنی۔“ شرزمہ نے اپنے بال سمیٹتے ہوئے برا سا منہ بنایا جو ہنی کو بالکل اچھا نہیں لگا تبھی اس دفعہ وہ بولیں تو ان کے لہجے میں ہلکی سی ناگواری تھی۔

”یہ مرد ذات بہت عجیب ہے۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہے اور خواتین جو اُن کو سمجھنے کا دعویٰ کرتی ہیں بالکل غلط کرتی ہیں کیونکہ عورت جہاں سوچنا ختم کرتی ہے، مرد وہیں سے سوچنا شروع کرتا ہے۔“ ہنی نے آج بڑی عجیب سی تھیوری اسے پڑھائی۔

”اُف ہنی، میرا تو خیال تھا کہ آپ جینٹلمین مردوں سے بہت امپریس ہوتی ہیں لیکن مجھے تو آج پہلی دفعہ پتا چلا ہے کہ آپ تو اُن سے بہت خار کھاتی ہیں۔“ شرزمہ کی سادگی میں کہی ہوئی بات پر اُن کے چہرے کا رنگ اڑا۔

”اس لیے کہ میں نے اُن کے بہت عجیب اور چبھنے والے رنگ بہت قریب سے دیکھے ہیں۔“ وہ اب ذرا دھیمے لہجے میں بولیں۔

”پھر آپ کی ان سے اتنی جلدی دوستی کیسے ہو جاتی ہے؟“ استعجاب کی ایک لہر اس کے چہرے پر نمودار ہوئی تو وہ ہنس دیں۔

”تم نے دوست نما دشمن دیکھے ہیں کبھی شرزمہ؟“

”نہیں۔“ اس نے عجلت میں نفی میں سر ہلایا۔

”تمہارے سامنے ہیں۔“ ہنی کا لہجہ عجیب اور آنکھوں میں ایک چبھنے والا تاثر نمایاں تھا۔ شرزمہ ان کا یہ نیا روپ دیکھ کر حیران ہوئی۔

”کون ہنی، آپ......؟“

”ہاں میں۔“ انہوں نے اپنے نادیدہ کالر بڑے فخر سے کھڑے کیے۔

”جانے دیں ہنی۔“ شرزمہ نے ناک سے مکھی یوں اڑائی جیسے اُن کی بات اڑا رہی ہو۔

”اوہ یس ڈارلنگ!“ وہ کھلکھلا کر ہنسیں۔ ”ہنی کو دنیا میں بس ایک ہی بندی سے پیار ہے اور وہ ان کی شیری ہے۔ باقی سب کے لیے تو وہ ایک جنونی شیرنی ہے شیرنی۔“ ہنی اب انتہائی غیر سنجیدہ انداز

میں اس کی ناک سے ناک ٹکرا کے شرارت کر رہی تھیں۔ ان کا یہ شوخ اسٹائل شرزمہ کو بہت بھاتا تھا اس لیے وہ خود بھی سب کچھ بھول بھال کر اُن کے ساتھ اٹکھیلیاں کرنے لگی۔

☆☆☆

''روی خالہ......'' نوریہ بڑی خاموشی کے ساتھ ان کے پاس سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے چونک کر اپنی سب سے چھوٹی بھانجی کو دیکھا جس کے اندر کوئی بے چین روح سمائی تھی، وہ یونیورسٹی سے آنے کے بعد پورے گھر میں بولائی بولائی پھرتی۔

''روی خالہ!'' اس نے ایک دفعہ پھر پکارا تو انہوں نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اداس کیوں ہیں؟'' نوریہ نے وہ سوال کیا جو صبح سے کسی نے بھی اُن سے نہیں کیا حالانکہ سب کو پتا تھا کہ اگست کے یہ دن ان پر بہت بھاری گزرتے تھے۔

''آپ کو خالو یاد آ رہے ہیں ناں!'' اس نے سو فیصد درست اندازہ لگایا تو ایک پھیکی سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر ٹھہر گئی۔

''میرے پاس ان کو یاد کرنے کے لیے کوئی بھی اچھی یاد نہیں۔''

''آپ نے ان سے شادی کیوں کی تھی؟ اتنے غیر ذمے دار اور بے حس انسان تھے وہ جنھوں نے کبھی مڑ کر بھی آپ کی طرف نہیں دیکھا۔'' نوریہ نے بڑے محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

''بس میری قسمت میں تھا ایسا۔'' انہوں نے زمین پر چلنے والی چیونٹیوں کی قطار کو دیکھا جس میں ایک چیونٹی اپنی لائن سے نکل کر اب دائیں بائیں بوکھلائی ہوئی پھر رہی تھی رومیصہ کو اپنا وجود بھی بالکل اس چیونٹی کی طرح لگا۔

''وہ سارے لوگ جو قسمت کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں مجھے ان پر بہت غصہ آتا ہے۔ کیا قسمت آپ کے گھر میں آ کر آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اندھے کنویں میں دھکیل دیتی ہے۔ سارے فسادی کی جڑ ہمارا دل اور دماغ ہوتا ہے جو درست سوچ کر درست فیصلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اور ہمیں بدقسمتی کے دائرے میں دھکیل دیتا ہے۔ اس کے بعد ساری زندگی ہم قسمت کو کوستے ہوئے خود کو مظلوم ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔'' نوریہ کے اندر اتنی سی عمر میں نہ جانے کہاں سے اتنی تلخی آ گئی تھی۔

''تمہارا خیال ہے کہ قسمت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی؟'' روی خالہ نے اداسی سے اپنی بھانجی کا پُرخلوص چہرہ دیکھا۔

''قسمت کے کردار سے میں انکار نہیں کر رہی لیکن مجھے نہیں لگتا کہ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ برا کرتا ہوگا۔ وہ تو ستر ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ اس نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا۔ اسے سوچنے سمجھنے کی بہترین صلاحیت دی۔ انسان اپنے فیصلوں کے معاملے میں بااختیار ہے۔'' نوریہ کے اپنے نظریات تھے۔

''لیکن یہ اللہ کی کوئی آزمائش بھی تو ہو سکتی ہے۔'' روی کو اپنی اس بھانجی سے بات کرنا ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔

''فارگاڈ سیک خالہ......'' اس نے باقاعدہ ان کے آگے ہاتھ جوڑے۔ ''مجھے اس بات سے اختلاف نہیں لیکن آپ کے معاملے میں تو ایسا ہی ہوا ہے جیسے آپ اس آزمائش کو خود ہاتھ پکڑ کر اپنی زندگی میں لے آئی ہوں۔'' وہ تھوڑا سا خفا ہوئی۔

''آج تک اس گھر میں آپ کی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے بھلا؟'' اس کی بات پر وہ چونکیں اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''آپ شادی سے پہلے بھی ماما کی بہن تھیں اور بعد میں بھی آپ کی یہ حیثیت رہی۔ آپ کو کس نے اس گھر کی بہو تسلیم کیا......؟'' وہ بہت سفاک انداز میں بولی۔ ''یہ دادو جن کی خدمت میں آپ دن رات ایک کر دیتی ہیں وہ آج بھی کوئی بات کرتی ہیں تو یہی کہتی ہیں کہ تمہاری خالہ کہاں ہے؟ الماس کی بہن، انعم کی ماں، مجھے بتائیں کبھی انہوں نے آپ کو اپنے بیٹے کے حوالے سے پکارا؟ کبھی ہم بچوں کو ٹوکا کہ یہ تمہاری خالہ ہی نہیں چچی بھی ہیں۔ چلیں خالہ تو آپ ہماری ٹھہریں لیکن ارسلان لوگ آپ کو کس خوشی میں روی خالہ کہتے ہیں؟'' نوریہ ایک دفعہ پھر شروع ہو چکی تھی۔

''مجھے ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' انہوں نے افسردگی سے نظریں چرائیں۔

''حالانکہ آپ کو ان چیزوں سے فرق پڑنا چاہیے تھا۔'' وہ تھوڑی بلند آواز میں گویا ہوئی۔

''جب آپ اپنے خلاف ہونے والی پہلی زیادتی یا ظلم پر احتجاج نہیں کرتے تو پھر آپ کو بعد میں ہونے والی زیادتیوں پر بھی واویلا کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ اپنی خاموشی سے خود ظالم کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اگلا وار کر سکتا ہے۔'' غصے کی زیادتی سے اس کا چہرہ سرخ ہوا۔

''یہ تم روی کو کون سی پٹیاں پڑھاتی رہتی ہو؟'' ماما کی سلگتی ہوئی آواز نوریہ کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی جبکہ روی خالہ کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ بہن کے غصے سے تو ان کی جان جاتی تھی۔

''میں کون سی غلط بات کر رہی ہوں۔'' وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے تن کر کھڑی ہوئی۔

''تم فضول باتیں کم کیا کرو۔'' ماما کے ساتھ کھڑی عبیرہ نے بھی برہم نظروں سے اپنی چھوٹی بہن کا باغی چہرہ دیکھا۔

''میں آپ کی طرح ماما کی چمچی نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے اچھی بیٹی ہونے کا کوئی میڈل لینا ہے۔ مجھے جہاں بھی کوئی غلط بات نظر آئے گی تو میں احتجاج ضرور کروں گی۔'' نوریہ کے اندر کی باغی لڑکی پوری قوت سے بیدار ہوئی۔

''شٹ اپ نوریہ۔'' الماس بیگم نے بھڑک کر کہا۔

''ماما یہ آپ مجھے ہر وقت شٹ اپ کال مت دیا کریں۔'' اس نے انگلی اٹھا کر بڑی بے خوفی سے کہا۔ ''یہ ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھا کریں کہ میں آپ کی ہی بیٹی ہوں اور جیا آپ کی بہن ہوں۔ میرے ساتھ جو جس لہجے میں بات کرے گا میں بھی اسی لہجے میں جواب دوں گی۔'' نوریہ کی بڑھی ہوئی خود اعتمادی کب خودسری میں تبدیل ہوئی اس چیز کا اندازہ گھر میں کسی کو بھی نہیں ہوا۔ وہ کسی آتش فشاں کی طرح اب ہر وقت پھٹنے کو تیار رہتی۔ اس وقت بھی وہ الماس بیگم کو تپا کر دھپ دھپ کر کے اپنے کمرے کی طرف جا چکی تھی۔

''اور یہ تم کیا اس کے فضول قسم کے فتوے ہر وقت سنتی رہتی ہو؟'' الماس بیگم نے ہمیشہ کی طرح اپنا باقی غصہ اپنی بہن رومیصہ پر اتارا۔

''آپی میں تو اسے سمجھا رہی تھی۔'' انہوں نے بوکھلا کر انہیں صفائی دی۔

''تم اسے سمجھا رہی تھیں یا وہ سقراط کی بھتیجی بن کر تمہیں بغاوت کے سبق سکھا رہی تھی؟'' انہوں نے اپنی بہن کی کلاس لی۔

''آپی دفع کریں، بچی ہے، اسے عقل کہاں۔'' روی خالہ نے گڑبڑا کر جواب دیا۔ اتنے سالوں میں انہیں اپنی بہن کو ٹھنڈا کرنے کا ہنر آ ہی گیا تھا۔

''یہ بچی ہے......؟'' ان کی طنزیہ نگاہوں سے وہ خائف ہوئیں۔ ''کچھ یاد ہے کہ اسی عمر میں تم اس گھر میں دلہن بن کر آئی تھیں اور ایک بچی کی ماں بن گئی تھیں۔'' ان کے تلخ لہجے پر رومیصہ کے زخموں کے کئی ٹانکے ادھڑتے گئے۔ وہ نگاہیں جھکائے اپنے پیر کے انگوٹھے پر نظریں جمائے شرمندہ شرمندہ کھڑی تھیں۔ الماس بیگم نے ایک کڑی نظر ان پر ڈالی اور

اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئیں وہ عبیرہ کے ساتھ مارکیٹ جا رہی تھیں۔

''روی خالہ آپ بھی کچھ احتیاط کیا کریں۔'' عبیرہ نے بھی دبے دبے لہجے میں کہا۔ ''ماما نے آپ کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔'' وہ بھی شروع ہوئی رومیصہ کا سر اور جھک گیا۔ ''ابھی تک میرے ددھیال والوں نے ان کا یہ قصور معاف نہیں کیا، اوپر سے آپ بھی بچوں والی حرکتیں کرنے لگتی ہیں۔'' عبیرہ کو اپنی ماں سے بے تحاشا محبت تھی اور ان کے حق میں تو وہ صبح سے شام تک ایک لمبی تقریر جھاڑ سکتی تھی لیکن اچھا ہوا کہ ماما نے اسے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے پکار لیا اور وہ خود بھی ناراضی سے ان کی جانب بڑھ گئی جبکہ اپنی جگہ پر جمی کھڑی رومیصہ بس اپنا قصور سوچتی رہ گئیں۔

☆☆☆

''خیریت ......؟ آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟'' اسود بہت دیر سے لان میں بیٹھا اسے ٹیرس کے چکر لگاتے دیکھ رہا تھا حالانکہ وہ شام کو ایک چکر لان کا ضرور لگاتی تھی لیکن کچھ دنوں سے اس کی اس روٹین میں تبدیلی آگئی تھی۔ اب وہ کبھی کبھار رات کو ہانیہ کے ساتھ باہر سڑک پر واک کرتی دکھائی دیتی۔ اس وقت بھی وہ بے چینی سے کئی چکر نہ جانے کیوں ٹیرس کے لگا چکی تھی جبکہ نیچے بیٹھے اسود نے اس کی بے تابی کو بطورِ خاص محسوس کیا۔ اس لیے دبے پاؤں اوپر چلا آیا۔ اس کے پیچھے سے اچانک بولنے پر وہ ڈر سی گئی۔

''آپ کا تو بہت چھوٹا دل ہے فوراً ڈر جاتی ہیں۔'' وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوا۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔'' اس نے فوراً تردید کی اور گرل پر ہاتھ رکھ کر نیچے جھک کر خود کو پُراعتماد ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

''کس کا انتظار کر رہی ہیں آپ؟'' اسود نے اس کی نظروں کے تعاقب میں سامنے سڑک پر دیکھا جو دور دور تک بالکل خالی تھی۔

''چکن بروسٹ کی ایک ڈیل منگوائی تھی اسی کا انتظار کر رہی ہوں۔'' اس کے معصومانہ انداز پر وہ ماتھے پر ہاتھ مار کر جو ہنسا تو پھر ہنستا ہی چلا گیا۔

''مائی گاڈ، بہت معصوم ہیں آپ!''

''اس میں معصومیت والی کیا بات ہے؟'' شرزمہ کو اس کا ہنسنا برا لگا۔

''آپ کے انداز کی بات کر رہا ہوں۔'' اس نے گڑبڑا کر وضاحت دی۔ ''جس طرح آپ نے چکر لگا لگا کر ٹیرس گھسا دیا ہے میں تو سمجھا کہ شاید کوئی خاص ہستی تشریف لا رہی ہے۔''

''جس ٹائم پر آپ کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس وقت سب سے خاص ہی ہوتی ہے۔'' شرزمہ کے منہ سے نکلنے والے غیر متوقع جملے نے اسود کو حیران کیا۔

''آپ بہت حیران کُن بھی ہیں۔'' اسود نے اپنی رائے میں فوراً ترمیم کی۔ وہ چپ رہی۔ نیچے اسے ڈیل لیے بندہ نظر آ چکا تھا۔ وہ نیچے جانے لگی۔

''ایک منٹ، آپ یہاں ٹھہریں۔'' اسود نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں لے کر آتا ہوں۔'' وہ فوراً ہی سیڑھیاں اترنے لگا۔

''مجھ سے پیسے تو لے جائیں۔'' شرزمہ نے ہلکی سی ناگواری سے کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ٹھیک تین منٹ کے بعد وہ دوبارہ اوپر تھا۔

''بل کہاں ہے؟'' شرزمہ کی بات پر وہ حیران ہوا۔

''کون سا بل؟''

''ان سب چیزوں کا۔'' شرزمہ کو اس کی بے نیازی پر غصہ آیا۔

''بھئی میں خود آپ کے ساتھ مل کر کھاؤں گا مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ اس لیے کوئی بل [illegible]

تھا۔'' اس کی بے تکلفی اس لیے شرزمہ کو زہر لگی۔

''ایسا کریں کہ پھر یہ آپ ہی کھا لیں۔ میں اپنے لیے اور آرڈر کر دوں گی۔'' اس نے ناک چڑھا کر کہا تو اسود کا چہرہ ایک لمحے کو تاریک ہوا۔

''سوری۔'' اسود نے ہاتھ میں پکڑا شاپر میز پر رکھا، سنجیدگی سے نیچے سیڑھیاں اترتا گیا جبکہ اس [illegible] کے مظاہرے پر شرزمہ ہکا بکا رہ گئی۔ اسے [illegible] بھی توقع نہیں تھی کہ وہ اس کی بات کا اتنا برا منا [illegible] ہے۔ کئی لمحوں تک تو وہ وہیں کھڑی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی رہی اور اس کے بعد اس نے نیچے جھانک کر دیکھا تو وہ سامنے لان میں بڑی سنجیدگی سے اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔

وہ کچھ سوچ کر کچن میں گئی اور تمام چیزوں کو ٹرے میں سیٹ کیا اور پھر بڑی احتیاط کے ساتھ نیچے آگئی۔ اس نے ٹرے لان میں رکھی میز پر رکھی تو اسود نے چونک کر اسے دیکھا جو بڑے خفت زدہ انداز میں سر جھکائے سامنے کھڑی دل میں اتر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے اپنے لبوں پر آنے والی مسکراہٹ کو بہ مشکل روکا۔

''اب کیا ہوا ہے؟'' اس نے بھی معصوم بن کر پوچھا۔

''آئی ایم سوری، مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔'' اس کی معذرت نے اسود کے دل میں کئی پھول کھلا دیے۔ اس لیے اس نے بھی زیادہ نخرہ دکھانا مناسب نہیں سمجھا۔

''آئیں پھر جلدی جلدی شروع ہو جائیں قسم سے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ فضلو کے بچے نے ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔'' وہ بڑی عجلت میں بولا تو شرزمہ بھی جھجکتے ہوئے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''کل یونیورسٹی میں آپ کی وہ طوطا رنگ گاڑی والی دوست ملی تھی۔'' اسود کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

''کون ......نویرہ؟''

''پتا نہیں نویرہ یا سویرہ لیکن بڑی پٹاخہ سی جو ہے۔ جس کے ساتھ آپ سارا دن یونیورسٹی کی سڑکوں کی خاک چھانتی ہیں۔'' اسود کے خوشگوار انداز پر وہ مسکرائی۔

''ہاں میری وہ ایک ہی دوست ہے۔''

''اس کی بہن بہت ذہین اسٹوڈنٹ تھی ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی۔'' اسود نے ایک اور انکشاف کیا۔

''نویرہ کی بہن......؟'' وہ نوالہ منہ میں لے جانا بھول گئی۔

''آپ کو نہیں بتایا اس نے؟'' اپنی پلیٹ میں ڈھیروں کیچپ انڈیلتا اسود کا ہاتھ ساکت ہوا۔

''نہیں۔'' شرزمہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

''اسے یاد نہیں رہا ہوگا۔'' اس نے بے پروائی سے کہا تو شرزمہ نے بھی سر ہلا دیا۔

''بہت برائٹ اسٹوڈنٹ تھی۔ زبردست ڈیبیٹر، بہت خوب صورت شاعرہ اور مصورہ۔ ہمیشہ ٹاپ کرتی تھی۔'' اسود نے اسے مزید حیران کیا۔

''لیکن نویرہ تو ایسی نہیں ہے۔'' شرزمہ کی بات پر اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''ہاں وہ تو ایوریج اسٹوڈنٹ ہے۔''

''آپ کیسے جانتے ہیں؟'' وہ متجسس انداز میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔

''بھئی پروفیسر صاحب اس ڈیپارٹمنٹ میں کافی عرصے سے پڑھا رہے ہیں اور میں بھی وزیٹنگ فیکلٹی میں ہوں اس لیے اپنے کولیگز سے بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ پتا چلتا رہتا ہے کہ کس اسٹوڈنٹ کی کیسی کارکردگی ہے۔'' اس نے روسٹ کا ایک اور بڑا پیس اپنی پلیٹ میں ڈال کر اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''اچھا میرے بارے میں کیا رائے ہے؟'' شرزمہ کی بے تابی پر وہ ایک دفعہ پھر مسکرایا۔ آج

پہلی دفعہ وہ اس کے ساتھ دوستانہ انداز میں گفتگو کررہی تھی۔

''ابھی تک تو کوئی رائے نہیں، فرسٹ سمسٹر کے رزلٹ کے بعد ہی اندازہ ہوگا اور ویسے بھی آپ کلاس میں ہونے والے ڈسکشن میں حصہ بھی تو نہیں لیتیں اور ایسے اسٹوڈنٹس بہت کم اپنے استادوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔'' اسود کی بات پر اس کے اوپر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

''وہ لوگ تو مجھے بہت ڈل سمجھتے ہوں گے؟'' اسے ایک نئی فکر نے گھیر لیا۔

''نہیں، خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ انسان کا رزلٹ بتا دیتا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔'' اسود نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ وہ مطمئن تو نہیں ہوئی لیکن یونہی سر جھکا دیا۔ اسی لمحے گیٹ کھلا اور اندر داخل ہوتی ہنی نے لان کا یہ منظر بڑی ناگواری سے دیکھا۔ شرزمہ کے چہرے کی اڑتی رنگت اسود کی زیرک نگاہوں سے چھپ نہیں سکی۔ وہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی اور اب ہنی کی آنکھوں سے عیاں ناراضی اس کے ہاتھ پیر پھلا رہی تھی۔

☆☆☆

''دادو یہ اوپر کون سی خلائی مخلوق دورہ کر گئی ہے جو اتنا سناٹا چھایا ہوا ہے؟'' وہ کھیر کا پیالہ لیے چھپ چھپا کر اوپر پہنچی اور کھڑے ہو کر سانس بحال کی پھر دائیں بائیں دیکھا۔ عطیہ آنٹی، حرا بھابی، احمر بھائی، شامی بھائی سب غائب تھے صرف دالان میں دادو گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے تسبیح کرنے میں مگن تھیں نوریہ کو دبے پاؤں اوپر آتے دیکھ کر وہ زیرِ لب مسکرائیں انہیں اپنی یہ باغی پوتی بہت عزیز تھی کیونکہ وہ واحد تھی جو اُن کی بڑی بہو الماس بیگم کے منہ پر حق بات کہنے کی جرأت رکھتی تھی۔

''آ جاؤ نوریہ، لگتا ہے کہ تمہاری ہٹلر ماں نیچے نہیں ہے؟'' ارجمند خاتون نے ہنستے ہوئے بڑا درست اندازہ لگایا۔

''ہٹلر ماما اپنے ظلم و ستم کے تیر چلا کر ابھی کالج سے نہیں لوٹیں اسی لیے تو نیچے ابھی سکون ہے ورنہ کسی نہ کسی کی شامت آئی رہتی۔'' نوریہ بُرا سا منہ بنا کر ان کے ساتھ ہی تخت پر بیٹھ گئی۔

''سب سے زیادہ زیرِ عتاب تو تم اور تمہاری روی خالہ رہتی ہیں۔'' دادو نے پلیٹ اٹھا کر چیک کیا کہ وہ کیا اڑا کر لائی ہے۔

''نہیں۔'' اس نے فوراً ہی تردید کی۔ ''سوائے عابی کے سبھی ان کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں۔ وہ ہر وقت ماما کو مسکا لگا کر قابو میں رکھتی ہے۔'' نوریہ نے اپنی بڑی بہن عبیرہ کا ذکر کیا جو ان کی ماما کی سب سے پسندیدہ اولاد تھی اور اسے سب گھر میں عابی کہتے تھے۔

''تو تم بھی یہ تھوڑی بہت مسکا بازی اس سے سیکھ لو۔'' ارجمند خاتون نے اسے چھیڑا جس کے چہرے کے زاویے بڑی تیزی سے بگڑے۔

''سوری دادو، کیا کروں یہ منافقت والی باتیں کم از کم میری زبان پر تو نہیں آتیں اور غلط بات کو میں درست نہیں کہہ سکتی۔'' اس نے اپنی مجبوری بیان کی۔

''تو پھر وہ جو ٹرکوں کے پیچھے لکھا ہوتا ہے ناں کہ پاس کر یا برداشت کر اس پر عمل کرو۔'' دادو کی مزاح والی حس کبھی کبھی بڑا کام کرتی تھی۔

''بھئی میں تو اکثر ہی ان کو پاس کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ آپ لوگ ہیں ناں برداشت کرنے کے لیے۔'' نوریہ نے بھی شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

''بری بات ہے بیٹا پھر بھی ماں ہے تمہاری... بدتمیزی نہ کیا کرو۔'' ارجمند خاتون کے اپنی بہو سے لاکھوں اختلافات تھے لیکن وہ دل کی بہت اچھی خاتون تھیں اس لیے کبھی دوسروں کو غلط سبق نہیں دیتی تھیں۔

''ایک بات تو بتائیں دادو؟'' نوریہ نے بڑے پُرجوش انداز میں ان کا جھریوں سے بھرا مہربان چہرہ دیکھا۔

''آپ کو پورے ملک میں میرے اتنے سونٹ اور شریف سے بابا کے لیے یہی ماما ملی تھیں لڑاکا سی۔ آخر یہ رشتہ کروایا کس نے تھا؟'' نوریہ نے آج بے تکلفی سے پوچھ ہی لیا۔

''بس بیٹا اللہ نے قسمت میں میرے بیٹے کا یہی جوڑ لکھا تھا۔'' انہوں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

''بڑا ہی خطرناک جوڑ تھا یہ......'' نوریہ طنزیہ ہنسی۔

''تمہاری ماں یتیم بچی تھی مجھے رشتہ کروانے والی نے بتایا کہ صرف دو بہنیں ہیں۔ لڑکی لیکچرار اور باپ کا سایہ سر پر نہیں اور ماں لوگوں کے کپڑے سی کر گزارہ کرتی ہے۔'' انہوں نے آج اصل بات اگل ہی دی۔

''یہ کہیں ناں کہ ہمدردی میں کیا یہ رشتہ۔'' نوریہ نروٹھے پن سے بولی۔ ''اور یہ ہمدردی آپ کو خاصی مہنگی پڑی، ہے ناں؟''

''خیر ہمدردی تو ہوئی لیکن تمہاری ماں جوانی میں بالکل مغرور شہزادیوں جیسا حسن رکھتی تھی۔ بس اسی حسن پر ابراہیم تصویر دیکھتے ہی فدا ہو گیا۔'' انہوں نے ماضی کی یادوں کو کھنگالا۔ ''اور لڑکی پڑھی لکھی خوب صورت تھی، بس تعلق غریب خاندان سے تھا اور امیری غریبی تو انسان کے اختیار میں نہیں، اس لیے میں نے بھی زیادہ نہیں سوچا۔'' ارجمند خاتون نے تکیے سے ٹیک لگا کر ایک اور ٹھنڈی آہ بھری۔

''اور سونے پر سہاگا، نانی کے انتقال پر روی خالہ کو بھی خدا خونی کے چکر میں لے آئیں۔'' نوریہ نے بُرا سا منہ بنا کر انہیں یاد دلایا۔ ''اس کے بعد ماما نے پورے گھر میں قبضہ کرتے ہی زبردستی اپنی بہن کو بھی رضا چچا کے سر منڈھ دیا۔''

''میں تو روی اور رضا کے رشتے پر رضا مند ہو ہی جاتی لیکن رضا کی بالکل مرضی نہیں تھی۔'' انہوں نے فوراً وضاحت دی۔

''اسی لیے وہ شادی کے کچھ ہی عرصے کے بعد اس گھر کو غصے میں چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے اور دوبارہ کبھی نہیں آئے۔'' نوریہ نے باقی کہانی مکمل کی۔ اپنے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے کے ذکر سے دادو کے چہرے پر نمودار ہونے والی رنج کی لہر بڑی فطری تھی۔

''اچھا چھوڑیں، اب زیادہ دکھی ہونے کی ضرورت نہیں۔'' نوریہ کو اس گھر میں سبھی سے گلے تھے۔ ''اگر اس وقت آپ اسٹینڈ لے لیتیں تو کافی زندگیاں خراب ہونے سے بچ جاتیں۔'' نوریہ کسی کو بھی آئینہ دکھانے سے باز نہیں آتی تھی۔

''بلکہ اس کے بعد بھی کئی موقع آئے لیکن آپ اور بابا نہیں بولے۔'' نوریہ کو کچھ اور بھی یاد آیا۔ ارجمند خاتون نے اپنی سب سے چھوٹی پوتی سے نظریں چرائیں۔ جو ہر وقت ہی شیشہ اٹھائے سب کو آئینہ دکھانے کا کارنامہ انجام دیتی تھی۔ دل کو بوجھل کر دینے والی خاموشی چاروں طرف پھیل گئی۔

''یہ عطیہ آنٹی اور حرا بھابی کہاں گئیں؟'' نوریہ نے یونہی بات بدلنے کو پوچھا۔

''ارسلان کے لیے کوئی رشتہ دیکھنے گئی ہیں۔'' دادو کے منہ سے بے اختیار نکلا ان کے اس جواب نے نوریہ کے دل پر زوردار گھونسا مارا۔ کئی لمحوں تک تو اسے یقین نہیں آیا کہ وہ روانی میں کیا کہہ گئی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں کسی قدر دکھ، بے یقینی اور صدمے کی کیفیت در آئی اِدھر ارجمند خاتون فوراً ہی وضو کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں جبکہ نوریہ کے پیروں کے نیچے سے گویا کسی نے زمین ہی کھینچ لی۔ وہ اب بھی تحیر کے عالم میں ان کی پشت کو گھور رہی تھی اسے لگا جیسے دادو کے روپ میں کوئی روح کو قبض کرنے والا فرشتہ اس نے دیکھ لیا ہو۔

☆☆☆

کمرے میں سیاہ گھپ اندھیرا تھا۔ تاریکی میں وحشت اور خاموشی کسی بے چین روح کی طرح گول گول چکر لگا رہی تھی۔ اس لڑکی نے سورج کی ایک ہفتے سے شکل نہیں دیکھی تھی۔ یہ ٹھیک تھا کہ مون سون کا مہینہ تھا لیکن سورج پھر بھی روز نکل رہا تھا چاہے کچھ دیر کے لیے ہی سہی۔

وہ تکیے میں منہ چھپائے پوری دنیا سے بیزار اور خوفزدہ تھی۔ اسے لوگوں سے ملنے سے نفرت تھی اس لیے اس نے خود کو ایک کمرے تک محدود کر لیا تھا۔ وہ کئی کئی ماہ تک اپنے کمرے سے نکل کر باہر نہیں جھانکتی تھی۔

وہ کئی کئی گھنٹوں تک پیٹ کے بل لیٹی رہتی اور جب تھک جاتی تو اٹھ کر پاگلوں کی طرح چکر لگانے لگتی۔ اس کا بیڈروم کافی بڑا تھا اور اس میں ایک بیڈ اور صوفے کے علاوہ تھوڑی بہت چیزیں تھیں جن میں سے ایک فریج اور ٹی وی بھی تھا لیکن وہ اس کا استعمال کئی کئی دن تک نہیں کرتی تھی۔ اسے اپنے خاندان کا کوئی بھی فرد اچھا نہیں لگتا تھا سبھی سے بری طرح چڑ تھی۔ ویسے تو دیکھنے میں وہ بالکل ٹھیک ٹھاک اور اچھی شکل صورت کی حامل، دراز قد لڑکی تھی لیکن اس کے دماغ میں بچپن سے پلنے والی منفی سوچوں نے اسے پوری دنیا سے الگ تھلگ کر دیا تھا۔ وہ ساری دنیا کو اپنا دشمن سمجھتی۔ اس لیے کسی سے بھی بات نہ کرتی۔

اس وقت بھی وہ کارپٹ پر بیٹھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اپنے ہاتھ کے ناخن دانتوں سے کترنے میں مشغول تھی۔ یہ اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا جس کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کے ناخنوں کی شیپ بری طرح بگڑ چکی تھی۔

اس کام سے تھکنے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور سستی سے ایک انگڑائی لے کر اپنے بیڈروم کی کھڑکیوں کی طرف بڑھی جن پر میرون ویلوٹ کے بھاری بھرکم پردے لٹک رہے تھے۔ آج بہت ... کے بعد اس کے دل میں دھوپ اور سورج کو دیکھنے کی خواہش بیدار ہوئی۔ اس نے جیسے ہی پردہ ہٹایا۔ اسے گویا کرنٹ لگا۔ سامنے نیلا آسمان ... بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔ روئی جیسے بادل جن میں ... سرمئی رنگ نمایاں تھا اس وقت اس کے لیے ... بنے کھڑے تھے۔ اس نے بہت دور بادلوں ... میں ہلکی سی بجلی چمکتے دیکھی تو اس کے پورے وجود میں خوف کی ایک لہر بڑی سرعت سے دوڑی۔ اس نے گھبرا کر پردے کھڑکیوں کے آگے کر دیے۔

باہر زور سے بادل گرجا اور اس لڑکی کے چہرے کا رنگ خوف کی زیادتی سے سپید پڑ گیا۔ وہ گھبرا کر اپنے بیڈ کی طرف دوڑی اور کمرے کی تاریکی میں اس کا گھٹنا بیڈ کے کونے سے ٹکرایا۔

”ماما......!“ اس نے درد کی زیادتی سے کراہ کر لاشعوری طور پر اپنی ماں کو پکارا۔ اسی لمحے بادلوں کی گڑگڑاہٹ کمرے کی تمام رکاوٹوں کو عبور کر کے اس کی سماعتوں تک پہنچی اور اس لڑکی کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکلی۔

باہر تیز بارش کے ساتھ بادلوں کی گرج کی آواز نے گویا اس لڑکی کی زندگی میں بھونچال برپا کر دیا اور وہ اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے بے اختیار دل دہلا دینے والی چیخیں مارنے لگی۔ اس کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑک رہا تھا اور پورے کمرے میں بادل بھوت بن کر اسے ڈرا رہے تھے۔

”ہاہاہا......ہاہاہا......ہی ہی ہی......ہی ہی ہی“

بادلوں کی گڑگڑاہٹ کی یہ آوازیں اس لڑکی کا تعاقب کر رہی تھیں۔ وہ آنکھیں سختی سے بھینچے اپنے دونوں کانوں کو ہاتھوں سے ڈھانپے بس روئے جا رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی کوئی اس کی مدد کو نہیں آئے گا۔

(باقی آئندہ)

گُمشدہ جنت

صائمہ اکرم



منی ناول

تیسرا حصہ



''بی بی جی، بی بی جی وہ انعم بی بی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے بہت زیادہ چیخیں مار رہی ہیں......'' گھر کی ملازمہ نے حواس باختہ انداز میں آکر اطلاع دی تو الماس بیگم نے سخت نظروں سے اپنی چھوٹی بہن رومیصہ کا فق چہرہ دیکھا۔ دونوں جلدی سے کھڑی ہوئیں اور بوکھلا کر ملازمہ کے پیچھے انعم کے کمرے کی طرف بھاگیں۔

''ایک دم جاہل ہے یہ رومیصہ بھی.....''

الماس بیگم کے ماتھے کی تیوری میں اضافہ ہوا۔ ''جب پتا ہے کہ بچی ایسے موسم میں گھبرا جاتی ہے تو اسے خود خیال کرنا چاہیے۔'' وہ مہمانوں کا خیال رکھے بغیر خاصی بلند آواز میں اس صورتِ حال پر تبصرہ کر گئیں۔ مہمان بھی کون سے ان کے پسندیدہ تھے۔ موسم اچھا ہونے کی وجہ سے ابراہیم صاحب نے خود ہی اوپر کے پورشن والوں کو چائے اور پکوڑوں کی دعوت دے دی جس کی تیاری میں رومیصہ کے ذہن سے نکل گیا کہ بارش کی آواز سے انعم ڈر جاتی ہے۔

''یہ انعم کیا ابھی تک بارش سے خوفزدہ ہوتی ہے.....'' شامی نے سخت حیرت سے پوچھا۔ کچھ سال پہلے بھی جب وہ پاکستان آیا تب بھی یہی صورتِ حال تھی۔

''ہاں، کوئی ''اومبروفوبیا'' ٹائپ چیز ہے۔ علاج تو چل رہا ہے لیکن ابھی کوئی خاص بہتری نہیں آئی۔'' ابراہیم صاحب نے اپنی بیگم کی تیوری سے نظر چرا کر وضاحت کی۔

''تو ماموں آپ لوگ سنجیدہ ہو کر کسی اور اچھی جگہ سے علاج کیوں نہیں کرواتے.....'' شامی کی بات پر الماس بیگم کے تن بدن میں آگ سی لگی لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہیں۔

''علاج تو بہترین جگہ سے ہو رہا ہے۔'' ابراہیم صاحب فوراً بولے۔ ''لیکن اس کی ڈاکٹر کا تعلق لاہور سے ہے جس کی وجہ سے باقاعدگی سے سیشن نہیں ہو پاتے.....'' ابراہیم صاحب نے فوراً صفائی دی۔

''تو آپ لوگ یہاں اسلام آباد میں کوئی اچھا ڈاکٹر کیوں نہیں ڈھونڈتے.....'' شامی نے چائے کا خالی کپ میز پر رکھ کر اپنی عطیہ ممانی اور نانو کا سنجیدہ چہرہ دیکھا جو تنبیہی نظروں سے اسے اس موضوع پر گفتگو کرنے سے جتنا منع کر رہی تھیں اتنا ہی وہ ان سنی کر رہا تھا۔

''مسئلہ اسلام آباد میں ڈاکٹر ڈھونڈنے کا نہیں ہے.....'' ابراہیم صاحب نے فوراً صفائی دی۔

''اگر کوئی اور پرابلم ہے تو میں ماما سے بات کرتا ہوں۔ ہم انعم کو باہر لے جاتے ہیں وہاں سے اچھا ٹریٹمنٹ ہو جائے گا.....'' شامی کی آفر پر الماس بیگم نے بے ساختہ کوفت بھرے انداز سے پہلو بدلا۔ عمیرہ ہمیشہ کی طرح فوراً ہی اپنی ماں کی مدد کو آگئی۔

''احتشام بھائی مسئلہ انعم کو باہر لے جانے کا نہیں، وہ تو ہم لوگ بھی لے جا سکتے ہیں۔'' عمیرہ نے رکھائی سے کہا۔ ''اصل مسئلہ تو روحی خالہ کا ہے۔'' عمیرہ کے ایک دم بولنے پر سب کی توجہ اس کی جانب مبذول ہوئی۔

''روحی خالہ کو کیا مسئلہ ہے؟'' شامی نے جانچتی نظروں سے اپنی اس کزن کا چہرہ دیکھا جو اسے بالکل الماس ممانی کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لگتی تھی۔

''انہوں نے انعم کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا ہے۔ کوئی بھی ڈاکٹر ان کو پسند نہیں آتا، اوپر سے یہ ضد کہ ڈاکٹر بھی کوئی خاتون ہو، ورنہ پاپا کے ایک بہت اچھے دوست کے بھائی سائیکاٹرسٹ ہیں، انہوں نے بارہا کہا ہے کہ وہاں چیک کروانے ہیں۔'' عمیرہ نے بالکل اپنی ماں کے اسٹائل میں ناک چڑھا کر کہا۔ اس وقت یہاں نویرہ موجود نہیں تھی ورنہ ایک آدھ جنگ ہو چکی ہوتی۔

''یہ کیا منطق ہوئی بھلا بلکہ یہ تو کم عقلی ہے سراسر۔'' شامی کے لہجے میں ناگواری جھلکی۔ جبکہ وہاں موجود تینوں خواتین نے بے چینی سے ایک دفعہ پھر پہلو بدلا۔

''میرا خیال ہے کہ اب اٹھا جائے، شام کے کھانے کا وقت ہو رہا ہے اور پر حرا بیچاری اکیلی تھکی ہوئی ہوگی۔'' ارجمند خاتون نے بہت طریقے سے محفل برخاست کرنے کا اشارہ کیا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کی بڑی بہو زیادہ دیر تک مروت نبھانے کی قائل نہیں اور پھر نتیجے کے طور پر ان کے بیٹے کو سارا جنجن بھگتنا پڑتی۔

''جی اماں، آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں میں بابا جان کو دیکھوں کہیں ٹیپو اسے تنگ نہ کر رہا ہو.....'' عطیہ چچی سب سے پہلے بہانہ بنا کر اٹھیں اور اُن کے پیچھے ہی ارجمند خاتون نے بھی وہاں سے اٹھنے میں ہی عافیت سمجھی۔

''ارے شامی بیٹا اپنی بوڑھی نانو کو ذرا اوپر تک پہنچا آؤ، کہیں پاؤں واؤں نہ پھسل جائے.....'' ابراہیم صاحب نے کن انکھیوں سے اپنی بیگم کا برہم مزاج بھانپتے ہوئے شامی کو بھی یہاں سے اٹھایا جو خود بھی کسی بہانے کی تلاش میں تھا۔ اس نے مشکور نگاہوں سے اپنے بڑے ماموں کو دیکھا جو اکثر اسے کسی کہانی کا مظلوم سا کردار لگتے تھے۔

''عابی، یہ نویرہ مجھے کل سے نظر نہیں آ رہی، خیریت ہے؟'' ان سب کے نکلتے ہی ابراہیم صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

''پاپا اس کا مزاج آج کل پتا نہیں کیوں سوا نیزے پر ہے۔ ہر وقت ماتھے پر تیوری چڑھائے پھرتی ہے۔'' عمیرہ نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

''کوئی اسٹڈی کا تو مسئلہ نہیں۔'' ابراہیم صاحب فوراً پریشان ہوئے۔

''اسٹڈی کو تو کبھی اس نے مسئلہ سمجھا ہی نہیں۔'' الماس بیگم طنزیہ انداز میں بھویں اچکا کر بولیں۔ ''صاحبزادی ضرورت سے زیادہ ہی اونچا اڑنے کی کوشش کر رہی تھیں ابھی پہلی پرواز ہی بھری تھی کہ فضا میں موجود عقابوں نے پر کتر کر نیچے پھینک دیا۔''

''الماس بیگم آپ نے کیا گھما پھرا کر بات کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔'' ابراہیم صاحب جی بھر کر بیزار ہوئے۔ ''سیدھی طرح بات کیا کریں۔'' ان کی بات نہیں سمجھے تھے۔

''سیدھی بات یہ ہے کہ آپ کی بھابی صاحبہ آج کل اپنے نورِ چشم ارسلان فہیم صاحب کا رشتہ ڈھونڈتی پھر رہی ہیں۔'' الماس بیگم بولیں نہیں بلکہ زہریلے لہجے میں پھنکاریں۔

''تو اس کے ساتھ نویرہ کا کیا تعلق بنتا ہے؟'' ان کی آنکھوں میں ایک فطری استعجاب کی لہر دوڑی۔

''ابراہیم صاحب مانا کہ اللہ نے آپ کو اولادِ نرینہ سے نہیں نوازا لیکن یہ تینوں بیٹیاں تو مجھ سے زیادہ آپ کے قریب تھیں کیا آپ اتنے ہی لاعلم ہیں یا صرف میرے سامنے ہی ڈرامے کرتے ہیں۔'' الماس بیگم نے ہمیشہ کی طرح بہت جلد ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔

''آپ کا دماغ ٹھیک ہے؟'' ابراہیم صاحب کو بھی غصہ آ گیا۔ ''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے ڈرامے کرنے کی۔ ہمارے گھر میں جب بھی آسکر ایوارڈ آئے گا تو اس کے لیے بہترین اور مضبوط امیدوار صرف آپ ہی ہوں گی۔ دیکھ لیجیے گا۔'' انہوں نے بھی موقع پر ہی حساب برابر کیا۔ کمرے میں ایک دم گھٹی سی خاموشی پھیلی۔

''کیا آپ لوگ آرام سے بات نہیں کر سکتے؟'' عمیرہ نے انتہائی سنجیدگی سے اپنے والدین کے غصے سے لال چہرے دیکھے۔

''یہ بات آپ اپنی ماما کو سمجھائیں تو زیادہ بہتر ہے۔'' ابراہیم صاحب نے اٹھتے ہوئے طنزیہ انداز میں بیٹی کو مشورہ دیا۔

''ہاں، اس سے پہلے عابی اپنے باپ کو بتا دینا کہ ان کی صاحبزادی کا موڈ آج کل ارسلان کی وجہ سے خراب ہے، اس بے وقوف لڑکی کو سمجھ نہیں آ رہی کہ کس طرح اپنی عطیہ چچی کی آنکھوں کے چشمے کا نمبر بدلوا دے تاکہ انہیں اس گھر میں ہی ایک رشتہ نظر آ جائے۔'' الماس بیگم اپنے میاں کا سکون غارت کر کے اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئیں جبکہ ابراہیم صاحب جو باہر جانے کے لیے کھڑے تھے۔ وہ دھڑام سے صوفے پر دوبارہ آن بیٹھے۔ انہیں اب

اس بات کی سمجھ آئی تھی۔ وہ سخت بے یقینی، رنج اور صدمے کا شکار لگ رہے تھے۔

☆☆☆

''یہ تمہارا مزاج کیوں برہم ہے، پیپر اچھا نہیں ہوا یا دماغ کو گرمی لگ رہی ہے؟'' امتحان کے کمرے سے باہر نکلتے ہی شرزمہ نے نوریہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔ جو ہال میں بھی گم صم انداز میں بیٹھی تھی۔ اپنا پیپر کرتے ہوئے بھی بار بار وہ نوریہ کے لیے ہی پریشان ہوتی رہی۔

''مزاج خراب نہیں، قسمت خراب ہے۔'' اس نے باہر کاریڈور میں آتے ہی راستے میں پڑے ایک چھوٹے سے پتھر کو پاؤں کی ٹھوکر سے سائڈ پر کیا۔

''ہوں، اس کا مطلب ہے کہ ماما کے ساتھ ایک اور جنگ بپا ہوگئی ہے۔'' شرزمہ نے فوراً اندازہ لگایا۔

''نہیں آج کل میں ان سے ایسے ہی کترا رہی ہوں جیسے لوگ گھر سے نکلتے ہوئے کالی بلی سے کتراتے ہیں۔''

''مائی گاڈ! تم اپنی ماما کے لیے کیسے، کیسے جملے استعمال کرتی ہو۔'' نوریہ کی بات پر اسے ہنسی آگئی۔

''میں ان کے لیے اس سے بھی زیادہ ''سنگین'' جملے استعمال کرسکتی ہوں لیکن کیا کروں نہ مذہب، نہ اخلاقیات اور نہ ہی میرا ضمیر اس چیز کی اجازت دیتا ہے۔'' نوریہ کے حد درجہ سنجیدہ انداز پر وہ چونکی۔

''ایسا کیا کردیا ہے انہوں نے جو تم ہاتھ منہ دھو کر ان کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔'' وہ چلتے چلتے رکی اور اس کا سپاٹ چہرہ دیکھنے لگی۔

''بہت سی باتیں اور چیزیں اتنی بدصورت، گھناؤنی اور مکروہ ہوتی ہیں کہ انسان اپنی ذات کے ساتھ بھی شیئر نہیں کرسکتا۔'' وہ عجیب سے لہجے میں ہنسی اور تیز تیز چلتے ہوئے ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

''اچھا یہ چاکلیٹ کھاؤ اور اپنا موڈ فریش کرو۔'' شرزمہ نے اس کے پاس بیٹھ کر اپنے بیگ سے ایک چاکلیٹ نکالی اور اس کی جانب بڑھا دی۔

''تمہارا پیپر کیسا ہوا؟'' شرزمہ نے فکرمندی سے اس کا رنجیدہ چہرہ دیکھا۔

''بہت برا اور بکواس!'' نوریہ نے صاف گوئی سے کہا تو اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ ''پچھلے تین دن سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھ پائی، دماغ ماؤف سا ہو کر رہ گیا ہے۔''

''وہ کیوں؟'' شرزمہ نے چاکلیٹ کا ریپر انگلی پر لپیٹتے ہوئے اب اسے غور سے دیکھا۔

''گھر میں آج کل اسٹار پلس کا ایک نیا ڈراما شروع ہوگیا ہے جس نے کسی اور کی تو پتا نہیں لیکن میری نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔'' نوریہ نے زہرخند لہجے میں اطلاع دی۔

''اسٹار پلس کا کون سا ڈراما؟'' شرزمہ بے تابی سے بولی۔

''میری عطیہ چچی صاحبہ آج کل اپنے بیٹے ارسلان کے لیے بڑے زور شور سے رشتہ ڈھونڈنا شروع کیے ہوئے ہیں۔'' نوریہ کی اطلاع پر شرزمہ کی سانس حلق میں اٹکی۔

''یہ ارسلان تمہارا وہی کزن ہے ناں، جس کی باتیں سنا سنا کر تم نے میرا دماغ کھا لیا تھا۔''

''ہاں وہی ہے۔'' نوریہ چاکلیٹ کھانا بھول کر تلخی سے مسکرانے لگی۔

''لیکن وہ اور تم تو ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو یار۔'' شرزمہ نے اسے یاد دلایا تو وہ استہزائیہ انداز میں ہنس کر چپ ہوگئی۔

''تم اس کو کہو ناں کہ اپنی ماما سے بات کرے۔'' شرزمہ نے آسان سا حل بتایا۔

''کاش یہ اتنا ہی آسان ہوتا جتنی آسانی سے تم نے کہہ دیا ہے۔'' نوریہ نے رنجیدہ انداز میں آنکھیں بند کرکے سر اپنے گھٹنوں میں دے دیا۔

''اس میں کیا پرابلم ہے وہ اچھا خاصا پڑھا لکھا

اپنے پیروں پر کھڑا مرد ہے اور مردوں کے لیے کسی بھی چیز کو ہینڈل کرنا کون سا مشکل کام ہے۔'' شرزمہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اتنی سی بات پر اتنی پریشان کیوں ہے۔

''تمہیں پتا ہے شرزمہ ہمارے گھر کا بڑا عجیب سا مسئلہ ہے؟'' نوریہ کی آنکھیں ضبط کی کوشش میں سرخ ہوگئیں۔ شرزمہ نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا جو انتہائی طنزیہ لہجے میں گویا تھی۔

''ہر وہ گھر جہاں عورتوں کی حکمرانی ہوتی ہے اور مردوں کو پس پشت رکھا جاتا ہے۔ وہاں کے مرد آہستہ آہستہ انتہائی بزدل، قوتِ فیصلہ سے عاری اور عجیب سی شخصیت کے حامل بن جاتے ہیں۔ ان گھروں میں مرد حالات سے فرار حاصل کرنے کے لیے بعض دفعہ بڑے مضحکہ خیز طریقے ڈھونڈ لیتے ہیں۔ جن میں کمال درجے کی بے حسی کی چادر اوڑھ لینا یا خاموشی کا پیراہن زیب تن کرکے مکمل ہتھیار ڈال دینا شامل ہے۔''

''کیا مطلب؟'' شرزمہ کو اس کی بات پر جھٹکا لگا۔ ''یہ تو بہت عجیب سچویشن ہے یار۔''

''ہمارے گھر کے مردوں میں اتنی ہمت نہیں کہ گھریلو سیاست سے نبرد آزما ہوسکیں۔ وہ حالات سے فرار حاصل کرنے کے لیے یا تو گھر سے بھاگ جاتے ہیں یا بھیگی بلی بن کر ایک کونے میں بیٹھ جاتے ہیں۔'' نوریہ نے استہزائیہ انداز میں کھل کر مذاق اڑایا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا؟'' شرزمہ کو سن کر انتہائی ملال ہوا۔ ''تم ارسلان سے کھل کر بات کرو۔'' اس نے ذرا سے خفگی سے مشورہ دیا۔

''وہ اپنی ماما کے آگے کبھی بھی نہیں بولے گا، اس میں اتنی ہمت نہیں ہے۔'' نوریہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔

''اتنی ہمت اور حوصلہ نہیں تو آرمی کیسے جوائن کرلی ہے۔'' شرزمہ نے ناک چڑھا کر دلیل دی۔

''وہاں کون سا گندی گھریلو سیاست ہوتی ہے وہ تو خود کہتا ہے کہ ''دشمن ملک کی سرحدوں پر لڑنا آسان جبکہ گھر میں ہونے والی گھٹیا مورچہ بندی اور فضول لفظوں کی بمباری سے لڑنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ جہاں جذبات کے ڈیزی کٹر بم چلائے جاتے ہیں۔ منافقت کی فائرنگ اور نفرت کے تیروں کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ بندہ ان گھریلو محاذوں پر کہاں، کہاں لڑے تھک ہار کر میدانِ جنگ سے اپنا دامن چرا کر بھاگ جانا ہی دانشمندی ہے۔''

''یہ تو انتہائی بزدلانہ تھیوری ہے اس کی۔'' شرزمہ کو غصہ آیا۔ ''تمہیں بھی کیا محبت کرنے کے لیے اپنے ہی خاندان کا بزدل بندہ ملا تھا۔'' اس نے فوراً طعنہ دیا۔

''ہاں تو جنہوں نے اس روایت سے بغاوت کی اُن کو کون سا پھولوں کے ہار ڈالے گئے ہیں۔'' نوریہ نے زہرخند انداز میں کہا۔

''کس نے بغاوت کی؟'' شرزمہ حیران ہوئی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ نوریہ کے خاندان میں بھی کوئی ایسا جی دار ہوسکتا ہے۔

''پہلے میرے ایک چچا نے اور پھر میری جیا آپی نے۔'' نوریہ کا لہجہ پست ہوا۔

''کیا بنا اُن کا؟'' شرزمہ نے عجلت میں بات کاٹی۔

''کیا بننا تھا ان کا!'' ایک تلخ مسکراہٹ اس کے چہرے پر ٹھہر سی گئی۔ ''ہمارے ہاں ایسی باغی محبتوں کے بس مقبرے ہی بنتے ہیں۔ جہاں جذبات کے ہاتھوں شکست خوردہ مردہ جسموں کو دفن کردیا جاتا ہے۔ جہاں بغاوت کا انجام بھی مایوسی اور ناکامی ہی ہے۔ محبتوں میں کامیابی اور خوش قسمتی کا سنہری تاج ہر ایک کو تھوڑی ملتا ہے۔'' نوریہ کے لہجے اور لفظوں میں دکھ ہی دکھ تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس قدر ویرانی تھی کہ اگلے کئی لمحوں تک شرزمہ کچھ بول ہی نہ پائی۔

''تمہارے تو اپنی چچی سے اچھے تعلقات نہیں تھے بھلا؟'' شرزمہ کی سوئی اسی کے مسئلے میں اٹکی ہوئی تھی۔

''مفادات کی جنگ میں ہر بندہ صرف اپنا فائدہ دیکھتا ہے تعلق یا واسطہ نہیں۔'' نویرہ نے چاکلیٹ سامنے لگے ڈسٹ بن میں ڈال دی۔

''میری ماما اور عطیہ آنٹی میں ساری زندگی ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی دوڑ لگی رہی، اب ایسا موقع وہ کیوں ہاتھ سے جانے دیتیں۔''

''وہ کیسے؟'' شرزمہ چونکی۔

''ماما کا تعلق انتہائی غریب خاندان سے تھا اور اُن کا واحد ہتھیار ان کی ڈگری اور گورنمنٹ کی جاب تھی جبکہ میٹرک پاس عطیہ چچی کا تعلق ٹھیک ٹھاک خاندان سے اور اُن کا ہتھیار ان کے میکے کا پیسہ تھا۔ دونوں خواتین کھل کر میدان میں اتر آئیں، خاندان کے بزرگ تو یہی بتاتے ہیں کہ اس سے پہلے ارجمند خاتون جو میری دادو ہیں اُن کا اپنے سارے خاندان پر رعب تھا آگے سے جو بڑی بہو میری ماما آئیں ان کے ساتھ جہیز میں ان کے کافی سارے کمپلیکسز بھی آگئے۔ انہوں نے دادو کو پہلی ہی بال پر آؤٹ کر کے نکڑ پر بٹھا دیا۔'' نویرہ یوں بتا رہی تھی جیسے کسی ڈائجسٹ کی کہانی سنا رہی ہو۔

''اس کے بعد ماما نے گھر کے ایک، ایک فرد کو اپنے حُسن، ذہانت اور سرکاری گریڈوں کی مار مارنا شروع کر دی۔ ان کو نہ جانے کیسا خوف تھا کہ کہیں اس گھر کی کوئی نئی بہو پورے گھر پر حاوی نہ ہو جائے۔ انہوں نے پہلے پاپا کے چھوٹے بھائی فہیم ۔۔۔ سے اپنی اکلوتی بہن کی شادی کی کوشش کی لیکن دادو کو ماما کے ہاتھ لگ چکے تھے وہ ان سے مقابلے کے لیے اس دفعہ بڑے گھر کی لڑکی لے آئیں اور اس کے بعد ان دونوں کے درمیان نہ ختم ہونے والے محاذ کھل گئے۔ اوپر سے ہم تین بہنیں تھیں اور عطیہ چچی کو اللہ نے دو بیٹے دے دیے۔ ماما اور زیادہ گھبرا گئیں اور سوچا کہ کہیں تیسری دیورانی بھی آکر عطیہ چچی کے ساتھ نہ مل جائے۔'' نویرہ کہانی سناتے سناتے رکی۔

''پھر کیا ہوا؟'' شرزمہ کی سخت حیرت سے پوری آنکھیں کھل گئیں۔

''پھر میرے رضا چچا کی شامت آگئی جو سب سے چھوٹے تھے۔ ماما اور عطیہ چچی دونوں اپنی اپنی بہنوں کے رشتے لے کر میدان میں اتر آئیں۔ غضب کا گھمسان رن پڑا۔ ماما جو کہ میری نانو کی وفات کے بعد میری روی خالہ کو پہلے ہی سسرال میں لے آئی تھیں انہوں نے ایسا ڈراما کیا کہ چچا کو اُن سے شادی کرنا ہی پڑی یہ اور بات کہ وہ اس کے کچھ عرصے کے بعد جو بھاگے تو دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے اور ان کے انتقال کی خبر ہی آئی۔'' نویرہ کی بات پر شرزمہ کا دماغ گھوم گیا۔

''مائی گاڈ، تمہاری ماما کیسے اتنے محاذوں پر اکیلے لڑ لیتی ہیں، تمہارے پاپا ان کو کچھ نہیں کہتے؟''

''وہ بیچارے شریف مرد ہیں اور ہمارے ہاں شریف مردوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ بیوی کی ہر جائز اور ناجائز بات مانتے جائیں۔'' نویرہ کے دل کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا اس لیے اس نے خوشگوار انداز میں کہا۔

''تھینکس گاڈ...... تمہارے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی۔'' شرزمہ نے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز سے منہ پر پھیر کر شکر ادا کیا تو وہ ہنسنے لگی۔

''اب ایسی صورتِ حال میں، میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟'' شرزمہ نے خلوصِ دل سے اپنی دوست کو کہا۔

''یار تم اپنے پروفیسر آفاق سے کہہ کر مجھے اس پیپر میں پاس کروا دو پلیز۔'' اس کی عجیب و غریب سی فرمائش سن کر وہ ہکا بکا رہ گئی۔ نویرہ بڑی آس اور امید کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جبکہ شرزمہ حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ وہ یہ کام کیسے کر سکتی ہے۔

☆☆☆

''میری بات مانو روی تم انعم کی شادی کر دو۔'' الماس بیگم جو آج کالج سے جلدی گھر آگئی تھیں کھانے کی میز پر اپنی بہن کے ساتھ نسبتاً بہتر موڈ میں گفتگو کرتے ہوئے اچانک بولیں۔

''الماس آپی، کون کرے گا اس بیچاری سے شادی؟'' رومیصہ کے لیے نوالہ توڑنا دشوار ہو گیا۔ وہ حیرت سے اپنی بڑی بہن کا چہرہ دیکھنے لگیں جنہیں آج بیٹھے بٹھائے نہ جانے کہاں سے انعم کی شادی کا خیال آگیا تھا۔

''کیوں، کیا ہوا ہے انعم کو، چلو اور کچھ نہیں ایف اے تو کر رکھا ہے ناں اس نے چاہے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ہی۔'' الماس بیگم نے رائتہ اٹھاتے ہوئے یاد دلایا۔

''لیکن اس کی ذہنی حالت؟'' رومیصہ تذبذب کا شکار ہوئیں۔

''کچھ نہیں ہوا اس کی ذہنی حالت کو، تم لوگوں نے بیمار کہہ کہہ کر اسے بیمار بنا رکھا ہے۔'' وہ ذرا تیز لہجے میں بولیں۔

''پھر بھی آپی سب کو پتا ہے۔'' رومیصہ خود بھی دل سے چاہتی تھیں کہ اُن کی بیٹی کا گھر بس جائے لیکن اس کی حالت کے پیشِ نظر مصلحتاً خاموش رہتیں۔

''کیا پتا ہے؟'' انہوں نے طنزیہ نظروں سے اپنی بے وقوف بہن کا متذبذب چہرہ دیکھا جو کھانا چھوڑ کر اب کسی سوچ کا شکار تھی۔

''اچھی خاصی شکل صورت کی لڑکی ہے انعم، جب شفق آپا کی عام سی شکل صورت کی حرا کا رشتہ ہو سکتا ہے تو انعم کا کیوں نہیں۔'' ان کے لہجے میں اپنی اکلوتی نند اور اس کی بیٹی کے لیے ہمیشہ زہر بھرا ہوتا تھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ ان کی دیورانی عطیہ اور نند شفق کے بہترین تعلقات تھے۔ حرا اور احمر کے رشتے کا بم بھی اچانک ہی ان کے سر پر پھوڑا گیا تھا جس کی وجہ سے الماس بیگم کو اپنے سسرالی اور زیادہ برے لگنے لگے۔

''آپی حرا کا رشتہ تو گھر میں ہی ہو گیا شفق آپا کو اس کے لیے باہر ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔'' رومیصہ نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

''جب حرا کا رشتہ گھر میں ہو سکتا ہے تو انعم میں کون سے کانٹے لگے ہوئے ہیں۔'' سیدھی طرح سے بات کرنا تو شاید الماس بیگم نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ڈائننگ روم میں تیزی سے اندر داخل ہوتی نویرہ پردے کے پیچھے ہی رکی۔

''گھر میں کون سا رشتہ ہے، میں سمجھی نہیں؟'' رومیصہ نے حیرت سے اپنی بڑی بہن کا چہرہ دیکھا جس پر ایک پُراسراری مسکراہٹ تھی۔

''ارسلان کا، اور کس کا؟'' الماس بیگم نے کمرے میں بم ہی تو پھوڑا تھا۔ پردے کے پیچھے کھڑی نویرہ کا چہرہ زرد ہوا۔ رومیصہ نے عجلت میں ان کی بات کاٹی۔

''کمال کرتی ہیں آپ بھی آپی۔'' ان کے چہرے پر ناگواری کا عنصر نمایاں ہوا۔ ''آپ کو اچھی طرح پتا ہے کہ ارسلان اور نویرہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ میں بیچ میں کیوں اپنی بیٹی کی بیخ ڈال دوں، مجھے جیسے انعم عزیز ہے اس سے زیادہ نویرہ پیاری ہے۔'' انہیں ٹھیک ٹھاک قسم کا غصہ آیا۔

''نویرہ تو بے وقوف ہے۔'' وہ بھڑکیں۔ ''ارسلان محض اس کے ساتھ فلرٹ کرتا پھر رہا ہے محض مجھے نیچا دکھانے کے لیے، میں اس خاندان کی ساری گندی سیاست کو تم سب لوگوں سے زیادہ سمجھتی ہوں۔ عطیہ کی اولاد کبھی میری اولاد کا اچھا سوچ ہی نہیں سکتی۔'' وہ بدگمانی کی انتہا پر تھیں۔

''خیر آپی اب ایسی بھی کوئی بات نہیں، عطیہ بھابی کے جتنے بھی آپ کے ساتھ مسئلے مسائل ہوں، احمر اور ارسلان نے کبھی بدتمیزی نہیں کی اور نہ ہی کبھی آگے سے پلٹ کر آپ کو جواب دیا۔'' رومیصہ

کی طرفداری پر الماس بھڑک اٹھیں۔

"یہی تو تم لوگوں کی سب سے بڑی بھول ہے۔" انہوں نے بھویں اچکا کر اپنی بہن کو دیکھا جس کی بے وقوفی پر انہیں کسی بھی دور میں شبہ نہیں رہا تھا۔ "اگر ارسلان کو اتنا نویرہ سے لگاؤ ہے تو کرے ناں پھر اپنی ماں کے ساتھ بات، وہ کیوں ہر روز ہار سنگار کرکے لوگوں کی لڑکیوں کے پوسٹ مارٹم کرنے نکل جاتی ہے۔" ان کی آنکھوں سے شعلے نکلے۔

"تم آج لکھ لو میری بات روی اگر نویرہ اس کے پاؤں بھی پڑ جائے تو وہ اس کے لیے کبھی بھی اپنی ماں کے آگے کھڑا نہیں ہوسکتا۔" انہوں نے سیدھا سادہ چیلنج کیا تو ایک لمحے کو رومیصہ اور باہر کھڑی نویرہ کا دل بھی ڈوب سا گیا۔

"عطیہ کے دماغ میں بیٹوں کی ماں ہونے کا غرور ایسے ہی نہیں بھرا ہوا۔ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ اس کے دونوں بیٹوں میں سے کوئی ایک بھی آنکھ اٹھا کر اپنی ماں کی طرف دیکھتا ہو۔" الماس آپی کی اس بات پر تو رومیصہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی اقرار میں سر ہلانا پڑا۔

"اِدھر میری اولاد ہے، پہلے بڑی والی نے مجھے دن میں تارے دکھائے اور اب چھوٹی والی آسمان کو تاکیاں لگاتی پھر رہی ہے۔" الماس بیگم کو اپنی بیٹیوں سے بھی سخت شکایتیں تھیں۔

"عطیہ نے ایک دفعہ احمر کو حکم دیا کہ بس حرا سے شادی کرنی ہے اور احمر جو اپنی کسی کلاس فیلو کو پسند کرتا تھا۔ اس نے فرمانبرداری کی انتہا کردی اور اُف تک نہ کی۔ ورنہ کہاں احمر اور کہاں وہ کالی کلوٹی چھپکلی سی حرا۔" الماس بیگم کو خاندان کے سارے چیدہ چیدہ واقعات انگلیوں پر ازبر تھے۔

"دفع کریں، آپ ان سب باتوں کو۔" رومیصہ بیزار ہوئیں۔

"تم دوٹوک انداز میں اماں سے بات کرو، انعم اور ارسلان کے رشتے کی۔" انہوں نے دوبارہ اپنی بہن کو اکسایا۔

"سوری آپی، مجھے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں لگتا۔" روی نے بھی بغیر لگی لپٹی صاف گوئی کی انتہا کردی۔

"ٹھیک ہے پھر تم شفق آپا سے کہو کہ احتشام یا فرزام کے لیے انعم کا رشتہ لے لیں۔" انہوں نے نیا شوشا چھوڑا جو روی کو پہلے مشورے کی نسبت کچھ بہتر لگا۔ باہر کھڑی نویرہ نے بھی کچھ سکون کی سانس لی جبکہ رومیصہ کے چہرے پر بھی ایک سوچ نے احاطہ کیا۔ جوں جوں وہ سوچ رہی تھیں انہیں الماس آپی کا یہ مشورہ اب اتنا بھی غیر مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

☆☆☆

"ہنی آپ، مجھ سے ناراض ہیں کیا؟" شرزمہ جو پچھلے دو دن سے دیکھ رہی تھی کہ ہانیہ خاصی سنجیدہ، سنجیدہ سی تھیں اور گھر میں ہونے کے باوجود شرزمہ سے کوئی خاص بات چیت بھی نہیں کر رہی تھیں۔ اپنے کپڑے پریس کرتے ہوئے شرزمہ نے اچانک ہی انہیں مخاطب کیا۔

"میں اور ناراض؟ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔" اجنبیت سے بھرپور لہجہ شرزمہ کی آنکھوں میں آنسو لانے کا باعث بنا۔

"آئی ایم سوری ہنی، میں نے اس دن کے ایف سی فون کرکے ڈیل منگوائی تھی وہ اسود زبردستی ساتھ منتھی ہوگیا کہ میں بھی آپ کے ساتھ شیئر کروں گا۔ یقین کریں، میں نے اسے نہیں بلایا تھا۔" شرزمہ نے پریشانی سے صفائی دینے کی کوشش کی لیکن ہنی نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"دیکھو شیری میں نے تم سے کوئی وضاحت نہیں مانگی، میرا کام تمہیں سمجھانا تھا، سو وہ میں نے کر دیا، باقی ہر شخص کو اپنی زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔" ہنی کا لہجہ اب بھی بیگانیت کا تاثر لیے ہوئے تھا اور یہ چیز شرزمہ کی روح فنا کرنے کو کافی تھی۔

"میری زندگی پر ہنی آپ کو ہر طرح سے حق ہے، آپ مجھے روک سکتی ہیں، ٹوک سکتی ہیں، میں نے کبھی بھی اس چیز پر مائنڈ نہیں کیا۔" شرزمہ کی آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہنے لگے۔

"بھئی یہاں کون سا اسٹار پلس کا ڈراما چل رہا ہے۔" اسود اچانک ہی ہلکا سا دروازہ ناک کرکے اندر داخل ہوا۔ شرزمہ نے بوکھلا کر اپنے بازو کی پشت سے چہرہ صاف کیا۔ ایک لمحے کو تو ہانیہ بھی ہڑبڑا گئیں۔

"تم کیا ملک الموت کی طرح ہر جگہ ٹپک پڑتے ہو۔" ہنی نے کچھ سنبھل کر اس پر طنز کیا۔ جو سارا دن کسی بے چین روح کی طرح اوپر نیچے گھومتا رہتا تھا۔

"ظاہر ہے ملک الموت اچانک ہی ٹپکے گا، اب باجے گاجے بجا کر تو آنے سے رہا۔" وہ کون سا کسی سے کم تھا۔ اس نے کھوجتی نظروں سے شرزمہ کی روئی روئی آنکھیں دیکھیں۔

"یہ ان بی بی کو کیا ہوا؟" اسود نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔ "کہیں اس دن والا دکھ تو نہیں یاد آگیا، جب میں ان کی "کے ایف سی" والی ڈیل کا زبردستی مہمان بن گیا تھا۔" اس کا انداز غیر سنجیدہ تھا لیکن اس کی بات پر ہنی اور شرزمہ دونوں نے ہی چونک کر ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا۔

"تم تو صدیوں سے بھوکے ہو۔ یہی حال رہا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں آدم خور ہی نہ بن جاؤ۔" ہنی نے بد مزہ منہ بنایا۔ جبکہ شرزمہ کو اس کی بے موقع محل آمد پہلی دفعہ اچھی لگی کیونکہ اس سے کم از کم اس کی پوزیشن ہنی کے سامنے کافی کلیئر ہوگئی تھی۔

"جس دن آدم خور بنا تو یقین کریں میرا پہلا شکار آپ ہوں گی۔" وہ بڑی بے تکلفی سے لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ اب شرزمہ کی طرف دیکھنے لگا جو فریج کھول کر اللہ جانے اس میں سے کیا تلاش کر رہی تھی۔

"اے نیک دل کنجوس لڑکی، الائچی والی چائے کا گرما گرم ایک کپ ملے گا۔" اس کی فرمائش پر شرزمہ نے مڑ کر اسے دیکھا جس کی شوخ آنکھوں میں ستارے دمک رہے تھے۔

"شیری ایک کپ میرے لیے بھی۔" ہنی نے بھی خوشگوار لہجے میں فرمائش کی تو شرزمہ نے سکون کی سانس لی۔

"قسم سے ہنی، ان محترمہ نے تو اس دن بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مجھے ٹرخا ہی دیں لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ میں ایک ٹھیک ٹھاک قسم کا تجربہ کار بندہ ہوں، کھانے پینے والی دعوتوں میں اپنی جگہ بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔" وہ ایک دفعہ پھر شروع ہوچکا تھا۔ جبکہ سامنے امریکن کچن میں کام کرتی شرزمہ نے اس گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ وہ خاموشی سے اپنے کام میں مگن رہی۔

"یہی بات تو میں شرزمہ کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں کہ تم جیسے عیار اور مکار لوگوں سے بچ کر ہی رہے لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہیں۔" ہانیہ نے ہنستے ہنستے شرزمہ پر چوٹ کی۔ پتی کے جار کی طرف بڑھتا شرزمہ کا ہاتھ خلا میں معلق ہوا اس نے چونک کر اسود کا سادہ اور بے ریا سا چہرہ دیکھا جو ہنی کے اس مذاق پر کھلے دل سے ہنس رہا تھا۔ جبکہ یہ تو صرف شرزمہ ہی جان سکتی تھی کہ ہنی کی اس سنجیدہ بات میں مزاح نام کی کسی چیز کا کوئی وجود نہیں۔

"ویسے ہنی کہتے ہیں کہ چور کو ہر بندہ، چور ہی لگتا ہے، کیا یہ بات درست ہے؟" وہ بھی ہنستے ہوئے ان پر جوابی حملہ کرچکا تھا۔

"یہ تو چور کو ہی پتا ہوگا۔ اپنی طرف تو سارے معاملات صاف شفاف ہوتے ہیں۔" وہ تھوڑی سنجیدہ ہوئیں۔ شرزمہ نے ان کو گفتگو میں مگن دیکھ کر دم پر رکھی چائے کپوں میں انڈیلی۔

"ہاں بھئی آپ کی طرف بڑا اداسی والا موسم

چل رہا ہے، خیر ہے ناں؟" وہ غضب کا چہرہ شناس تھا۔ شرزمہ گڑبڑا سی گئی۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ اپنا چائے کا کپ لے کر باہر نکل آئی۔ اسے شام کی چائے لان میں بیٹھ کر پینا ہمیشہ سے ہی اچھا لگتا تھا۔

"پتا نہیں، ہنی کو پاکستان میں آ کر کیا ہو گیا ہے، وہ اتنی تیرد مائنڈڈ تو کبھی بھی نہیں تھیں۔" مختلف سوچوں میں الجھی وہ سیڑھیاں اتر کر لان میں نکل آئی جہاں رنگ برنگے پھولوں کی بہار آ چکی تھی۔ لان کا حلیہ بہت بہتر ہو گیا تھا۔ سامنے پروفیسر صاحب کی بنٹی اسے نظر آ گئی۔ اس سفید رنگ کی بلی سے اسے خصوصی انسیت ہو گئی تھی۔

"بنٹی تم کہاں چھپ جاتی ہو؟" اس نے اپنا چائے کا کپ میز پر رکھ کر بلی کو بے اختیار بانہوں میں بھرا۔ اس کی کرنجی آنکھوں میں بھی ایک چمک سی آ گئی۔

"کیا تم بھی آج میری طرح اداس ہو؟" بلی کو اپنی گود میں بٹھا کر وہ اس کا جسم سہلانے لگی۔

"بنٹی جب اداس ہوتی ہے تو یہ گیٹ کے ساتھ والی دیوار پر چڑھ کر بیٹھ جاتی ہے اور آتے جاتے لوگوں کو چپ کر کے دیکھتی رہتی ہے۔" سفید کرتے شلوار میں پروفیسر آفاق اس کے بالکل سامنے آ کر بولے۔ ان کے بولنے پر وہ زبردست چونکی اور خفت سے اس کا چہرہ لال ہوا۔ ایک دم ہی اسے ہنی کا خیال آیا تو وہ ڈر کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ اتنی جلدی خوفزدہ کیوں ہو جاتی ہیں؟" پروفیسر آفاق کی زیرک نگاہوں سے اس کے تاثرات کبھی بھی نہیں چھپ سکتے تھے یا پھر اس کا چہرہ ہی کھلی کتاب کی طرح تھا جس پر ہر چیز فوراً ہی عیاں ہو جاتی۔

"جی نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے کن انکھیوں سے ٹیرس کی طرف دیکھتے ہوئے صاف انکار کیا۔ یہ اور بات کہ اس کا کھوکھلا لہجہ اس کی جھوٹ کی صفائی دے رہا تھا۔ اوپر ہنی اور اسود کسی لمبی بحث میں مصروف ہو گئے تھے۔

"شرزمہ، مجھے آپ سے ایک بہت ضروری اور خاص بات کرنی ہے، کیا آپ کل میرے آفس میں مجھ سے مل سکتی ہیں؟" پروفیسر صاحب کا سنجیدہ انداز شرزمہ کو تعجب میں مبتلا کر گیا۔

"یونیورسٹی میں؟" اس کی آنکھوں میں استعجاب سمٹ آیا۔

"جی یونیورسٹی میں، آپ کل کسی بھی وقت مجھے مل لیں اور مناسب سمجھیں تو اس کا تذکرہ ہانیہ سے مت کیجیے گا۔" ان کی اگلی بات نے اسے مزید تحیر میں مبتلا کیا۔ اپنی بات کا جواب سننے کے لیے وہ رکے نہیں، جبکہ وہ اپنے چائے کے کپ پر جمی گہری بھوری سی ملائی کی تہ کو دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم ہوئی۔

☆☆☆

موسم کافی حد تک بدل گیا تھا۔ فضا میں موجود تپش پر اب ہلکی ہلکی سی خنکی غالب آنے لگی تھی۔ اسلام آباد میں تو ویسے بھی موسم زیادہ تر خوشگوار ہی رہتا تھا۔ اس دن وہ یونیورسٹی آئی تو نویرہ کو نہ پا کر اسے سخت کوفت ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کے ساتھ جا کر پروفیسر آفاق سے مل آئے گی۔ رات بھر مختلف سوچوں نے ذہن میں اودھم مچائے رکھا۔ رتجگے کی وجہ سے ہونے والے ہلکے سے گلابی پن نے اس کی آنکھوں کو مزید دلکش بنا دیا تھا۔

"تم آج کیمپس آؤ گی کہ نہیں؟" شرزمہ نے نویرہ کے سیل پر ٹیکسٹ کر کے پوچھا۔

"نہیں۔" دوسری جانب سے فٹ جواب آیا۔

"دفع ہو جاؤ۔" اس نے غصے میں اسے جوابی ٹیکسٹ ہواؤں کے دوش پر ارسال کیا۔ سمسٹر کے اختتام پر آج کل کیمپس میں اسٹوڈنٹس کی تعداد کم ہونے کے برابر ہی تھی۔ آج تو وہ اسود بھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا ورنہ اکثر وہ اسٹوڈنٹس کے گھیرے میں

نظر آ ہی جاتا تھا۔ اس کی سنجیدگی ڈیپارٹمنٹ میں عروج پر ہوتی، وہ نظر کا چشمہ لگائے لائبریری میں اپنے پی ایچ ڈی کے تھیسس پر کام کرتا کہیں نہ کہیں نظر آ ہی جاتا تھا۔

شرزمہ اپنی غیر ہموار سانسوں کے تسلسل پر قابو پا کر پروفیسر آفاق صاحب کے آفس میں آ ہی گئی۔ وہ گرے پینٹ کوٹ میں بڑے پُروقار انداز میں سامنے ہی بیٹھے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرائے اور اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کا حال احوال پوچھنے کے بعد انہوں نے اچانک پوچھا۔

"آپ کو پتا ہے شرزمہ دنیا کا مشکل ترین کام کیا ہے؟" ان کے لہجے کی غیر معمولی سنجیدگی پر شرزمہ کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں۔ اسے آج احساس ہوا کہ کسی کی گہری نظروں کے حصار میں بیٹھنا دنیا کا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ ان کے سوال کے جواب میں شرزمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"دنیا کا سب سے مشکل کام اپنے کردار کی گواہی دینا ہے۔" ان کی بات پر شرزمہ نے چونک کر دیکھا۔

"آپ کہنا، کیا چاہتے ہیں؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کردار ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر ہم دنیا جہان کے پردے بھی ڈال لیں وہ کسی نہ کسی چیز سے جھلک کر سامنے آ ہی جاتا ہے۔ انسان اپنے وجود کی عمارت کے گرد جتنی بھی فالتو اینٹیں لگا لے کہیں نہ کہیں کوئی روشندان کھلا رہ ہی جاتا ہے۔ جس سے انسان کی شخصیت کے پوشیدہ گوشے عیاں ہو جاتے ہیں۔" ان کی بات پر شرزمہ کچھ الجھن کا شکار ہوئی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس بات کے لیے تمہید باندھ رہے ہیں۔

"آپ کو ایک اور بات بتاؤں شرزمہ؟" پروفیسر صاحب کے لہجے میں کچھ تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش سا برپا ہوا۔

"جی۔" اس نے سوالیہ نگاہ سے انہیں دیکھا۔

"عورت پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔ اس کو اللہ نے بڑے جدید قسم کے سیکورٹی سسٹم سے نوازا ہے۔ جو اس کے دماغ میں فٹ ہوتا ہے وہ اپنی طرف اٹھتی ہر نظر کو پہچانتی ہے۔ ایک سرسری سی غلط نگاہ بھی اس کے اندر کے سیکورٹی سسٹم میں لگے سارے الارم جگا دیتی ہے۔ اس لیے اسے دھوکا دینا آسان نہیں، وہ جان بوجھ کر دھوکا کھا جائے تو یہ اور بات ہے۔" ان کی بات پر شرزمہ نے جھنجلا کر انہیں دیکھا۔

"جان بوجھ کر کون دھوکا کھاتا ہے؟"

"بہت سے لوگ دنیا میں جان بوجھ کر دھوکا کھاتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم جس بندے پر اپنے خالص جذبات کا خزانہ لٹا رہے ہیں وہ اس قابل نہیں ہے۔ اس کے باوجود انسان بڑا خوش فہم واقع ہوا ہے۔ وہ ایک ذرا سی امید اور خوش گمانی کے چکر میں اپنی محبت کے مدار کے اردگرد چکر لگاتا رہتا ہے کہ شاید کہیں کوئی اندر جانے کا راستہ مل جائے۔ ایسے لوگ جان بوجھ کر اپنے دل کے کہنے پر سرابوں کے پیچھے بھاگتے ہیں اور آخر کار تھک ہار کر گر جاتے ہیں۔"

"آپ پلیز مجھ سے وہ بات کریں جس کے لیے آپ نے مجھے بلایا ہے۔" وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"جی، میں اسی بات کی طرف آ رہا ہوں۔ آپ کی ہانیہ کی فلاسفی ہے ناں کہ مرد قابلِ اعتبار نہیں ہوتا۔" پروفیسر صاحب کی بات پر وہ ایک لمحے کو گڑبڑا سی گئی۔

"یہ بالکل غلط بات ہے کہ مرد قابلِ اعتبار نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں یہ محض صنفی تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ بات عورت یا مرد کی نہیں ہوتی، بات انسانوں کی ہوتی ہے۔ انہیں صنفی خصوصیات کے حوالے سے صنف کی اقسام میں بانٹ دینا میرے خیال سے یہ انسانیت کے ساتھ زیادتی ہے۔" انہوں نے بہت

سنجیدگی سے شرزمہ کا ہراساں چہرہ دیکھا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" شرزمہ نے اٹک اٹک کر کہا..... اتنا تو اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ بات کچھ سنجیدہ نوعیت کی ہے۔

"میں صرف آپ سے اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آپ دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں، اپنے کانوں سے سنیں۔ اپنے پیاروں پر اعتبار اچھی بات سہی لیکن بعض دفعہ اندھا اعتماد ہمیں واقعی "اندھا" بنا دیتا ہے۔ ہم ساری زندگی دوسروں کی لاٹھی کو پکڑ کر چلنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کوشش کبھی کبھی مہنگی بھی پڑ سکتی ہے کیونکہ اگلا بندہ کسی بھی لمحے وہ لاٹھی چھین کر آپ کو ناوانستگی میں گرا بھی سکتا ہے۔" ان کے لہجے میں طنز کی چبھن اتر آئی۔

"آپ نے جو کہنا ہے کھل کر کہیں، مجھے یہ پہیلیاں سمجھ نہیں آتیں۔" شرزمہ کو اُن کی الجھی باتوں سے کوفت ہوئی۔

"کھل کر صرف اتنا کہنا ہے کہ آپ لوگ فاروق صاحب کے ریفرنس سے میرے پاس آئے ہیں۔ آپ سے پہلے ان کی بڑی بیٹی اور مسز بھی ایک مہینہ یہاں قیام کر کے گئی تھیں جب اُن کی بیٹی کا کوئی ایگزام تھا۔ اگر کوئی شخص آپ کو ایسی جگہ پر بھیج رہا ہے جہاں اس کی فیملی کے لوگ بھی بے تکلفی سے آتے ہوں وایسے شخص کے خلوص پر شک کرنا کسی طور بھی مناسب نہیں۔" وہ پیشانی کو ہاتھ سے مسلتے ہوئے بہت ٹھہر ٹھہر کر بولے۔

"تو اُن کے خلوص پر کس نے شک کیا ہے؟" شرزمہ کو فطری سی پریشانی نے گھیرا۔

"آپ کی ہنی نے!" ان کے جواب پر اسے دھچکا سا لگا۔

"آپ سے کس نے کہا؟" شرزمہ کو اپنی آواز کسی پاتال سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"میں سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا، الحمدللہ میری سماعتیں بالکل درست حالت میں کام کر رہی ہیں۔" وہ بے تکلفی سے بولے۔ "میں تو کچھ دن پہلے خیر سگالی کے جذبات کے ساتھ اوپر والے پورشن میں آیا تھا۔ سوچا کہ آپ کو کچھ ادبی کتابیں بھی پڑھنے کو دے آؤں گا اور دوسرے ہانیہ جب بھی آتی ہیں تو شکوہ کرتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ بھی اوپر کا چکر نہیں لگایا لیکن پہلی دفعہ جانا ہی میرے لیے اعصاب شکن ثابت ہوا۔" ان کی وضاحت پر شرزمہ کے چہرے کا رنگ اڑا۔ اسے پتا چل گیا کہ انہوں نے ہانیہ کی گفتگو سن لی ہے جو وہ اس دن اسے سمجھانے کی غرض سے کر رہی تھیں۔

"ایک تو ویسے بھی آپ لوگ جس بیڈ روم میں تھے اس کی کھڑکیاں سیڑھیوں کی جانب کھلتی ہیں۔ اس لیے اس بیڈ روم میں کھڑکیوں کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھ کر کوئی گفتگو کرے تو باہر سے گزرتا ہوا بندہ ساری گفتگو آرام سے سن سکتا ہے لیکن بخدا میں نے دانستہ ایسا نہیں کیا۔" انہوں نے بڑی سرعت سے صفائی دی۔

"ہانیہ کی آواز کا والیوم اتنا زیادہ تھا کہ ساری بات بغیر کسی کوشش کے آرام سے سیڑھیوں تک آ رہی تھی، یقین مانیں کہ میری اوپر آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔" اپنی پیشانی کو مسلتے ہوئے وہ شرزمہ کو ڈھیروں خفت میں مبتلا کیے جا رہے تھے۔ شرزمہ کو بے تحاشا خفت نے آن گھیرا۔ اس دن ہنی کی گفتگو بھی تو خاصی تلخ تھی۔

"میری ساری زندگی کی کمائی میرا کردار اور وہ عزت ہے جو میں نے اس ادارے سے کمائی ہے۔ میری زندگی میں بس ایک لڑکی آئی اور اسے میں نے خلوصِ دل سے اپنانے کی کوشش کی لیکن میری قسمت نے وفا نہ کی۔ اس کے بعد میں نے کسی کو دانستہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔" انہوں نے سرگوشی کے انداز میں اپنی صفائی دی۔ جبکہ شرزمہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"آپ میرے ڈیپارٹمنٹ میں کسی سے بھی میرے بارے میں پوچھ لیں۔ مجھے دعویٰ تو نہیں لیکن الحمدللہ اس اوپر والی ذات نے بہت عزت دی ہے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔" وہ سر جھکائے بہت سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔ شرزمہ کی پیشانی ننھے ننھے پسینے کے قطروں سے بھر گئی۔

"ہاں جہاں تک بات اسود کی ہے تو وہ شوخ و شرارتی، ہنس مکھ اور ایک زندہ دل انسان ضرور ہے لیکن کمزور کردار کا حامل نہیں۔ اس کی شرارتیں صرف چند لوگوں کی کمپنی تک محدود ہوتی ہیں۔ کیمپس میں وہ بہت سنجیدہ اور محتاط ہوتا ہے۔ اس چیز کا اندازہ تو آپ کو بھی ہو گیا ہوگا۔" انہوں نے گہری سانس لے کر اپنے سامنے بیٹھی سادہ سی لڑکی کو دیکھا۔ جو شرمندگی سے سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو مسل رہی تھی۔ جس کے چہرے پر شرمندگی کے سائے اتنے گہرے تھے کہ پروفیسر آفاق خود بھی خفت کا شکار ہو گئے۔

"آئی ایم سوری سر، میرا نہیں خیال کہ ہنی نے آپ لوگوں کے کردار پر کوئی شک کیا ہے۔" شرزمہ کچھ سوچ کر بولی تو وہ زیرِ لب مسکرا دیے۔

"اصل میں وہ میرے معاملے میں ضرورت سے زیادہ حساس ہیں۔ اس حساسیت کی وجہ سے وہ کچھ جذباتی ہو گئی تھیں ورنہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" شرزمہ نے محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

"یہی بات تو میں آپ کو سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ آپ دنیا کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور جج کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سادہ سے انداز میں بولے۔

"میرے اندر یہ صلاحیت نہیں ہے۔" اس نے سر جھکا کر شرمندگی سے اعتراف کیا۔

"غلط کہہ رہی ہیں آپ!" انہوں نے فوراً ہی اس کی بات قطع کی، شرزمہ کی بھوری آنکھوں میں دنیا جہان کا تحیر سمٹ آیا۔

"میرے خیال میں آپ ہانیہ مصطفیٰ سے زیادہ اچھا دنیا کو جج کر سکتی ہیں، ان کا تجزیہ کر سکتی ہیں۔ آپ نے خواہ مخواہ خود کو ہانیہ کے پیچھے چھپا رکھا ہے۔"

"آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" شرزمہ متجسس ہوئی۔

"جو لوگ کم گو اور اچھے سامع ہوتے ہیں وہ اپنے اردگرد کے ماحول کو ان لوگوں سے زیادہ اچھے طریقے سے سمجھ سکتے ہیں جن کی ساری توجہ اپنی باتوں سے دنیا کو متاثر کرنے پر لگی ہوتی ہے۔" ان کا تبصرہ خاصا بے لاگ بلکہ بے رحمانہ تھا۔ وہ مسکرا دی۔

"آپ پلیز اپنا دل ہانیہ کی طرف سے صاف کر لیں۔ ان کا مقصد بالکل بھی غلط نہیں تھا۔" اس نے ایک دفعہ پھر صفائی دینے... کی کوشش کی۔

"میرا دل ان کی طرف سے صاف ہی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ہانیہ کا دل بھی ہماری طرف سے شفاف ہی ہوگا، بس آپ کے دل کے آئینے پر دھند آ گئی ہوگی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ آپ کو کچھ چیزیں کلیئر کر دوں۔" انہوں نے بڑے پُروقار انداز میں جواب دیا تو وہ ہنس دی۔

"میں اتنی جلدی بدگمان نہیں ہوتی۔"

"اچھا کرتی ہیں ورنہ یہ جلد بدگمان ہونے والے لوگ بھی زندگی میں بہت بڑا امتحان ہوتے ہیں۔ ایسا امتحان جن میں وہ اپنے پیاروں کو ہر تیسرے دن کوئی نہ کوئی "سلپ" پکڑا دیتے ہیں۔ کسی محبت کرنے والے کو شک کی عینک سے دیکھ کر فوراً عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کمال ہوتا ہے حالانکہ سچائی زیادہ دیر تک چھپ نہیں سکتی کبھی نہ کبھی زندگی میں آئینہ بن کر آپ کے سامنے کھڑی ہو ہی جاتی ہے۔" ان کے لہجے میں کوئی گہرا تجربہ بول رہا تھا۔ شرزمہ نے ان کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ وہ اب اس سے اسٹڈی کے

متعلق پوچھ رہے تھے۔

"تو کیا میں یہ سمجھوں کہ آج کی یہ گفتگو، آپ کے اور میرے درمیان ہی رہے گی ناں؟" وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو پروفیسر صاحب کی آخری بات نے اسے حیران کیا۔

"کیا آپ کو یہ کہنے کی ضرورت تھی؟" شرزمہ کی بات نے پروفیسر صاحب کو لاجواب کیا۔ وہ کافی دیر تک مسکرا کر اسے دیکھتے رہے۔

"آپ کے بارے میں ایک اندازہ تو میرا غلط ثابت ہوا۔" شرزمہ نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میرا خیال تھا کہ آپ کی ہر سوچ، ہر احساس اور ہر جذبے پر شاید ہانیہ نام کی ایک چیک پوسٹ ہے۔ جس سے گزر کر ہی آپ کی زندگی کے سارے مرحلے شروع اور ختم ہوتے ہیں۔" ان کی بات پر شرزمہ کھل کر مسکرائی۔ اس نے ان کی اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆

سورج نے چہرے سے رات کا نقاب الٹ دیا۔ اب آسمان پر چمکنے والا چاند معدوم ہو گیا تھا۔ روشنی نے جیسے ہی زمین کا احاطہ کیا زمین پر ہلچل شروع ہو گئی۔ ارجمند ولا میں بھی زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔

"تم رات اپنے کمرے میں نہیں سوئی ہو۔" الماس بیگم بادامی رنگ کے بریزے چکن کے سوٹ میں بالکل تیار اپنے کالج کے لیے نکل رہی تھیں جب انہوں نے ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر سر جھاڑ منہ پھاڑ لیٹی نویرہ کو دیکھا۔ رات جب وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے جا رہی تھیں تب بھی نویرہ اسی انداز میں آڑی ترچھی لیٹی ہوئی تھی۔ انہیں پہلی دفعہ احساس ہوا کہ اس کے انداز کچھ عجیب سے ہیں۔ ورنہ وہ اپنی بے چین طبیعت کی وجہ سے زیادہ دیر تک کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔

"کیوں، یہاں لیٹنا منع ہے کیا؟" اس کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر نمودار ہوا۔ اس سے بھی زیادہ سرعت سے الماس بیگم کے اندر اشتعال کی ایک لہر ابھری لیکن انہوں نے مصلحتاً تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ انہیں نہ جانے کیوں نویرہ کو ایسے رنجیدہ اور افسردہ لیٹے دیکھنا اچھا نہیں لگا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" کچھ بھی تھا وہ ان کی اولاد تھی۔ اس لیے فکرمند ہونا ایک فطری امر تھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔" اس نے بیزاری سے جواب دے کر کشن اپنے چہرے پر رکھا۔ جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ مزید بات کرنا نہیں چاہ رہی۔

"یونیورسٹی نہیں جانا کیا؟" الماس بیگم کے دل میں بہت سے چھوٹے بڑے وسوسے پانی کے بلبلوں کی طرح بنے۔

"نہیں۔" اس نے کشن کے اندر سے ہی جواب دیا۔

"کیوں؟" وہ اب بالکل اس کے سر پر آن کھڑی ہوئیں۔

"سمسٹر ختم ہوا ہے ابھی اور کلاسز نیکسٹ ویک سے شروع ہوں گی۔" اس نے بھی خلافِ عادت بڑے تحمل سے جواب دیا۔ جسے سننے کے بعد تو الماس بیگم کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس طرح کے سوال جواب سے تو وہ فوراً ہی بھڑک اٹھتی تھی۔ ان کے اور نویرہ کے تعلقات ایک دوسرے سے کبھی بھی خوشگوار نہیں تھے لیکن دونوں پھر بھی ایک دوسرے کے آنکھ کے اشاروں کو بھی سمجھتی تھیں۔ الماس بیگم شروع سے اپنی درمیان والی بیٹی عبیرہ کے زیادہ قریب تھیں۔ جو عادتاً، مزاجاً اور فطرتاً بالکل الماس بیگم کا پرتو تھی۔

"روبی، نویرہ کے لیے ناشتا بنوا دو، میٹھا ملائی والا پراٹھا اور چائے۔" الماس بیگم کے نئے حکم پر صوفے پر لیٹی نویرہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اسے اس وقت تنہائی کے علاوہ کسی چیز کی طلب نہیں تھی۔ الماس

بیگم کچھ دیر وہیں کھڑی اس کے ردِعمل کا انتظار کرتی رہیں لیکن نویرہ نے بھی شاید آج خاموش رہ کر اپنی ماں کو حیران کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ وہ کچھ منٹ انتظار کے بعد اکتا کر کالج کے لیے نکل پڑیں۔

"روبی خالہ مجھے کوئی ناشتا نہیں کرنا، پلیز اب سوال، جواب کر کے مجھے تنگ مت کیجیے گا۔" باہر گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنتے ہی نویرہ نے کشن منہ سے ہٹایا اور کچن کے دروازے میں حیران کھڑی روبی خالہ کو بیزاری سے کہا اور دوبارہ کشن منہ پر رکھ لیا۔ وہ کندھے اچکا کر رہ گئیں۔

"سنو پوتی لڑکی!" شامی بڑی تیزی سے لاؤنج کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔ "میرے ساتھ فیض آباد تک چلو گی، ارسلان آ رہا ہے اسے وہاں سے پک کرنا ہے۔" شامی کی فرمائش پر نویرہ نے اپنے دل میں مچلتے جذبات کو تھپکی دے کر سلایا۔

"شامی بھائی میرے سر میں درد ہے، آپ پلیز ڈرائیور کو ساتھ لے جائیں۔" اس نے صاف انکار کیا۔

"ڈرائیور تو الماس ممانی کو کالج چھوڑنے گیا ہے۔" انہوں نے کھوجتی نگاہوں سے اس کا چہرہ جانچا۔ "ویسے تمہیں ہوا کیا ہے؟ کوئی میڈیسن لی؟"

"ویسے ہی طبیعت بیزار سی ہو رہی ہے۔" اس نے سستی سے جواب دیا۔

"آ رہا ہے ارسلان، آ کر ساری طبیعت کی بیزاری دور کر دے گا۔" شامی نے اسے چھیڑا۔ اسے معلوم تھا کہ دونوں کی نوک جھونک خوب چلتی تھی۔

"مجھے کسی کے آنے یا جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ جس مقصد کے لیے آ رہا ہے اسے خوشدلی سے پورا کرنے دیں۔" وہ اس قدر تلخی سے بولی کہ اپنی جگہ کھڑا شامی ہکا بکا رہ گیا۔ وہ سامنے لیٹی نویرہ کو یوں بے یقینی سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔

☆☆☆

میرا پاکستان

میری عزت میری آن ہے پاکستان
میرا دل اور میری جان ہے پاکستان

جس میں میرا بنیادی کردار رہا
اس افسانے کا عنوان ہے پاکستان

آج میں اس کے دم سے ہوں جو کچھ بھی ہوں
میری شہرت میری شان ہے پاکستان

اس کے نام سے سر اونچا کرتی ہوں میں
مجھ کو فخر ہے میرا مان ہے پاکستان

جس میں پھول محبت کے کھلتے ہیں سدا
ایسا پیارا نخلستان ہے پاکستان

تمثیلہ آزاد فضا میں ہوں جو میں
ہم پر قائد کا احسان ہے پاکستان

شاعرہ: تمثیلہ لطیف...... جودھالہ

ایک تو چودھویں کی سحر انگیز رات اور اوپر سے بھید بھری خاموشی میں بجنے والا ستار، شرزمہ خود کو باہر نکلنے سے نہیں روک پائی، ننگے پاؤں وہ ٹیرس کا دروازہ کھول کر باہر آئی ٹھنڈی ہوا کے دلفریب جھونکے نے اس کا استقبال کیا۔ فضا میں ایک خوبصورت غزل کی دُھن نے سماں باندھ رکھا تھا۔

وشتِ تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تیری آواز کے سائے، تیرے ہونٹوں کے سراب

گہرے سرمئی رنگ کے آسمان پر ٹمٹماتے ستاروں کے درمیان مغرور سا چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ انگڑائیاں لے رہا تھا۔ اس کی چاندنی سفید پریوں کی طرح زمین پر اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ نیچے لان میں پروفیسر صاحب کرسی پر اس طرح بیٹھے تھے کہ ان کی ٹانگیں بے تکلفی سے سامنے رکھی کرسی پر تھیں۔ ستار ان کی گود میں تھا اور اس کے

تاروں کو بڑی مہارت کے ساتھ چھوتی انگلیاں فضا میں گویا کوئی جادوئی سامنتر گھول رہی تھیں۔

دشتِ تنہائی میں دوری کے خس و خاک تلے
کھل رہے ہیں تیرے پہلو کے سمن اور گلاب

وہ نہ جانے کس دُھن میں سیڑھیاں اتر آئی۔ اس کے قدم آہستہ آہستہ لان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چاند کے گرد ہالے میں موجود اداسی نے اچانک ہی رقص شروع کر دیا۔ فضا میں عجیب سا سحر طاری ہوگیا تھا وہ خاموشی سے ان کے بالکل سامنے آ کر بیٹھ گئی اور دونوں پاؤں بھی لاشعوری طور پر اس نے کرسی پر رکھ لیے تھے۔ پروفیسر صاحب کو آنکھیں بند کیے اچانک ہی کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ ستار پر چلتی ان کی انگلیاں تھم گئیں، یوں لگا جیسے ہر چیز ساکت ہوگئی ہو۔

''سنائیں ناں، رک کیوں گئے؟'' شرزمہ کی آواز پر انہیں دھچکا ہی تو لگا۔ انہوں نے ناگواری سے اپنے سامنے بیٹھی شرزمہ کو دیکھا جو نہ جانے کب رات کے اس پہر اوپر والے پورشن سے لان میں آگئی تھی۔ اپنے تخلیے میں اس کی موجودگی ان کو اچھی نہیں لگی۔

''آپ اس وقت نیچے کیوں آگئیں؟'' ان کے لہجے میں کوفت بھری جھنجلاہٹ تھی۔

''اس خوب صورت دھن کو سنتے ہوئے مجھے پتا ہی نہیں چلا۔'' اس کے معصومیت بھرے انداز پر انہوں نے ستار ایک سائڈ پر رکھا اور کھڑے ہوگئے۔

''آپ اوپر جائیں، یہ مناسب نہیں لگتا کہ رات کے اس پہر ہم لوگ اکٹھے یہاں بیٹھیں، ہم صبح بات کریں گے۔'' ان کے روکھے انداز پر شرزمہ ہکا بکا رہ گئی۔ بے عزتی کے گہرے احساس کی وجہ سے اس کی بھوری آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔ چاند کی روشنی میں وہ اجلی لڑکی پروفیسر صاحب کے کئی زخموں کے ٹانکے ادھیڑنے کا باعث بنی تھی۔ وہ بے عزتی کے گہرے احساس کے ساتھ تیزی سے اٹھی اور برق رفتاری سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز اور دل ایک بے نام سے دکھ کے حصار میں آگیا۔ رات کی خاموشی اور سناٹے میں ستار کے تاروں میں پروفیسر صاحب کے پتا نہیں کون کون سے دکھ بین کرتے رہے۔ صبح چار بجے کے قریب اس کی آنکھ لگی اور سات بجے وہ اٹھی تو آنکھیں رتجگے کی عکاسی کر رہی تھیں اور سر بہت بھاری سا تھا۔ بہت بے دلی سے وہ کیمپس جانے کے لیے تیار ہوئی۔ وہ بیزاری سے پوائنٹ کے اسٹاپ کی طرف جا رہی تھی جب اسے ایک گاڑی بالکل اپنے پاس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''ہم یونیورسٹی جا رہے ہیں اگر مناسب سمجھیں تو ہمارے ساتھ ہی چلیں۔'' پروفیسر صاحب کی گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اسود بڑی گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ شرزمہ نے چونک کر دونوں کو دیکھا۔ ذہن کے پردے پر رات کا منظر پوری قوت سے بیدار ہوا۔ غصے کی ایک لہر اسے اپنے پورے وجود میں پھیلتی محسوس ہوئی۔

''سوری، میں اسے مناسب نہیں سمجھتی۔'' اس نے اپنی چھوٹی سی تیکھی ناک چڑھا کر سپاٹ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گئی۔

''ہائیں...... انہیں کیا ہوا؟'' اسود اس کے ردعمل پر ہکا بکا اسے دیکھتا رہ گیا جس کی پشت پر لمبے بالوں کی چوٹی کسی ناگن کی طرح لہرا رہی تھی۔ اس کی برابر والی سیٹ پر بالکل فریش بیٹھے پروفیسر صاحب زیرِلب مسکرائے انہیں اندازہ تھا کہ یہ کس چیز کا شدید ردعمل ہے۔

وہ یونیورسٹی پہنچی تو سامنے ہی اداس اور رنجیدہ سی نورے کو دیکھ کر اس نے سکون کی سانس لی۔

''تھینکس گاڈ، اگر تم آج بھی نہ آتیں تو میں نے سوچ رکھا تھا کہ گھر جا کر تمہیں شوٹ کر کے آؤں گی۔'' اس نے نورے کے پاس سیڑھیوں پر بیٹھتے ہی اپنے غصے کا اظہار کیا۔ جبکہ اپنے ہاتھ میں پکڑے پیپل کے پتے کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین پر پھینکتی نورے کے چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

''کاش کہ تم مجھے شوٹ کر ہی دو تو اچھا ہے سب سے جان چھوٹ جائے گی۔'' اس کی بات پر شرزمہ ٹھٹکی اور غور سے اسے دیکھا جو حد درجہ ذہنی پراگندگی کا شکار لگ رہی تھی۔

''اوئے خیر ہے ناں، یہ تم اٹھارویں صدی کی ہیروئن کی طرح غم کا اشتہار کیوں بنی ہوئی ہو؟'' شرزمہ نے ہلکے پھلکے انداز میں سوال کیا تو وہ خاموش رہی اور کچھ توقف کے بعد بولی۔

''میرے جیسے لوگ صرف غم کا اشتہار ہی بن سکتے ہیں۔''

''پھر تم کیوں نہیں اس غم سے نکلنے کی کوشش کرتیں۔'' شرزمہ نے اسے سمجھایا۔

''کاش میں بھی جیا آپی کی طرح بہادر ہوتی۔'' اس نے ایک لمبی آہ بھر کر ہاتھ میں پکڑا پتا زمین پر پھینک دیا۔ وہ اس کھیل سے اکتا گئی تھی۔

''انہوں نے کیا، کیا تھا؟'' شرزمہ نے تجسس سے پوچھا۔

''محبت۔'' نورے نے اپنا چہرہ گود میں چھپا لیا۔ وہ آج کیمپس آنا نہیں چاہتی تھی لیکن پھر بھی آگئی تھی۔

''کس سے؟'' شرزمہ نے عجلت بھرے انداز میں دریافت کیا۔ اس سے پہلے کہ نورے کوئی جواب دیتی۔ فائنل ائیر کی ایک اسٹوڈنٹ ان کے پاس آن رکی۔

''ایکسکیوزمی، آپ میں سے شرزمہ کون ہیں؟'' اس کے سوال پر وہ دونوں ہی چونکیں۔

''جی میں ہوں، خیریت؟'' شرزمہ نے فوراً ہی جواب دیا۔

''آپ کو پروفیسر آفاق صاحب اپنے آفس

میں بلا رہے ہیں، میں اپنی اسائنمنٹ جمع کروانے گئی تھی تو انہوں نے آپ کا نام بتا کر کہا تھا کہ آپ کو بھیجوں، آپ کی کلاس میٹس نے بتایا کہ آپ یہاں ہیں۔'' اس نے بہت شائستگی سے وضاحت دی۔

''شرزمہ کو......؟'' نورے نے چونک کر شرزمہ کا سپاٹ چہرہ دیکھا جس کے اعصاب تن سے گئے تھے۔

''اکس، اوکے، میں چلی جاؤں گی، تھینکس۔'' شرزمہ نے اس لڑکی کو صاف ٹرخایا۔

''یہ پروفیسر آفاق نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟'' نورے نے اس لڑکی کے جاتے ہی اس سے حیرانی سے دریافت کیا۔

''دفع کرو، پھر کبھی مل لوں گی، چلو اٹھو یہاں سے، کوئی اور دعوت نامہ نہ آجائے۔'' وہ بے پروائی سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے موڈ سے نورے کو اندازہ ہوا کہ وہ وہاں نہیں جائے گی۔

''لیکن شرزمہ، وہ ہمارے استاد ہیں، بے شک ہمیں ابھی نہیں پڑھاتے لیکن تمہیں ان کی بات سننی چاہیے۔'' نورے نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''زیادہ اماں نہ بنو، جب میرا دل کرے گا تو مل آؤں گی۔'' اس کے شانِ بے نیازی سے جواب دینے پر نورے ایک دفعہ پھر حیران ہوگئی۔

''تمہارا میرے پیچھے دماغ تو خراب نہیں ہوگیا کیا؟'' اسے واقعی اس کے پُراسرار سے رویے کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

''ہاں ہوگیا ہے۔'' وہ چڑی۔ ''اگر اسی طرح سوال جواب کرتی رہو گی تو تمہارا بھی ہو جائے گا۔ اٹھو، مجھے ناشتا کرنا ہے۔'' اس نے عجیب ڈھٹائی والا انداز اختیار کیا۔

''کیوں، گھر میں کیا کھانے پینے کی ہڑتال چل رہی ہے۔'' نورے کو اس کی حرکتیں کوفت میں مبتلا کر گئیں۔ ''بندہ کم از کم ناشتا تو اپنے گھر سے کر کے آتا ہے۔''

''آج کل کے اینکرز کی طرح بے تکا بول بول کر میرا سر نہ کھاؤ۔'' وہ چل پڑی تھی نویرہ نے اس کی پیروی کی۔ ''ایک تو تمہارے ان پروفیسر صاحب کے ستار نے ساری رات سونے نہیں دیا۔ عین لان میں میرے کمرے کی کھڑکی کے نیچے بیٹھ کر پتا نہیں کون کون سے راگ اپنے ستار پر بجاتے رہے، قسم سے ابھی تک سر پھٹ رہا ہے۔'' شرزمہ غصے سے اصل بات اگل ہی گئی۔

''پروفیسر صاحب کو ستار بجانا آتا ہے۔'' نویرہ حیرت اور جوش سے ذرا اونچا ہی بول گئی۔

''کیوں، تم نے ان سے ستار سیکھنے کی کلاسز لینی ہیں کیا؟'' شرزمہ کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔ جبکہ نویرہ کو اس کی بات پر صدمہ ہوا۔

''کتنی بدذوق ہو تم، لوگ کسی کی لائیو پرفارمنس کو سننے کے لیے ترستے ہیں اور ادھر دیکھو، چراغ تلے اندھیرا۔''

''تم اپنی چونچ بند ہی رکھو، ابھی کچھ دیر پہلے تو ملکۂ غم بنی بیٹھی تھیں، اب دیکھو کیسے زبان چل رہی ہے۔'' شرزمہ کے طنزیہ انداز پر وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

''یہ کتابیں، رسالے، یونیورسٹی، کلاسز سب کچھ مجھے کچھ دیر کے لیے ہی سہی لیکن بہت سی چیزوں کو بھلانے میں مدد دے دیتے ہیں لیکن آج تو لگتا ہے کہ تم بھی ان سب کے ساتھ مل کر میرے زخموں پر نمک پاشی کرنے بیٹھ گئی ہو۔'' وہ کینٹین کے پاس آکر رکی۔ شرزمہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''اُف لگتا ہے کہ ساری ہی عوام گھروں سے بھوکی اٹھ کر آ گئی ہے، دیکھو ذرا پہلی کلاس ہی بنک کر کے اسٹوڈنٹس کیسے یہاں ڈیرا ڈالے بیٹھے ہیں۔'' شرزمہ کو رش دیکھ کر کوفت ہوئی۔

''ہماری عوام کا سب سے بڑا مسئلہ ہی روٹی ہے۔'' نویرہ نے بھی تلخ لہجے میں کہا اور بیزاری سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ شرزمہ اتنے رش میں بھی کچھ نہ کچھ کھانے کو لے ہی آئی۔

''ہاں اب بتاؤ کہ تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ یہ چہرے کے سارے بلب فیوز کیوں ہیں؟'' شرزمہ نے چاول چھولے کھاتے ہوئے ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

''جیسے ہماری عوام کا آج کل سب سے بڑا مسئلہ لوڈشیڈنگ ہے۔ اسی طرح میرے جیسے جذباتی لوگوں کے بھی زیادہ تر مسئلے، مسائل محبت کی برقی توانائی سے ہی وابستہ ہوتے ہیں۔ جب تک دل کی طرف جانے والی لائنوں کی وائرنگ ٹھیک رہے مسئلہ ٹھیک رہتا ہے۔ جیسے ہی اس میں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے والی خواہش کا فیوز اڑ جاتا ہے۔ محبت کے نظام کا بریک ڈاؤن... ہوتے ہی زندگی میں بس تیرگی اور مایوسی کا ہی احساس باقی رہ جاتا ہے۔'' اس کے فلسفیانہ انداز پر شرزمہ اتنی حیران ہوئی کہ چمچ منہ میں لے جانا بھول کر تعجب سے اسے دیکھنے لگی جو خود بھی ایک کونے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

☆☆☆

''ہنی ہم لوگ کہیں اور گھر نہیں لے سکتے؟'' اس دن کیمپس سے آتے ہی اس کی عجیب سی خواہش سن کر ہانیہ حیران رہ گئیں۔ وہ ایپرن باندھے خلافِ معمول کچن میں کچھ مصروف دکھائی دے رہی تھیں حالانکہ انہیں کچن کے کاموں سے سخت الرجی تھی۔

''خیریت ڈارلنگ، کیا ہوا؟'' ہنی نے میکرونیز کا پیکٹ شیلف پر رکھ کر اس کا بیزار چہرہ دیکھا۔

''بھئی عجیب گھر ہے یہ، نہ بندہ سکون سے سانس لے سکتا ہے، نہ گھوم پھر سکتا ہے اور نہ سو سکتا ہے۔'' اس نے بیگ اور فائل سائڈ میز پر رکھی اور ٹانگیں پھیلا لیں۔ جبکہ ہنی اپنا کام چھوڑ کر اس کے پاس آن کھڑی ہوئیں۔

''تو اس میں کیا مسئلہ ہے، کس نے منع کیا؟'' وہ اب کھوجتی نگاہ سے اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ چہرہ جو انہیں سب سے زیادہ پیارا تھا۔

''منع تو کسی نے نہیں کیا، یہ جو نیچے دو دو باڈی گارڈز گھوم رہے ہیں۔ مجھے ان سے کوفت ہوتی ہے۔'' اس کا اشارہ سمجھ کر ہنی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

''وہ بیچارے تمہیں کیا کہتے ہیں؟''

''آپ بھی ناں ہنی عجیب خاتون ہیں، ابھی کچھ دن پہلے مجھے مردوں کے بارے میں اپنی خوفناک قسم کی تھیوریاں پڑھا رہی تھیں اور اب کچھ ہی دن کے بعد وہ آپ کو بیچارے لگنے لگے ہیں۔'' شرزمہ کو ٹھیک ٹھاک غصہ آ گیا۔

''لو میں نے ان دونوں کا نام تھوڑی لیا تھا، میں تو جنرل بات کر رہی تھی۔'' وہ صاف مکر گئیں۔

''اُف ہنی۔'' شرزمہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ ''کیا چیز ہیں آپ، پل میں تولہ، پل میں ماشہ۔''

''بس میری جان، مجھے تھوڑی سی غلط فہمی ہو گئی تھی لیکن اب ایسی کوئی بات نہیں تم آرام سے گھومو، پھرو، کوئی مسئلہ نہیں۔'' وہ بے پروائی سے گویا ہوئیں۔

''دھینکس، مجھے کوئی ضرورت نہیں ایسے وژے کی، جو کبھی مسترد کر دیا جائے تو کبھی اس پر قبولیت کی مہر لگا دی جائے۔'' شرزمہ ناگواری سے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''یہ شیری پاکستان آکر کچھ تیز نہیں ہو گئی، پہلے تو چپ چاپ ہر بات مان لیتی تھی لیکن اب اس نے مجھ سے بڑی مزاحمت دکھانا شروع کر دی ہے۔'' ہانیہ نے گرم پانی میں میکرونیز ڈالتے ہوئے غوری طور پر سوچا۔

''یہ ہنی بھی پاکستان آکر کچھ عجیب ہی ہو گئی ہیں۔'' شرزمہ نے اپنے کمرے میں آتے ہوئے سوچا۔ ''اور میں اس سے بھی زیادہ عجیب۔'' ایک اور سوچ نے اس کے ذہن کا احاطہ کیا۔ ''میں نے بھی آج بدتمیزی کی انتہا کر دی۔'' اسے کیمپس میں کی گئی اپنی حرکت یاد آئی تو اب افسوس ہونے لگا۔ وہ پروفیسر صاحب کے بلانے پر اُن کے آفس نہیں گئی بلکہ ڈھٹائی سے اُدھر ہی گھومتی رہی۔ اب اسے اپنی حرکت کا احساس ہوا تو ساتھ ہی دل میں شرمندگی کے کئی پودے لہلہانے لگے۔

''میں سوچ رہی ہوں شیری کہ مجھے اب اپنی زندگی کے بارے میں کچھ سنجیدہ ہو کر سوچنا چاہیے۔'' ہنی چکن میکرونیز اور کیچپ کی بوتل ٹرے میں رکھے اندر داخل ہوئیں۔

''کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔'' شرزمہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ وہ حیرانی سے ہنی کو دیکھنے لگی جو اسے بھی کھانے کا اشارہ کر رہی تھیں۔

''نہیں ہنی، آج کیمپس میں نویرہ کے ساتھ کینٹین میں ہی بہت کچھ کھا لیا تھا۔'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے وضاحت کی۔

''یہ تم اپنی نویرہ کو کسی دن بلاؤ ناں گھر، صبح شام اس کی باتیں کرتی ہو اور ایک دفعہ بھی مجھ سے نہیں ملوایا۔'' ہنی نے پلیٹ میں ڈھیر سارا کیچپ انڈیلا۔

''ہاں بلاؤں گی کسی دن۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ویسے بائی داوے آپ نے اپنے بارے میں سنجیدہ ہو کر کب سے سوچنا شروع کیا۔'' شرزمہ کو اچانک یاد آیا۔

''بس سوچ تو میں تب سے رہی ہوں، جب سے پاکستان آئی ہوں۔'' انہوں نے بے پروائی سے کہا۔ ''لیکن ذرا سنجیدگی سے اب سوچنے لگی ہوں جب سے مجھ پر پروفیسر صاحب نے زور ڈالا ہے۔'' ہنی کی بات پر وہ زبردست انداز سے چونکی۔

''ان کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے آخر کب تک وہ اس لڑکی کی بے وفائی کا سوگ مناتے رہیں گے۔'' شرزمہ نے الماری سے اپنا سوٹ نکالتے

ہوئے کہا۔

''یار سچ پوچھو تو وہ اس موضوع پر بات کرنا ہی پسند نہیں کرتے، اس لیے میں نے بھی دوبارہ اصرار نہیں کیا۔'' شرزمہ کو ان سے اس قدر عقلمندی کی توقع نہیں تھی اس لیے حیران ہوئی۔

''اچھا کیا جو نہیں پوچھا، ہمیں کیا ضرورت ہے۔'' شرزمہ کو پہننے کے لیے ایک سوٹ مل ہی گیا۔

''یہ تم کیوں اداس اداس سی ہو، خیریت ہے ناں؟'' انہوں نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہوں...... اداس تو ہوں۔'' وہ فوراً متفق ہوئی۔ ''ویسے ہنی کتنا اچھا ہوتا کہ ہم اپنے بارسلونا میں ہی ہوتے، میں قسم سے اسپین کو بہت مس کرتی ہوں۔'' شرزمہ نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے ایک اور عجیب سی بات کی۔

''یہ آج تمہیں ہوا کیا ہے۔ ایک دم سے ہی بات کرتے کرتے کوئی اور موضوع چھیڑ دیتی ہو۔'' ہنی نے تعجب سے اس کا اداس چہرہ دیکھا۔

''پتا نہیں کیوں ہنی کل سے مجھے اپنا وہاں والا گھر، ماما، پاپا، وہاں کے فرینڈز اور کالج وغیرہ بہت یاد آرہے ہیں۔'' شرزمہ زبردستی مسکرائی۔

''میرا تو مکمل ارادہ ہے کہ تمہاری شادی کر کے میں خود بارسلونا واپس چلی جاؤں گی۔'' ہنی کی بات پر اسے کرنٹ لگا۔

''یہ کیا بات ہوئی، ابھی آپ اپنے بارے میں سوچ رہی تھیں اب ایک دم میری شادی کہاں سے درمیان میں آگئی۔'' اسے ہنی کی بات بالکل اچھی نہیں لگی۔

''بے وقوف تمہاری شادی کر کے ہی تو کچھ اپنے بارے میں سوچوں گی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔'' ہنی نے اسے چھیڑا۔

''جی نہیں، آپ مجھ سے بڑی ہیں، پہلے اپنے بارے میں کچھ سوچیں، مجھے ابھی بہت سارا پڑھنا ہے۔'' شرزمہ نے صاف انکار کیا تو وہ ہنس دیں۔

''تمہاری موجودگی میں میرا تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب تمہیں کیا میں جہیز میں لے کر ادھر ادھر پھروں گی۔'' ہنی کی مذاق میں کہی ہوئی بات اسے تیر کی طرح لگی۔

''میرا کوئی مسئلہ نہیں، میں یونیورسٹی کے ہاسٹل میں رہ لوں گی۔'' اس کا لہجہ بھیگ سا گیا۔

''جس دن میں مر جاؤں تو، اس دن بے شک تم ہاسٹلوں میں رہ لینا، میری زندگی میں تو ایسا بالکل ممکن نہیں۔'' ہنی نہ جانے کیوں سنجیدہ سی ہو گئیں۔ شرزمہ نے تڑپ کر ان کی طرف دیکھا۔

''کیسی باتیں کرتی ہیں ہنی، مریں آپ کے دشمن۔'' اس نے فوراً اٹھ کر بانہیں ان کے گلے میں ڈالیں اور چٹاچٹ پیار کرنے لگی۔

''جتنا مرضی مسکا لگا لو لیکن میں نے اب سوچ لیا ہے کہ تمہیں بس اپنے گھر بار کا کرنا ہے۔'' ہنی نہ جانے دل میں کیا ٹھان کر بیٹھ گئی تھیں۔ شرزمہ نے بھی ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا۔ پتا تھا کہ وہ زیادہ دیر تک کسی چیز کو اپنے دماغ پر حاوی نہیں کرتیں۔ اسے یقین تھا کہ صبح تک وہ اس بات کو بھول بھال جائیں گی۔

☆☆☆

''آج اوپر بڑی رونقیں لگی ہیں خیر ہے؟'' الماس بیگم نے رومیصہ کو دیکھتے ہی طنزاً پوچھا۔ آج روی کافی مصروف تھیں۔

''ہاں آپی، آج ارسلان کو دیکھنے آرہے ہیں کچھ لوگ۔'' انہوں نے نویرہ کو ٹی وی میں مصروف دیکھ کر ذرا دھیمے لہجے میں کہا لیکن نویرہ کی تو آج کل حساسیت عروج پر تھی۔

''بھابی تو پسند کر آئی ہیں لڑکی۔'' رومیصہ نے ذرا دھیمے انداز میں مزید بتایا۔

''ہونہہ ہماری بلا سے۔'' انہوں نے سلگ کر کہا جس کے ہر انداز سے لاتعلقی نمایاں تھی۔

''آپی، وہ بڑی اماں کہہ رہی تھیں کہ جب مہمان آجائیں تو آپ کچھ دیر کے لیے اوپر آجائیے گا، مہمانوں کو آپ سے ملوانا ہے۔'' رومیصہ نے کچھ جھجک کر کہا۔

''کیوں؟'' وہ زہرخند لہجے میں بولیں۔ ''میں کوئی فالتو ہوں جسے عین وقت پر صرف کارروائی پوری کرنے کے لیے بلایا جارہا ہے۔''

''آپی مجھے تو اماں نے کہا تھا کہ آپ سے کہہ دوں، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔'' روی خالہ نے بے چارگی سے اپنی صفائی دی۔

''تم بھی آرام اور سکون سے بیٹھ جاؤ، کوئی ضرورت نہیں بھاگ بھاگ کر خدمتیں کرنے کی، نوکرانی نہیں ہو تم اس گھر کی، ہزار دفعہ دن میں تمہیں یاد دلانا پڑتا ہے۔'' ان کا نخوت زدہ لہجہ پورے کمرے میں گونجا اور اندر آتے ہوئے ارجمند خاتون نے بھی اچھی طرح سن لیا۔

''السلام علیکم!'' اپنی ساس کو پیچھے دیکھ کر الماس خاتون کی پیشانی پر ان گنت لکیریں ابھر آئیں اور غنیمت رہی کہ انہوں نے مزید کچھ نہیں کہا۔

''بہو، مجھے تم سے کچھ مشورہ کرنا تھا۔'' ارجمند خاتون نے اندر آتے ہی بغیر کوئی تمہید باندھے کہا جبکہ الماس بیگم کے اعصاب تناؤ کا شکار ہوئے۔

''جی فرمائیے، کیسے یاد آگئی میری؟'' الماس بیگم کا لفظ لفظ زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

''بھئی گھر کی بڑی بہو ہو تم، کیسے بھول سکتے ہیں تمہیں۔'' انہوں نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔ جبکہ الماس بیگم کو بھی شاید ان کے سارے ہی انداز ازبر تھے۔ اس لیے ان کے چہرے پر پھیلی ہوئی طنزیہ مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

''آج ارسلان کو دیکھنے کچھ لوگ آرہے ہیں۔ تم بھی اس موقع پر موجود رہنا، آخر کو بڑی بہو ہو اس گھر کی۔'' انہوں نے بہت سنبھل کر محتاط لفظوں کا انتخاب کیا لیکن شاید انہیں بھول گیا تھا کہ الماس بیگم کو اگلے بندے کے سر ہونے کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

''بڑی جلدی آپ کو خیال آگیا کہ میں اس گھر کی بڑی بہو ہوں۔'' انہوں نے ایک، ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔

''مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے، اس میں بھولنے والی کون سی بات ہے۔'' ارجمند خاتون بھی کون سا کسی سے کم تھیں۔

''ہاں تبھی گھر کے ہر اچھے رشتے کے لیے آپ کو میری بیٹیوں کے نام یاد نہیں رہتے۔ مجھ سے تو چلو کوئی کدورت سہی۔ یہ نویرہ تو بڑی لاڈلی تھی آپ کی۔'' ان کے لبوں پر بڑی تمسخرانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ نویرہ کے ساتھ رومیصہ کو بھی جھٹکا لگا اور اتنے دوٹوک انداز میں بات سننے کی ارجمند خاتون کو بھی کہاں توقع تھی تبھی وہ گڑبڑا سی گئیں۔

''میں نے کب کہا کہ نویرہ میری لاڈلی نہیں۔'' انہوں نے بوکھلا کر نویرہ کو دیکھا جو بڑے ہی عجیب انداز میں اپنی دادو کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ زندگی میں پہلی دفعہ اسے اپنی ماں کی بات بری نہیں لگی۔

''دیکھو الماس، احمر، ارسلان دونوں عطیہ کے بیٹے ہیں جس طرح عبیرہ اور نویرہ تمہاری بیٹیاں ہیں۔ ہر ماں باپ کو اپنے بچوں کے لیے اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔'' انہوں نے بڑے تحمل بھرے انداز میں گفتگو کو آگے بڑھایا۔ ''میری تو اس میں کوئی مرضی نہیں۔'' انہوں نے اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش کی۔

''رہنے دیں اماں۔'' انہوں نے بیزاری سے ناک سے مکھی اڑائی۔ ''جب حرا کے معاملے میں آپ اپنی مرضی چلا سکتی ہیں تو نویرہ میں کون سے کانٹے لگے ہوئے تھے۔'' ان کی آنکھوں سے شعلے

نکلے۔ گفتگو اتنے براہِ راست انداز سے شروع ہو جائے گی اس کا کسی کو بھی گمان نہیں تھا۔ نویرہ اور رومیصہ دونوں کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔ جبکہ ارجمند خاتون خود ہکا بکا تھیں کہ الماس، نویرہ کی موجودگی میں کیسے اتنے کھلے ڈلے انداز میں اس موضوع پر بات کر سکتی ہیں۔

نویرہ کو ابھی تک اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ ماما اس کی خاطر دادو کے سامنے ڈٹ سکتی ہیں۔ دوسری جانب الماس بیگم نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلیں تھیں انہوں نے محض نویرہ کے دل میں آئی اپنی طرف سے بدگمانی کو دور کرنے کے لیے عین ٹائم پر یہ کھیل کھیلا تھا۔ نویرہ نے سخت تاسف بھرے انداز میں اپنی دادو کو دیکھا اور احتجاجاً کمرے سے نکل گئی۔

''دیکھو بہو۔'' ارجمند خاتون نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں نویرہ کے لیے عطیہ سے بالکل کہہ سکتی تھی لیکن میں نے محض اس لیے نہیں کہا کہ تمہارے مزاج کا کوئی پتا نہیں کہ انکار کر دو اور میں اپنی بات کہہ کر گنوا بیٹھوں۔'' انہوں نے صاف گوئی سے کہا۔

''خیر اب تو یہ آپ محض گونگلوؤں سے مٹی جھاڑ رہی ہیں۔'' الماس بیگم تلملا کر بولیں اُن کی اس بات پر ارجمند خاتون کو بھی غصہ آیا۔

''بہو، گونگلوؤں سے مٹی میں نہیں، تم جھاڑ رہی ہو۔ جب تم جیا اور شانی کے رشتے کے لیے سارا خاندان اکٹھا کر سکتی تھیں تو نویرہ بھی تو تمہاری ہی بیٹی تھی۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ تمہاری ابھی پہلے رشتے والی ہی خفت ختم نہیں ہوئی تھی اس لیے تم دوسری دفعہ کیسے کہتیں۔'' ان کی بات پر وہ چاروں شانے بری طرح سے چت ہوئیں۔ جبکہ ارجمند خاتون کے لبوں پر دل جلاتی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں اپنی خفت مٹاتی پھروں، جیا کے انداز تو کسبھی کے سامنے

تھے۔ وہ اس رشتے کے لیے مشکل مانی تھی [illegible] بات بھی آپ سب کو ہی پتا تھی لیکن نویرہ کو تو ابراہیم [illegible] دن دیہاڑے سہانے خواب دکھاتا رہا ہے۔ محض مجھے نیچا دکھانے کے لیے۔'' وہ آگ بگولہ ہوئیں۔

''اے لو الماس یہ تم نے دنیا سے نرالی بات کر دی، عطیہ نے اپنے بچوں کی ایسی تربیت نہیں کی کہ وہ گھر کی لڑکیوں کو خراب کرتے پھریں۔'' ارجمند خاتون نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے ابراہیم صاحب کو دیکھ لیا تھا۔

''اگر عطیہ نے اپنے بچوں کی ایسی تربیت نہیں کی۔ تو کیا میں نے اپنی بیٹیوں کو دوسروں کے لڑکے تاڑنے کے ڈپلومے کروا رکھے ہیں؟'' انہوں نے سنگ گراں کی بات قطع کی۔

''کیا ہو گیا ہے بھئی!'' ابراہیم صاحب کو اندر داخل ہوتے ہی ماحول کی سنگینی کا احساس ہوا۔ الماس بیگم کے تو پیروں سے لگی اور سر پر بجھی۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے اس گھر کے سب لوگوں کا، خدا خوفی تو نام کی نہیں رہی، قبر میں ٹانگیں ہیں اور ان سب کے ڈرامے ہی ختم نہیں ہوتے۔'' الماس بیگم کے اشتعال میں اضافہ ہوا۔ ان کے چہرے پر تلخی اور لہجے میں اس قدر تنفر تھا کہ ایک لمحے کو تو ارجمند خاتون کے ساتھ ساتھ ابراہیم صاحب کو بھی سانپ سونگھ گیا۔

''میری بیٹیوں کے ساتھ اللہ جانے کون سا بیر باندھ رکھا ہے سارے جہان نے، چلو ماں تو زہر لگتی ہے لیکن بچیوں کے ساتھ تو خون کا رشتہ ہے ناں۔'' انہوں نے جتلاتی ہوئی نگاہ اپنے میاں پر ڈالی اور پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔ ارجمند خاتون کو اپنی پوزیشن بہت آکورڈ سی محسوس ہوئی۔ الماس بیگم آج بھی انہیں ناکوں چنے چبوانے کی بھرپور صلاحیت رکھتی تھیں۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے تم دونوں کو اوپر جانے کی، غضب خدا کا بڑھیا کی اس عمر میں بھی چالاکیاں ختم نہیں ہوتیں۔'' ڈائننگ روم میں جاتے ہی ان کی سانس پھول سی گئی اور آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے۔ سامنے ہی عبیرہ اور نویرہ بیٹھیں تھیں۔

''آپ کو ضرورت کیا تھی دادو کے منہ لگنے کی، سارے فساد کی جڑ ہی وہ ہیں۔'' نویرہ نے اُن کے پاس بیٹھتے ہوئے انتہائی غیر متوقع بات کی۔ ایک لمحے کو تو الماس بیگم کو اپنی سماعتوں پر شک ہوا جبکہ سلاد کے لیے کھیرے کاٹتی عبیرہ نے بھی سخت حیرت سے اپنی بہن کا چہرہ دیکھا۔ جو ہمیشہ اوپر والوں کی طرفداری کے لیے ان کے سامنے تن کر کھڑی ہو جاتی تھی۔

''یہی چیز میں تمہیں ساری زندگی سمجھانے کی کوشش کرتی رہی لیکن تم نے ہمیشہ ماں کو غلط اور اپنی چچی اور دادی کو درست سمجھا۔ دیکھ لیا ناں آج اپنی آنکھوں سے۔'' الماس بیگم نے اپنے اشتعال پر قابو پا کر زرا دھیمے لہجے میں جو بولنا شروع کیا تو پھر اگلے دو گھنٹے تک بولتی ہی گئیں۔

☆☆☆

''زندگی میں گلے شکوے، ناراضیاں سب بجا سہی لیکن اپنے پیاروں کو ایک دفعہ تو ضرور صفائی کا موقع دینا چاہیے۔'' اس دن وہ چمپا کے پھولوں کی مہک کو محسوس کرتے ہوئے بلّی کو پیار کر رہی تھی جب پروفیسر صاحب نے اسے اچانک پکارا۔ شرزمہ کے ملیح چہرے پر شرمندگی کی دھنک بکھری۔

''آئی ایم سوری۔'' اس نے بہت آہستگی سے کہا تو وہ مسکرا دیے۔

''آپ سوری کیوں کر رہی ہیں، معذرت تو مجھے کرنی چاہیے، آپ اس دن مجھ سے خفا جو ہو گئی تھیں۔'' متانت بھرے انداز میں انہوں نے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو توصیفی نگاہوں سے دیکھا جو سفید

چوڑی دار پاجامے کے ساتھ بے بی پنک کلر کی لمبی قمیص پہنے ہوئے تھی جبکہ اس کے بال آج چوٹی میں گندھے ہوئے تھے۔

''انکچولی، اس سے اگلے دن میں نے بھی تو بدتمیزی کی انتہا کر دی اور آپ کے بلانے پر نہیں گئی۔'' اس نے اپنی بڑی بڑی بھوری آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو پروفیسر صاحب کے دل کی دنیا میں ایک طوفان سا برپا ہو گیا۔ انہوں نے سر جھٹک کر خود پر قابو پایا۔

''چلیں آپ میرے ساتھ اندر چلیں، میں آپ کو کافی بنا کر پلاتا ہوں اس کے بعد آپ کی فرمائش پر ستار پر دھنیں سنائی جائیں گی۔'' انہوں نے فوراً ہی کھڑے کھڑے پروگرام مرتب کیا۔

''نو، نو اٹس او کے!'' شرزمہ نے بوکھلا کر نفی میں سر ہلایا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ صرف اور صرف اس کی ناراضی دور کرنے کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔

''شرزمہ مجھے بہت اچھا لگے گا۔ یقین کریں پورے پانچ سال، سات ماہ اور آٹھ دن کے بعد میں کسی کو اس کی فرمائش پر کچھ سناؤں گا۔'' ان کے ٹھہرے ہوئے لہجے اور بولتی نگاہوں میں کچھ تھا کہ شرزمہ خود کو روک نہیں پائی۔

''آئی ایم سوری اس دن میں کچھ آپ سے زیادہ ہی روڈ ہو گیا۔'' وہ پندرہ منٹ بعد کافی کا مگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ دونوں ٹی وی لاؤنج میں تھے سامنے فضلو کی اماں پالک کے پتوں میں ابھی اپنے کام میں مگن تھیں۔

''ایک تو وہ وقت بہت نامناسب سا تھا، اسودیا ہانیہ میں سے کوئی اٹھ کر آجاتا تو آپ کی پوزیشن عجیب ہو جاتی اور میں اپنے سے وابستہ رشتوں کی عزت کے معاملے میں بہت حساس ہوں۔'' انہوں نے مزید صفائی دی تو شرزمہ پر شرمندگی کا بھرپور حملہ ہوا۔

''اٹس او کے سر، مجھے خود بھی بعد میں احساس ہو گیا تھا کہ میرا رویّہ بہت بچکانہ تھا۔'' شرزمہ نے سر

جھکا کر اعتراف کیا۔

”اوں ہوں۔“ انہوں نے ٹوکا۔ ”غلطیاں انسانی فطرت کا حصہ ہیں اور ان کا اعتراف آپ کی شخصیت اور آپ کے عمدہ کردار کی عکاسی کرتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اسے سدھارنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔“ ان کے متانت بھرے انداز پر شرزمہ متاثر ہوئی۔

”لیکن آپ اس رات اتنا زیادہ رُوڈ کیوں ہوئے تھے؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”اس دن میرے تلخ ہو جانے کی ایک وجہ اور بھی تھی۔“ اپنے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے انہوں نے غور سے دیکھا۔ کچھ توقف کے بعد وہ گویا ہوئے۔

”مجھے ایک لمحے کو لگا جیسے اجالا میرے سامنے آ گئی ہو۔“

”اجالا؟“ شرزمہ چونکی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اپنے سامنے کافی کے مگ کی سطح پر انگلی پھیرتے شخص کو دیکھا جس کے ہر انداز سے شکستگی نمایاں تھی۔

”وہ بالکل آپ کے جیسی تھی۔ معصوم، کم گو، ذہین اور خوب صورت، اس کی آنکھوں کا رنگ بھی آپ کی آنکھوں کی طرح گہرا بھورا تھا۔“ شرزمہ نے ان کی بات پر انہیں بے یقینی سے دیکھا۔

”اسے بھی بارشوں، رنگوں، خوشبوؤں، تتلیوں اور جگنوؤں سے عشق تھا۔ اسے بھی دنیا کے سارے ہی لوگ سادہ اور دل کے سچے لگتے تھے۔ وہ دنیا کے مکر و فریب سے دور اپنی جنت بنانا چاہتی تھی۔ اس نے میرے سنگ رہنے والے اگلے کئی سالوں کی پلاننگ کر لی تھی۔ میرے گھر کے گیٹ پر لگی الجنت کی تختی اسی نے آویزاں کی تھی۔“ وہ بولتے بولتے رکے تو شرزمہ کی سانسیں کہیں حلق میں ہی اٹک گئیں۔

”لیکن وہ بہت جلد باز، بے صبری اور جذباتی تھی۔“ انہوں نے مزید کہا۔ دکھ اور اداسی ان کے انگ انگ سے عیاں تھی۔

”اسے مجھ سے محبت ہوئی تو اس نے اگلے ہی دن اسے اظہار کا پیراہن دے کر مجھے حیران کر دیا۔ میری زندگی میں سارے گلابی اور کاسنی زاویے اسی کے دم سے تھے۔ میں کلاس میں لیکچر دیتے ہوئے اگر ایک پل کو اس کی بھوری آنکھوں میں جھانک لیتا تو سارے لفظ میرے ذہن سے بھک کر کے اُڑ جاتے۔ وہ ان لمحوں میں اپنے گلابی ہونٹوں میں بال پوائنٹ دبائے سارے جہاں کی شرارت اپنی آنکھوں میں سمو کر میری طرف دیکھتی تو مجھے لگتا جیسے زمین گردش کرنا بھول گئی ہے۔“ کسی خوب صورت یاد نے ان کے چہرے پر بڑے انوکھے سے رنگ بکھیرے۔

”اس کا کہنا تھا کہ ہمیں کہیں دور جگنوؤں کے دیس میں اپنا گھر بنانا چاہیے۔ جہاں تتلیاں ہوا کے خوشبودار جھونکوں کے ساتھ رقص کرتی ہوں۔ جہاں محبتوں کی دھوپ اور چاہتوں کے سارے موسم ہوں۔ وہ خوابوں میں رہنے والی لڑکی بھی اچانک ہی ایک دن خواب ہو گئی۔“ بڑے دلگرفتہ انداز میں انہوں نے شرزمہ کو دیکھا جو یہ ساری داستان سانس روکے سن رہی تھی۔

”اسود کے علاوہ اگر میں نے کبھی کسی سے یہ بات شیئر کی ہے تو وہ آپ ہیں۔ میں نے اپنی زندگی کا یہ باب بالکل ہی بند کر دیا ہے۔“ انہوں نے آہستگی سے ادھوری داستان سنائی۔

”کہاں گئی وہ؟“ شرزمہ کے حلق سے لفظ بمشکل نکلے۔

”وہ مجھے چھوڑ کر انجان سفروں پر نکل گئی۔“ انہوں نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنی آنکھوں کو دباتے ہوئے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب......؟ اس نے آپ کو چھوڑ دیا کیا؟“ شرزمہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

”ہاں“ انہوں نے اپنا سر یوں جھکایا جیسے کوئی

مجرم اعترافِ جرم کے بعد جھکاتا ہے۔ وہ آنکھیں بھینچ کر یوں بیٹھے تھے جیسے اپنے سینے میں مچلتی سسکیوں کو دبا رہے ہوں۔

”جس دن اس کی یاد میرا دامن پکڑ لیتی ہے تو میں وہ سارے کام کرنے لگتا ہوں، جو اسے اچھے لگتے تھے۔ اسے ستار پسند تھا۔ میں کئی کئی گھنٹوں اس کی پسندیدہ غزلیں گنگناتا ہوں۔ اسے مزاروں پر دیوانہ وار رقص کرتے قلندر بھاتے تھے، میں سارا سارا دن مختلف مزاروں کی خاک چھانتا ہوں۔ اسے پرندے اچھے لگتے تھے۔ میں باجرہ اپنی مٹھیوں میں بھر کر لان میں اچھال دیتا ہوں اور پھر اس کی یاد کے پرندوں کو اڑتے دیکھتا ہوں۔ یہ جو لاؤنج میں پیانو پڑا ہے یہ ہم دونوں مل کر اس کی سالگرہ والے دن ڈھونڈ کر لائے تھے۔“ وہ آنکھیں بند کیے کسی اور ہی جہاں میں پہنچے ہوئے تھے۔

”لیکن وہ آپ کو چھوڑ کر کیوں چلی گئی؟“ شرزمہ کو اس ان دیکھی لڑکی پر بے تحاشا غصہ آیا۔

”جلد باز اور عجلت پسند تھی ناں......اس لیے۔“ پروفیسر صاحب نے آنکھیں کھولیں تو اُن میں وحشت کے رنگ اتنے نمایاں تھے کہ شرزمہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی۔

”یہ جو جلد باز، جذباتی اور عجلت پسند لوگ ہوتے ہیں ناں، ان کے ساتھ رہنے والے لوگوں کے حصے میں اکثر دھوپ کے موسم ہی آتے ہیں۔ یہ اپنے بے صبرے پن سے کئی دفعہ خود چھاؤں کے موسم گنوا بیٹھتے ہیں اور پھر ساری زندگی اس کا ذمے دار کبھی خود کو تو کبھی دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔“ وہ بولے تو اُن کے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔

”ہاں ٹھیک کہتے ہیں آپ۔“ شرزمہ فوراً ہی ان سے متفق ہوئی۔ اسے اب اس کمرے میں پڑے ستار اور پیانو سے نہ جانے کیوں الجھن سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ ان دونوں چیزوں کو کہیں دور پھینک آئے۔

☆☆☆

”مائی گاڈ نویرہ، یہ تم نے کیا کیا۔“ شرزمہ سخت حیرت سے نویرہ کو دیکھ رہی تھی جو کلاس لینے کے بعد اب کینٹین سے مسالا لگی مولی خرید کر لے آئی تھی اور اسے کھاتے ہوئے بڑے مزے سے اسے کل کا واقعہ سنا رہی تھی۔

”تم نے ارسلان کے متوقع سسرالیوں کو بھگا دیا، یا ئی گاڈ۔“ شرزمہ سخت بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی جس نے بڑے مزے سے چٹخارہ لیا۔

”ہاں ناں، میرے تو تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔“ اس نے مرچوں کی زیادتی سے سرخ ناک کو بازو کی پشت سے رگڑ دیا۔

”ماما تو ساری زندگی بول بال کر بری بنتی رہیں لیکن اس دفعہ تو پنگا انہوں نے نویرہ ابراہیم سے لیا تھا۔“ اس نے مولی کا ایک اور ٹکڑا منہ میں ڈالا۔ ”کھاؤ ناں بڑے مزے کی ہے۔“

”پیچھے ہی رکھو اس مرچوں کے طوفان کو۔“ شرزمہ لاشعوری طور پر ایسے پیچھے ہٹی جیسے وہ زبردستی اس کے منہ میں ڈال دے گی۔

”لیکن یہ تمہارے ذہن میں آیا کیسے؟“ شرزمہ کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

”بیٹا جب دل و دماغ میں آگ لگی ہوئی ہو تو انتقام لینے والی حس خود بخود تیز ہو جاتی ہے۔“ اس نے اپنا فلسفہ بیان کیا۔

”جیسے ہی مجھے سارا معاملہ سمجھ میں آیا، میں تو بلی کی طرح اپنے شکار کی تاک میں لان میں جا کر بیٹھ گئی۔“ نویرہ نے بڑے فخریہ لہجے میں اپنا کارنامہ اب ذرا اور تفصیل سے سنایا۔

”پھر؟“ شرزمہ نے بے صبری سے پوچھا۔

”جیسے ہی ارسلان کے مہ ہونے والی سسرالی لوگ اندر داخل ہوئے، میں معصومیت کا اعلیٰ نمونہ بن

کران کے سر پر پہنچ گئی۔'' نویرہ نے ایک لمبا چسکا لیا۔

''جیسے ہی انہوں نے عطیہ آنٹی کا پوچھا تو میں نے اپنا ڈراما شروع کر دیا۔'' نویرہ کی زبان پر مرچوں نے اپنا رنگ دکھا دیا تھا وہ اب باقی ماندہ مولی ٹشو میں لپیٹ کر بیگ میں رکھ رہی تھی تاکہ تھوڑی سی طبیعت جب بحال ہو تو تب کھا سکے۔

''تم نے ان سے کہا کہ ارسلان کا تم سے نکاح ہو چکا ہے۔ جو گھر والوں کے اختلافات کی وجہ سے خطرے میں ہے اور عطیہ آنٹی محض تم لوگوں کو نیچا دکھانے کے لیے اپنے بیٹے کی دوسری جگہ بات پکی کرنا چاہتی ہیں۔'' شرزمہ نے ساری بات دہرائی۔

''ہاں اور میں نے مزید کہا، اس لیے آج جب آپ لوگ بات فائنل کرنے آ رہے ہیں تو میری ماما جو لڑکے کی تائی ہیں وہ احتجاجاً اس پروگرام میں شریک نہیں ہوں گی۔'' نویرہ نے قہقہہ لگا کر باقی ماندہ تفصیل پر روشنی ڈالی۔

''اس کے بعد تم نے ان سے کہا کہ تم اور ارسلان ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو لیکن اپنے بڑوں کے اختلافات کی وجہ سے مجبور ہو۔'' شرزمہ کو اس کہانی کا ایک، ایک لفظ ازبر تھا۔ نویرہ نے اپنے نادیدہ کالر کھڑے کرتے ہوئے اسے داد طلب نگاہوں سے دیکھا۔

''جی جناب، اس لیے ان سب لوگوں کا مزاج کچھ اکھڑا اکھڑا رہا، ماما بھی اوپر نہیں گئیں، ان کو اندازہ ہو گیا کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے جواب دے دیا۔'' نویرہ اب اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ شرزمہ نے تاسف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''لیکن نویرہ، تم ایسا کب تک کرو گی؟'' شرزمہ نے الجھن بھرے انداز سے سوال کیا۔

''جب تک کر سکتی ہوں، تب تک تو ضرور کروں گی۔'' نویرہ کے جواب نے اسے سخت مایوس کیا۔

''یار تم ارسلان سے صاف صاف بات کر کے اس مسئلے کا حل کیوں نہیں نکالتیں۔''

''کیا حل نکالوں، جب عطیہ آنٹی اور دادو کی ہی مرضی نہیں۔'' نویرہ نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔

''کل تک تو تم کہتی تھیں کہ دادو بیچاری تمہارے حق میں ہیں لیکن عطیہ آنٹی کے سامنے ان کی نہیں چلتی۔'' شرزمہ نے اسے یاد دلایا۔

''یار میری بے وقوفی تھی، میں ساری زندگی ماما کو ہی غلط سمجھتی رہی اور مجھے تو اب پتا چلا ہے کہ محاذ تو دونوں ہی جانب کھلے ہوئے تھے۔'' نویرہ نے برا سا منہ بنایا۔

''مائی ڈیئر، اتنی جلدی اندازے نہیں لگاتے اور جیسی باتیں تم مجھے اپنی دادو کی بتاتی رہی ہو، مجھے لگتا تو نہیں ہے کہ وہ ایسی خاتون ہوں گی۔'' شرزمہ نے غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا۔

''میں بھی یہی سمجھتی تھی۔'' نویرہ نے اپنے ہاتھ ٹشو سے صاف کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھے اب سمجھ آئی کہ جب احمر بھائی حرا آپی کے لیے بالکل نہیں مانتے تھے تب تو دادو نے اپنی نواسی کے لیے سارے جہان سے اپنی منوالی تھی۔ میری دفعہ ان کی زبان کیوں نہیں کھلی۔'' وہ ان کی طرف سے اچھی خاصی بدگمان ہو چکی تھی۔

''ہیلو!'' اسود اچانک ہی پیچھے سے آ کر بولا تو وہ دونوں چونک گئیں۔

''شرزمہ یونیورسٹی کی ٹرانسپورٹ نے اچانک ہی ہڑتال کر دی ہے۔ کوئی پوائنٹ نہیں چلے گا۔'' اسود کی اطلاع پر وہ پریشان ہوئی جبکہ نویرہ اپنے سامنے سر اسود کو دیکھ کر خاصے مودبانہ انداز میں کھڑی ہو گئی تھی۔

''میں گھر جا رہا ہوں ہنی سے بات ہو گئی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ آپ کو بھی لیتا آؤں۔'' اسود کی سنجیدگی پر اس کے پاس اثبات میں سر ہلانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

''سر یہ ٹرانسپورٹ والوں کو کیا ہوا؟'' نویرہ نے معلومات میں اضافے کے لیے فوراً پوچھا۔

''شاید ان کا کسی الاؤنس وغیرہ کا ایشو ہے۔ وہ سب لوگ ایڈمن بلاک کے سامنے احتجاج کر رہے ہیں۔'' اسود نے مختصراً بتایا اور شرزمہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''چلیں؟''

''جی۔'' شرزمہ نے فوراً ہی اختتامی کلمات سے نویرہ کو نوازا اور ساتھ ہی تنبیہی نظروں سے آنکھوں ہی آنکھوں میں سمجھانے کی کوشش کی کہ مزید گھر میں ارسلان کے حوالے سے کوئی ایشو کھڑا کرنے کی کوشش نہ کرے۔

''ہاں ہاں، پتا ہے مزید کچھ نہیں کرتی۔'' نویرہ نے ہنستے ہوئے اسے یقین دہانی کروائی۔ اسود اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''یار بندہ ہینڈسم اور اسمارٹ ہے، اگر ارسلان والا چکر نہ ہوتا تو ضرور ٹرائی مارتی۔'' نویرہ نے اس کے کان میں گھس کر شرارت سے سرگوشی کی۔

''ارسلان والے چکر پر مٹی ڈال کر میرا خیال ہے کہ تم اس کے بارے میں ہی سوچ لو۔ اچھا ہے دو شوخے مل جائیں گے۔'' شرزمہ نے جل کر کہا تو نویرہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ جبکہ اس کے قہقہے کی آواز اتنی بلند تھی کہ کافی فاصلے پر چلتے اسود نے بھی مڑ کر دیکھ لیا۔ دونوں پر گھڑوں پانی پھر گیا۔

''آپ کی دوست کا والیوم کچھ ضرورت سے زیادہ اونچا نہیں۔'' گاڑی کو مین سڑک کی طرف لاتے ہوئے اسود نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

''وہ ایسی ہی ہے شروع سے، زندہ دل اور شوخ۔'' شرزمہ نے فوراً ہی صفائی دی۔

''ان کی بڑی بہن تو ایسی نہیں تھیں وہ تو بہت ریزرو، ڈیسنٹ اور دھیمے سے مزاج کی تھیں۔'' اسود کی بات پر وہ چونکی۔

''آپ اس کی بڑی بہن کو کچھ ضرورت سے زیادہ نہیں جانتے؟'' الجھا الجھا سا ایک سوال شرزمہ کے لبوں پر مچلا۔ اس کی بات پر اسود ہنسا۔

''ہاں، جو برائٹ اسٹوڈنٹس ہوں، وہ یاد رہ جاتے ہیں۔'' اس نے بے پروائی سے کہتے ہوئے گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ ''آپ کا اس ناچیز کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''کس ناچیز کے بارے میں؟'' شرزمہ نے الجھ کر اس کا چہرہ دیکھا وہ بڑی پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میرے بارے میں جناب!'' اسود کا لہجہ شریر و متبسم تھا۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں، میں کون سا آپ کو جانتی ہوں۔'' اس نے جل کر کہا تو اسود کا قہقہہ زبردست تھا۔

''بھئی آپ کے خیال میں، میں کس قسم کا بندہ ہوں، کچھ تو اندازہ ہوا ہوگا ناں؟'' اسود نہ جانے اس سے کیا پوچھنا چاہ رہا تھا۔ وہ الجھ سی گئی۔

''بھئی میں دوسروں کے بارے میں اندازے نہیں لگاتی، آپ جیسے بھی ہوں مجھے اس چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''اور اگر مستقبل میں اس چیز سے فرق پڑ سکتا ہو، تب آپ کیا کہیں گی؟'' اسود نے گاڑی تیسرے گیئر میں ڈالی۔

''مستقبل کس نے دیکھا ہے۔'' شرزمہ نے سادہ سے لہجے میں کہہ کر اپنی نگاہ باہر کے مناظر پر مرکوز کر لی۔

''ہو سکتا ہے کہ آپ بہت جلد دیکھ لیں۔'' اس کے ذومعنی انداز پر وہ بری طرح جھنجلائی۔

''جب آئے گا تب دیکھ لوں گی، ابھی مجھے وہ دکھائیں جو آپ دکھانا چاہ رہے ہیں۔'' اس کا انداز جتنا سنجیدہ تھا اسود کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ اتنا ہی

بے ساختہ تھا۔ اسود کچھ کہتے کہتے رک سا گیا۔

☆☆☆

''دیکھو انعم، زندگی میں حادثے انسانوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں، تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی۔'' شامی آج بڑی مشکلوں سے اسے کمرے سے نکال کر لے آیا تھا وہ کسی روٹھے ہوئے بچے کی طرح دونوں ٹانگیں کرسی پر رکھے بیٹھی تھی۔

''اچھی خاصی شکل صورت ہے تمہاری اور تم نے بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے۔'' وہ آج اس کی ٹھیک ٹھاک کلاس لے رہا تھا۔ انعم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''جب سے میں آیا ہوں تم ایک دن بھی اپنے کمرے سے نہیں نکلیں، کھانا سب کے ساتھ نہیں کھاتیں۔ پڑھائی کا سلسلہ بھی منقطع کر رکھا ہے۔ کیوں رومیصہ ممانی کو تنگ کرتی ہو۔'' شامی نے ناگواری سے اسے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کے ناخن چبا رہی تھی۔

''یہ ہاتھ نکالو اپنے منہ سے۔'' شامی کے ذرا تیز انداز میں بولنے پر وہ خوفزدہ ہوئی۔

''کیا تماشا بنا رکھا ہے تم نے، تمہاری وجہ سے رومیصہ ممانی بیچاری نے ساری خوشیاں اپنے اوپر حرام کر رکھی ہیں اور تم کس چیز کی سزا دے رہی ہو انہیں؟'' شامی کے خفگی بھرے انداز پر انعم کا چہرہ خفت سے لال ہو گیا۔ اس نے شرمساری سے نگاہیں جھکا لیں اور اب لان کی گھاس کو دیکھنے لگی۔

''اٹھو، چلو میرے ساتھ!'' وہ ایک دم فیصلہ کن انداز میں کھڑا ہوا۔ انعم کے چہرے پر خوف کے سائے منڈلانے لگے۔

''کھا نہیں جاؤں گا تمہیں۔'' اس نے بازو سے پکڑ کر اسے بے تکلفی سے کھڑا کیا تو وہ دونوں ہتھیلیوں سے اپنا چہرہ ڈھک کر سسکنے لگی۔

''کچھ نہیں کہوں گا تمہیں، شاباش۔'' شامی نے نرمی سے اس کا بازو پکڑا تو وہ بدک کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''دیکھو انعم، اگر میری بات نہیں مانو گی تو میں بہت برے طریقے سے پیش آؤں گا تم سے۔'' شامی نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی تو وہ سہم گئی۔ اتنا تو اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس کے غصے سے تھوڑا سا خائف ہو کر بات ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

''اندر رومیصہ ممانی کو بتا دیں کہ میں انعم کو لے کر باہر جا رہا ہوں۔'' شامی نے پاس سے گزرتی ملازمہ کو کہا تو انعم کا چہرہ سپید پڑ گیا۔

''میں ماما کے بغیر نہیں جاؤں گی۔'' وہ خوفزدہ ہرنی کی طرح نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ شامی کا دل ایک انجانی لے پر دھڑکا۔ اتنے میں رومیصہ ممانی پر باہر نکل آئیں۔

''ممانی، چلیں آپ اور انعم میرے ساتھ۔'' اس کی اس اچانک فرمائش پر وہ بوکھلا سی گئیں۔ ویسے بھی جب سے انہیں نویرہ نے بتایا تھا کہ شامی بھائی انعم کو زبردستی کمرے سے نکال کر باہر لان میں لے کر گئے ہیں تب سے ان کے دل کو پنکھے سے لگ گئے تھے۔

''کہاں جانا ہے شامی؟'' انہوں نے گھبراہٹ میں پوچھا۔ انعم بھی ڈر کے ان کا دوپٹا پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''ممانی آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے کیا؟'' وہ دونوں بازو سینے پر باندھے اب انتہائی سنجیدگی سے بولا تو وہ ایک دم گڑبڑا سی گئیں۔

''بیٹا ایسی تو کوئی بات نہیں۔''

''پھر آپ دونوں چلیں میرے ساتھ۔'' اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

''لیکن یہ انعم کے کپڑے تو تبدیل کروا لوں، تین دن سے ایک ہی جوڑا پہنے گھوم رہی ہے۔'' انہوں نے مزاحمت کی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے، ٹھیک ہے انعم کا حلیہ، آپ لوگ بس چلیں۔'' اپنی بات کہہ کر وہ رکا نہیں

اور پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں ماں بیٹی بھی مرے مرے انداز میں اس کے پیچھے چلنے لگیں۔

تین گھنٹے کے بعد ان تینوں کی واپسی ہوئی تو رومیصہ خاصی مطمئن اور انعم بھی پُرسکون تھی۔ وہ ان دونوں کو ہی اپنے ایک سائیکاٹرسٹ دوست کے پاس لے کر گیا تھا۔ جس کے پہلے ہی سیشن سے دونوں ماں بیٹی کو کافی افاقہ ہوا تھا۔

''کہاں رہ گئی تھیں تم، مجھے چوکیدار نے بتایا کہ شامی کے ساتھ باہر گئی ہو۔'' گھر آتے ہی الماس بیگم ان کی کلاس لینے کو سامنے کھڑی تھیں۔ رومیصہ کا رنگ زرد ہوا۔ اپنی بڑی بہن کے غصے سے اُن کی جان جاتی تھی اور آج کل تو ویسے بھی اُن کا مزاج سوا نیزے پر رہتا تھا۔

''کیوں، میرے ساتھ جانا منع ہے کیا؟'' وہ ایک دم سے اندر آیا اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے خوفی سے بولا۔ الماس بیگم کے غبارے سے ساری ہوا نکل گئی۔ وہ واحد بندہ تھا جس سے وہ کتراتی تھیں اور انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ بھی انہی کے پیچھے ہی آ رہا ہوگا۔ ورنہ وہ یہ تفتیش کا سیشن بعد میں کر لیتیں۔

''میں نے یہ کب کہا؟'' انہوں نے نظریں چرا کر تحمل بھرے انداز میں کہا اور ساتھ ہی ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آن کیا۔

''میں رومیصہ ممانی اور انعم کو اپنے دوست سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر گیا تھا۔ یہ پتا نہیں کس بیکار خاتون سے انعم کا ٹریٹمنٹ کروا رہی تھیں جس کا کوئی نتیجہ ہی نہیں نکل رہا تھا۔'' اس کے نڈر انداز پر الماس بیگم کو اپنے اعصاب جھنجھناتے ہوئے محسوس ہوئے۔

''دو دن بعد پھر جانا ہے ان کے پاس، ہاں کل میں انعم کو بی اے کی کتابیں بھی لا کر دوں گا، اس کو میں خود پڑھاؤں گا، دیکھوں گا کہ کیسے نہیں

حکمت اور معرفت کے انمول موتی

☆ ارشادِ رب العزت ہے: اے فرزندِ آدم، روزی کا غم نہ کھا، اس وقت تک جب تک میرا خزانہ بھرا ہوا ہے اور میرا خزانہ کبھی خالی نہیں ہوگا۔

☆ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے ظالم بادشاہ اور امیر کبیر سے مت ڈر، جب تک میری سلطنت ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

☆ اے فرزند آدم! میں نے سب چیزیں تیرے لیے بنائی ہیں اور تجھے اپنے لیے، پس تو اپنے آپ کو دوسروں کے دروازے پر رسوا مت کر۔

☆ اے میرے بندے! جس طرح میں تجھ سے کل کا عمل نہیں چاہتا، اسی طرح تو بھی مجھ سے کل کی روزی مت مانگ۔

☆ اے میرے بندے جب میں سات آسمان اور عرش وکرسی اور سات زمینوں کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا، اسی طرح تیرے پیدا کرنے اور روزی دینے سے عاجز نہیں ہوں گا۔

☆ اے فرزندِ آدم! جس قدر میں نے تیری قسمت میں رکھ دیا ہے، اس پر راضی رہ اور نفس وشیطان کی خواہشوں سے دل کو مت بہلا۔

☆ اے ابنِ آدم! میں تیرا دوست ہوں تو بھی میرا دوست بنا رہ اور میری محبت اور عشق کے غم سے خالی نہ ہو۔

☆ اے ابنِ آدم! میرے غصے سے غافل مت ہو، جب تک تو پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل نہ ہو جائے۔

☆ اے ابنِ آدم! تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصہ ہوتا ہے اور اپنے نفس پر میری رضامندی کے لیے غصہ نہیں ہوتا۔

☆ اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو جائے تو، تو اپنے آپ کو میرے عذاب سے چھڑا لے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہوا تو نفس کو تجھ پر مقرر کر دوں گا تاکہ تیرا نفس جانوروں کی طرح تجھے جنگلوں میں دوڑاتا پھرے، مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا مگر اسی قدر جو میں نے تیرے لیے مقرر کیا ہے۔

مرسلہ: عقیلہ حق، کراچی

پڑھتی۔'' اس کے پُراعتماد انداز پر انعم سے زیادہ سراسیمگی خود الماس بیگم کے چہرے پر عیاں ہوئی۔

''مجھے نہیں پتا، جو مرضی کرو۔'' زمیصہ کو اس کی باتیں اور پریکٹیکل اپروچ اچھی لگی تھی لیکن الماس آپی کے سامنے اس کی تائید کرنا اپنی شامت آپ لانے کے مترادف تھی اس لیے انہوں نے دانستہ خود کو بے پروا ظاہر کیا۔ شامی نے بھی وہاں کھڑے رہنا مناسب نہیں سمجھا وہ اوپر والے پورشن کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ الماس بیگم کے دماغ پر گویا اس کی باتوں کے ہتھوڑے برس رہے تھے۔

☆☆☆

آسمان پر صبح سے چھرنے والی آوارہ بدلی کے تعاقب میں آنے والے بادل ایک دوسرے کے پیچھے اٹھکیلیاں کرنے کے بعد اب پوری قوت سے برس رہے تھے۔ بوندوں کی روانی میں ایک تسلسل سا تھا۔ شرزمہ نے ان سرمئی بادلوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ وہ فرنچ فرائز کی ایک بڑی پلیٹ اپنے سامنے رکھے ٹیرس پر بیٹھی بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ہانیہ صبح سے اسود کے ساتھ اپنے بوتیک کے لیے کچھ سامان خریدنے گئی تھیں۔

''ہیلو سر۔'' شرزمہ نے گیٹ کھول کر اندر آتے پروفیسر آفاق صاحب کو دیکھ کر بڑے جوش سے ہاتھ ہلایا۔ انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا لیکن بارش میں اس قدر روانی تھی کہ ان کی آنکھوں کے آگے پانی کا ایک پردہ سا تن گیا۔

''سر موسم تبدیل ہو رہا ہے کہیں ٹھنڈ وغیرہ نہ لگ جائے۔'' اس کی زبان پھسلی اور اگلے ہی لمحے اس نے زبان دانتوں تلے داب لی۔ اتنے میں پانی میں بھیگے پروفیسر آفاق سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آگئے۔

''جی اب بتائیں کہ آپ کیا کہہ رہی تھیں۔'' ان کا لہجہ پُروقار جبکہ آنکھوں میں ہلکی سی شوخی جھلک رہی تھی۔

''کچھ نہیں سر ایسے ہی مذاق میں کہا تھا۔'' اس نے بوکھلا کر صفائی دی تو وہ زیر لب مسکرادیے۔

''مجھے اچھا لگا تھا اس لیے پوچھ رہا ہوں۔''

''آپ چائے پئیں گے؟'' ان کی آنکھوں سے عیاں ہلکی سی شرارت اب شرزمہ کے ہاتھ پیر پھلا رہی تھی۔ اس لیے وہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔ بارش کا جلترنگ نے ایک خوب صورت سا سماں باندھ دیا تھا۔ وہ وہیں ٹیرس پر بیٹھ گئے۔

''بارش اور چائے کے ساتھ ایک اچھا دوست بھی ہو تو موسم کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔'' پروفیسر آفاق نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو وہ مسکرادی۔ عام سے موضوعات سے شروع ہونے والی ان کی گفتگو ایک اچھی خاصی طویل نشست پر مشتمل ہو گئی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ، فاروق انکل۔'' پروفیسر آفاق سے بات کرتے کرتے وہ بڑے پُرجوش انداز میں کھڑی ہوئی۔ اس کی نگاہیں کسی مقناطیس کی طرح گیٹ پر جمی ہوئی تھیں جہاں پیلی ٹیکسی سے نکلتے فاروق انکل کو دیکھ کر ایک لمحے کو تو اسے اپنی بصارت پر دھوکا ہوا۔

''سر یہ انکل فاروق ہیں ناں؟'' پروفیسر آفاق نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو کھل کر مسکرا اٹھے۔

''ارے یہ تو واقعی فاروق صاحب ہیں۔'' وہ بھی بے تابی سے کھڑے ہوئے۔

''اُف اٹس اے گریٹ سرپرائز، یہ بارش ہمیشہ مجھے کوئی نہ کوئی اچھی خبر ضرور دیتی ہے۔'' اس کے لہجے کی کھنک اس کی اندرونی خوشی کی عکاسی کر رہی تھی۔ وہ بڑے عجلت بھرے انداز میں سیڑھیاں اتر کر گیٹ کی طرف بھاگی۔ اس سے پہلے گیٹ کھولتی کوئی بڑی عجلت میں اندر داخل ہوا۔ بارش کی رم جھم میں وہ اگلے بندے کے ساتھ بری طرح ٹکرائی۔ جس نے اسے اپنی بانہوں کے گھیرے میں لے کر زمین پر

گرنے سے بہ مشکل بچایا۔

''کیا ہو گیا ہے بھئی، یہ آپ مجھے دیکھ کر اتنی جذباتی کیوں ہو رہی ہیں۔'' اسود نے اپنی گہری آنکھوں کے حصار میں اسے لیتے ہوئے ذومعنی انداز میں کہا۔ وہ تڑپ کر اس کے بازوؤں سے نکلی۔ اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ بے ترتیب دھڑکنوں کے ساتھ اس بارش کی پھوار میں وہ ایک دوسرے کے بالکل سامنے کھڑے تھے۔ شرزمہ کا چہرہ سخت شرمندگی کے گہرے احساس سے سرخ ہو گیا۔ وہ شپٹا کر گیٹ کی طرف دیکھنے لگی جہاں ہانیہ فاروق انکل کو اندر لانے کے بجائے وہیں کھڑی بے تابی سے حال احوال دریافت کر رہی تھیں۔

''بھئی ہانیہ، فاروق صاحب کو اندر تو آنے دیں، کیوں بارش میں بھگو کر بیمار کریں گی۔'' پروفیسر آفاق پورچ میں کھڑے ذرا اونچی آواز میں بولے۔

''ان کو کس نے کہا تھا کہ ہمیں سرپرائز دینے کی غلطی کریں، اس غلطی کی سزا تو ملنی چاہیے ناں۔'' ہنی اب فاروق انکل کو لے اندر آ گئی تھیں۔ وہ بہت پُرجوش انداز میں بڑے جھینپے انداز میں کھڑی شرزمہ سے مل رہے تھے۔

''میری بیٹی نے مجھے مس کیا تھا ناں؟'' انہوں نے شرزمہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت بھرے انداز میں کہا۔

''جی انکل بہت۔'' وہ ان کے شانوں سے لگی اب اپنی بے ربط دھڑکنوں پر قابو پا چکی تھی۔

''اس لیے تو میں آ گیا۔'' وہ ان سب کے ساتھ ہی اندر آ گئے۔

''بھئی کم از کم مجھے تو بتا دیتے، میں ائیرپورٹ پر ڈرائیور کو بھیج دیتا۔'' پروفیسر آفاق کا چہرہ اپنے دوست کو دیکھ کر کھل اٹھا۔

''اگر تمہیں بھی بتا دیتا، تو یہ جو اتنے پیارے اور پُرجوش چہرے اور بے ساختہ محبت کا اظہار دیکھنے کو ملا ہے اس سے محروم ہو جاتا۔'' انہوں نے تولیے سے اپنے بال خشک کرتے ہوئے خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ اسود نے فضلو کے ساتھ کچن میں اپنی ذمے داری سنبھال لی تھی جبکہ ہانیہ وہیں جم کر بیٹھی ان سے بے تابی سے بارسلونا میں مقیم اپنے فیملی فرینڈز کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ شرزمہ خاموشی سے سب کی گفتگو سن رہی تھی۔

''اُف یہ قرب قیامت کی نشانیاں نہیں تو کیا ہیں فاروق انکل۔'' اسود نے چائے اور بھاری بھرکم لوازمات کی ٹرے ان کے سامنے رکھتے ہوئے مصنوعی لہجے میں صدمے کا اظہار کیا۔

''کون سی نشانیاں برخوردار؟'' فاروق انکل کو اپنے دوست کا یہ خوش مزاج زندہ دل بھانجا بہت اچھا لگتا تھا۔

''یہی کہ دو، دو خواتین کی موجودگی میں ایک جوان جہان لڑکے کو کچن میں کام کرنا پڑ رہا ہے۔'' اس نے دہائی دی۔

''اچھا ہے ناں پریکٹس ہو جائے گی مستقبل میں تمہیں ہی سہولت ہوگی۔'' ہانیہ نے بڑی بے تکلفی سے نگٹس اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے اسے چھیڑا۔

''جی نہیں، میں اپنی ہونے والی بیوی کا پہلے ایک کوکنگ ٹیسٹ لوں گا۔'' اسود کی شرارت پر سبھی مسکرائے۔

''پھر ان شاء اللہ تم کنوارے ہی رہو گے۔'' ہانیہ کی برجستگی پر فاروق انکل نے بڑا جاندار سا قہقہہ لگایا جبکہ پروفیسر صاحب بس اپنے مخصوص متانت بھرے انداز میں مسکراتے رہے۔

''اچھی خاصی لیڈی ڈیانا سے ملتی آپ کی شکل ہے لیکن زبان اللہ جانے کس کالے حبشی کی اللہ نے آپ کو لگا دی ہے۔'' اسود جل کر بولا۔

''ہاں تو تم باتیں ہی اتنی بے تکی کرتے ہو۔ انٹرویو اور ٹیسٹ تو ایسے لو گے جیسے خود کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں شیف لگے ہوئے ہو ناں۔'' ہانیہ نے اسے مزید چڑایا۔

''آپ ایسا کریں فاروق انکل ان خاتون کو تو آپ پہلی فرصت میں واپس اسپین لے جائیں، ان کا اور ہمارا گزارہ نہیں۔'' اسود خود بھی چائے میں بسکٹ ڈبو ڈبو کر کھانا شروع ہو گیا تھا۔

''کیوں، آپ دونوں کا کیا کوئی پرسنالٹی کلیش ہے؟'' فاروق انکل نے بھی شرارت کی۔

''بس یوں سمجھیں کہ ہر قسم کا ہی کلیش ہے، بس اب گزارہ نہیں۔'' اسود نے شرارتی انداز سے کہا۔

''اور شرزمہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' فاروق انکل نے یونہی پوچھا۔

''وہ تو سیدھی سادی، بھلی مانس، اللہ میاں کی گائے ہیں، جس بھی کھونٹے پر باندھ دو، وہیں بندھی رہیں گی اور اُف تک نہیں کریں گی۔'' اس کی آنکھیں شرارت سے چمک اٹھیں جبکہ اپنے بارے میں یہ کمنٹس سن کر شرزمہ بلش ہوئی۔

''بس پھر یوں سمجھو کہ میں بھی شرزمہ کے لیے کوئی اچھا سا ''کھونٹا'' ہی ڈھونڈنے آیا ہوں۔'' فاروق انکل نے ایک سنجیدہ بات انتہائی غیر سنجیدہ انداز میں کی۔ کمرے میں موجود باقی چاروں افراد ہی بری طرح چونکے۔ بنی کے چہرے پر ایک گہری سوچ کا تاثر ابھرا۔ جبکہ پروفیسر صاحب نے اپنے دل کی اتھل پتھل ہوتی کیفیت کو بہ مشکل سنبھالا جبکہ اسود تو منہ کھولے بس سبھی کے چہرے پر پھیلے تاثرات کو کھوجتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

''یہ تم نے پرسوں آنے والے مہمانوں سے کیا کہا تھا؟'' ارسلان دھڑ دھڑ کرتا سیڑھیاں اتر کر بالکل اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ کسی ڈرامے کی اسٹوری میں محو نویرہ نے چونک کر اسے دیکھا جس کے چہرے پر اس قدر رکھائی اور بیگانہ پن تھا کہ ایک لمحے کو نویرہ کو اپنا دل ہاتھوں سے نکلتا محسوس ہوا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' اتنے دنوں بعد اس دشمنِ جاں کو دیکھ کر نویرہ کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکا۔

''میرا مطلب وہی ہے جو تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو۔'' ارسلان نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کسی سے کچھ کہوں۔'' اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنی ازلی بے نیازی سے جواب دیا۔

''جھوٹ مت بولو۔'' اس کے چیخ کر بولنے پر نویرہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''تمہارے سوا اس گھر میں ایسی فضول بات کوئی نہیں کر سکتا، انہوں نے صاف صاف انداز میں کہا ہے کہ اس گھر کی لڑکی نے انہیں ساری باتیں بتائی ہیں۔'' ارسلان کے اندر نہ جانے کون سا الاؤ بھڑک رہا تھا جبکہ اس کے یہ تیور نویرہ کے ہاتھ پیر پھلائے دے رہے تھے۔

''اس گھر میں صرف میں ہی ایک لڑکی تھوڑی ہوں، عمیرہ ہے، انعم ہے اور حرا آپی بھی تو ہیں۔'' اس نے خود کو کور کرنے کی ایک ناکام کوشش کی۔

''جسٹ شٹ اپ نویرہ!'' اس نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی۔ ''ایک لفظ بھی مت کہنا۔'' ارسلان کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

''قصور تم لوگوں کا نہیں الماس آنٹی کا ہے جنہوں نے تمہاری تربیت کرتے ہوئے جھوٹ اور سچ کا فرق نہیں بتایا، تم لوگوں کے نزدیک ہر وہ بات جس سے اپنا فائدہ نکلے، وہ ٹھیک ہے۔ چاہے اس کے لیے ہزار جھوٹ ہی کیوں نہ بولنے پڑیں اور مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔'' اس کے تلخ لہجے میں اس قدر تنفر تھا کہ نویرہ کی قوتِ گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھتی رہ گئی جس سے اسے دنیا میں سب سے زیادہ محبت تھی۔

(باقی آئندہ)



منی ناول

گمشدہ جنت کے

صائمہ اکرم



چوتھا و آخری حصہ

وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور تکیے میں منہ دے کر بے اختیار رونے لگی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ارسلان اس کے لیے اس قسم کے الفاظ استعمال کر سکتا ہے۔ وہ ساری دنیا سے اس بات کی توقع کر سکتی تھی لیکن ارسلان دنیا کا واحد شخص تھا جس سے اسے، اس بات کی توقع نہیں تھی لیکن آج اس نے نوریہ کو اسی کی نظروں میں گرا دیا تھا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کب اور کہاں وہ بدگمانی کی سیڑھیاں

چڑھتے ہوئے اتنی بلندی پر چلا گیا کہ اسے اپنی اور نوریہ کی محبت بھی نظر آنا بند ہوگئی۔

''کیا ہوا نوریہ ایسے کیوں رو رہی ہو، کیا ہوا ہے......؟'' رومی خالہ ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ نوریہ کو اس طرح روتے دیکھ کر ایک دم حواس باختہ ہوئیں۔

''کچھ نہیں خالہ، بس ایسے ہی......'' اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے بے دردی سے آنسو پونچھے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''پھر بھی بتاؤ ناں......؟'' انہیں سخت پریشانی ہوئی۔ وہ اب فکرمندی سے اس کا سرخ چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

''بس خالہ ایسے ہی ارسلان سے تھوڑی تلخ کلامی ہوگئی تھی اس لیے......'' اس نے بات ادھوری چھوڑی۔ اتنا تو اسے بھی پتا تھا کہ وہ اصل بات کی حقیقت جانے بغیر اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔

''کیا......کیا کہا ہے اس نے......؟'' انہوں نے جانچتی نگاہوں سے اپنی اس بھانجی کے چہرے کا جائزہ لیا۔ جو انہیں ہمیشہ سے بہت عزیز تھی۔

''کچھ نہیں......'' نوریہ نے انہیں ٹالنے کی کوشش کی۔

''تم اگر نہیں بتاؤ گی تو میں خود جا کر ارسلان سے پوچھ لوں گی......'' رومی خالہ کی دھمکی پر اس نے بوکھلا کر انہیں دیکھا۔ ان سے کچھ بعید بھی نہیں تھی ویسے بھی ان کی ارسلان سے خاصی بے تکلفی تھی۔

''ماما کے بارے میں نیگیٹو ریمارکس دے رہا تھا کہ انہوں نے ہماری تربیت اچھی نہیں کی اور وہ صرف اپنا ہی فائدہ سوچتی ہیں......'' نوریہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''ہاں تو اس نے کچھ ایسا غلط بھی نہیں کہا......'' رومی خالہ کی بات نے نوریہ کو حیران کیا۔

''یہ آپ کہہ رہی ہیں خالہ......؟''

''ہاں، میں کہہ رہی ہوں، اس لیے کہ آپی نے اپنے فائدے کے لیے سب سے زیادہ مجھے استعمال کیا لیکن مجھے اس وقت سمجھ آئی جب ساری چیزیں میرے ہاتھ سے نکل چکی تھیں۔'' رومی خالہ آج پہلی دفعہ اس کے سامنے کھلی تھیں۔ نوریہ منہ کھولے ان کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

''دیکھو ناں، تمہارے رضا چچا مجھ سے ہرگز شادی کے لیے آمادہ نہیں تھے لیکن آپی نے اس گھر میں اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لیے مجھے استعمال کیا......'' رومی خالہ نے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر انکشاف کیا۔ ان کے چہرے پر دکھ کے سائے ابھرے۔

''لیکن ماما کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی بھلا......؟'' نوریہ نے اپنی ماں کی سائڈ لینے کی کوشش کی۔

''انہیں ضرورت تھی ناں......'' وہ افسردہ ہوئیں۔ ''عطیہ بھابی کا تعلق معاشی لحاظ سے ایک مضبوط گھرانے سے تھا، ان کے اس گھر میں آنے کے بعد الماس آپی بہت خوفزدہ ہوگئی تھیں، انہیں لگا کہ وہ اور ان کی ساس مل کر کہیں ان کو کونے کھدرے سے نہ لگادیں......'' رومی خالہ کے لہجے کی سچائی کو کسی گواہ کی ضرورت نہیں تھی۔

''پھر......؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے ان کا مضطرب چہرہ دیکھا۔

''جب امی کے انتقال کے بعد میں بھی اس گھر میں آگئی تو ان کی پریشانی بڑھ گئی، انہوں نے ایک رات رضا پر شرمناک الزام لگایا کہ وہ بری نیت سے رومیصہ یعنی میرے کمرے میں آیا تھا......'' رومی خالہ کے انکشاف پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔ اس نے بے یقینی سے رومی خالہ کو دیکھا جن کے ضبط کا پیمانہ آج چھلک پڑا تھا۔

''گھر میں بے تحاشا ہنگامہ ہوا، رضا نے بہت صفائیاں دینے کی کوشش کی...... کہ وہ میرے کمرے کے شیڈ پر کیبل کی تار ٹھیک کرنے کے لیے چڑھا

تھا......'' رومی خالہ نے آج اسے بالکل ہی عجیب بات بتائی۔

''پھر کیا ہوا خالہ......؟'' نوریہ نے عجلت میں ان کی بات کاٹی۔

''بس کسی نے بھی رضا کی ایک نہ سنی، آپی نے سچویشن ہی ایسی پیدا کر دی تھی کہ سارے بھائی اور تمہاری دادو کوئی بھی رضا کا یقین کرنے کو تیار نہیں تھا اور مجبوراً رضا کو مجھ سے نکاح کرنا پڑا۔ اس کے بعد گھر والوں پر یہ حقیقت جلد ہی آشکار ہوگئی لیکن اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ آپی کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔'' ان کے لہجے میں ٹوٹے ہوئے شیشے کی چبھن تھی۔

''رضا نے مجھ سے نکاح تو کر لیا لیکن مجھے ہمیشہ جوتیوں کی نوک پر رکھا۔ وہ شادی کے بعد ملک سے جو گئے تو پھر دوبارہ کبھی نہیں لوٹے......'' رومی خالہ کی آنکھوں کی نمی نوریہ کو بے چین کر گئی۔ وہ اپنا دکھ بھول کر اب رومی خالہ کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''لیکن خالہ، آپ نے رضا چچا سے احتجاج تو کرنا تھا کہ اس میں آپ کا کیا قصور ہے......؟''

''ان کا کیا قصور تھا......؟'' رومی خالہ نے اسے لاجواب کیا۔ ''وہ بیچارے تو ساری زندگی اپنے بھائیوں سے بھی نظر ملانے سے گئے......''

''رہنے دیں خالہ......'' نوریہ نے ناک سے مکھی اڑانے کے اسٹائل میں کہا۔ ''انہوں نے تو باہر جا کر شادی بھی کر لی اور اولاد بھی پیدا کر لی، آپ کے حصے میں کیا آیا......؟'' نوریہ کا لہجہ تلخ ہوا۔

''صحیح کہا ہے تم نے لیکن یہ فصل میری سگی بہن کے ہاتھوں کی بوئی ہوئی تھی۔ مجھے ہی اس کا کڑوا پھل کھانا تھا......'' انہوں نے ہتھیار پھینکنے کے اسٹائل میں کہا۔

''یہ تو پھر آپ کی بزدلی اور کم ہمتی ہوئی ناں......'' اسے ان کی بات بالکل اچھی نہیں لگی۔

''چلو میں تو بزدل اور کم ہمت سہی لیکن تم نے کیوں ارسلان کے معاملے میں ابھی سے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔'' رومی خالہ کا لہجہ سادہ تھا لیکن نوریہ کئی لمحوں تک بول ہی نہ سکی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے بس اتنا ہی بولی۔

''آپ بالکل سچ کہتی ہیں......'' وہ پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے مزید گویا ہوئی۔ ''مجھے بھی آپ ہی کی طرح، ماما کی بوئی ہوئی فصل کو کاٹنا ہے۔''

☆☆☆

''دیکھو اسود، میں تمہیں صاف، صاف بتا رہی ہوں مجھے کوئی ضرورت نہیں لگی لپٹی رکھنے کی......'' ہانیہ کی تیز اور تلخ آواز نے شرزمہ کی سماعتوں کا تعاقب کیا۔ وہ جو بڑے عجلت بھرے انداز میں سیڑھیاں چڑھ کر اپنے پورشن کی طرف آرہی تھی...... راستے میں ہی رک گئی۔

''لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں ہنی......'' اسود کا لہجہ احتجاجی تھا۔ وہ دونوں سیڑھیوں کے ساتھ والے کمرے میں موجود تھے جس کی کھڑکیاں باہر کی جانب کھلی تھیں۔ اپنا نام سن کر شرزمہ ٹھٹک کر وہیں رک گئی۔ اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ ایک قدم بھی آگے بڑھا سکے۔

''لیکن وہ تمہیں پسند نہیں کرتی اسود......'' ہانیہ نے ناگواری سے کہا تو اس نے فوراً ہی بات قطع کی۔

''کیوں......؟ کیا کمی ہے مجھ میں......؟'' اس کے انداز میں تلخی اور لہجہ بھی خاصا بلند تھا۔

''دیکھو اسود، تم بہت اچھے اور ڈیسنٹ لڑکے ہو، اس لیے تمہیں کہہ رہی ہوں کہ شرزمہ جیسی لڑکی تمہیں سوٹ نہیں کرتی......'' ہانیہ کے لہجے میں کچھ تھا کہ باہر کھڑی شرزمہ اور اندر بیٹھا اسود دونوں ہی ایک لمحے کو ہکا بکا ہوئے۔

''آپ کہنا کیا چاہتی ہیں ہنی، صاف صاف کہیں......'' اسود کے منہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر لفظ نکلے۔

''دیکھو اسود، یہ ٹھیک ہے کہ شرزمہ میری بھانجی

ہے اور مجھے اس سے بہت محبت ہے لیکن میں تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کرنا چاہتی۔'' ہانیہ نے اپنی طرف سے بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ شرزمہ کی ساری حسیں کان بن کر ہانیہ کی آواز کی طرف متوجہ تھیں۔

''کیا مطلب ہے آپ کا......؟'' اسود حیران ہوا۔

''مطلب یہ ہے کہ شرزمہ کی مدر میری سگی بہن ضرور تھیں لیکن......'' ہانیہ ایک پل کو چپ ہوئیں اور باہر کھڑی شرزمہ کو دھچکا سا لگا۔ وہ گرل کو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑی ہوگئی۔

''لیکن کیا......؟'' اسود نے بے تابی سے پوچھا۔

''وہ خاصے کمزور کردار کی حامل تھیں۔'' ہانیہ کی بات پر شرزمہ کو لگا جیسے پورے گھر کی چھت اس کے سر پر آن گری ہو۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیوار کے پار دیکھنے کی کوشش کی لیکن یہ ایک ناممکن کام تھا۔

''انہوں نے ڈیڈی کے اسٹور پر کام کرنے والے ایک شادی شدہ شخص کو پھانسا اور اس سے شادی کرلی اور اس کے بعد ساری زندگی اس شخص کو پاکستان نہیں جانے دیا۔'' ہانیہ کا لہجہ زہر آلود تھا۔ باہر کھڑی شرزمہ کو ایسے لگا جیسے کسی نے اس کا دل اپنی مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہنی ایسی بات بھی کرسکتی ہیں۔

''لیکن اس میں شرزمہ کا تو کوئی قصور نہیں......'' اسود نے تھوڑا سا منہ بنایا۔

''ظاہر ہے کہ ماں کی کوئی نہ کوئی چیز تو بیٹی میں آتی ہے ناں......'' ہنی استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

''میں نے تو شرزمہ میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی۔'' اسود نے تیزی سے کہا تو ہنی فوراً بولیں۔

''وہ شکل سے جتنی معصوم اور بھولی بھالی لگتی ہے، حقیقت میں ایسی نہیں ہے......'' ہنی کا سلگتا لہجہ شرزمہ کے تن بدن میں آگ لگا گیا۔ اس نے بہ مشکل خود پر ضبط کیا۔

''اسی کی وجہ سے مجھے بارسلونا سے سب کچھ لپیٹ لپاٹ کر پاکستان ایمرجنسی میں آنا پڑا۔ کچھ لڑکوں سے اس کی دوستیاں تھیں اور وہ اس کے پیچھے گھر تک آنے لگے تھے۔'' ہانیہ نے مزید زہر اگلا۔ شرزمہ کو ایسے لگا جیسے کسی نے اسے ایفل ٹاور سے دھکا دے دیا ہو۔

''شرزمہ، بس کریں، نیچے آجائیں، کیوں خود کو اذیت دیتی ہیں......'' پروفیسر آفاق سیڑھیوں پر عین اس کے پیچھے آکر بولے تھے۔ شرزمہ کو دھچکا سا لگا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سفید کرتہ شلوار میں ملبوس پروفیسر آفاق پتا نہیں کب اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آگئے تھے۔

''سوری، میں اسود کو بلانے کے لیے اوپر جارہا تھا اس کی ماما اسکائپ پر آن لائن ہیں اور اس سے بات کرنا چاہ رہی تھیں۔'' انہوں نے بوکھلا کر صفائی دی۔ شرزمہ کی آنکھوں میں بے بسی، ذلت اور شرمندگی کے احساس کے تحت آنسو بھر آئے۔

''چلیں نیچے......'' انہوں نے نرمی سے اس کا بازو پکڑا اور اسے نیچے لے آئے۔ وہ بھی اپنے ہونٹ کاٹتی چپ چاپ اُن کے پیچھے آگئی۔

''یہی وہ باتیں اور چیزیں تھیں جو میں، آپ کو سمجھانا چاہ رہا تھا لیکن آپ کو سمجھ نہیں آرہی تھیں......'' انہوں نے ٹشو پیپر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بہت نرم لہجے میں کہا۔

''میں اسی لیے آپ سے کہتا تھا کہ اپنے پیاروں پر اندھا اعتبار ضرور کریں لیکن ان کو یہ موقع مت دیں کہ وہ آپ کو بھی ''اندھا'' ہی سمجھنے لگیں۔'' انہوں نے تاسف بھرے انداز میں اسے روتے دیکھا۔

''لیکن مجھے ہنی سے اس بات کی توقع ہرگز نہیں تھی......'' وہ بہت بری طرح رو رہی تھی۔ پروفیسر صاحب نے بھی اسے کھل کر بولنے کا موقع دیا۔

''میں بالکل بھی ایسی نہیں ہوں......'' اس نے

آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو ابھرے۔

''مجھے پتا ہے شرزمہ، مجھے آپ سے کسی صفائی کی ضرورت نہیں، میں آپ کی اذیت کا اندازہ کرسکتا ہوں کیونکہ کردار پر ناحق الزام تراشی کا یہ دکھ میں بھی جھیل چکا ہوں......'' پروفیسر آفاق کے لہجے میں کوئی محسوس کیے جانے والا دکھ بولا، شرزمہ نے آنکھیں ان کے چہرے پر جما کر بے بسی سے کہا۔

''لیکن ہنی ایسی تو نہیں تھیں......'' اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا۔

''لوگ ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے اُن کی فطرت ہوتی ہے۔ بس ہمیں سمجھنے میں ہی غلطی ہوجاتی ہے۔ اس میں قصور ان کا نہیں، ہماری سمجھ کا ہوتا ہے......'' انہوں نے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ شرزمہ کی آنکھوں سے اب بے آواز آنسو بہہ رہے تھے اور یہ آنسو پروفیسر صاحب کو اپنے دل پر گرتے محسوس ہورہے تھے لیکن وہ اس معاملے میں بے بس تھے۔

☆☆☆

''تم اپنے تایا کی طرف کیوں نہیں چلی جاتی ہو......'' نویرہ نے ساری داستان سننے کے بعد اسے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔ وہ دونوں اس وقت کلاس لے کر ڈیپارٹمنٹ کے سامنے والے لان میں بڑی فرصت سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ شرزمہ کے چہرے پر پھیلی ہوائیاں دیکھتے ہی نویرہ نے پوچھا تو وہ جو پہلے سے بھری بیٹھی تھی اس کے ضبط کا سارا ہی پیمانہ چھلک اٹھا۔

''کیسے چلی جاؤں، مجھے ان کا کوئی اتا پتا ہی نہیں پتا......'' اس نے فوراً ہی مسئلہ بتایا۔

''تو تمہارے فاروق انکل کس مرض کی دوا ہیں بھئی؟'' نویرہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

''فاروق انکل......'' وہ پیچھے سے آنے والی تیز ہوا اور آندھی کو دیکھ کر چونکی۔ ''ہاں وہ تو جانتے ہوں گے......''

''ذرا اٹھو، مجھے لگتا ہے کہ گرد کا طوفان آنے والا ہے......'' نویرہ ایک دم گھبرا کر کھڑی ہوئی۔

''جو طوفان زندگی میں آچکا ہے، اس سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہوسکتی ہے بھلا......'' شرزمہ بیزاری کی انتہا پر تھی۔

''اچھا، یہ فلسفے بعد میں بول لینا، اندر کامن روم میں جا کر بیٹھتے ہیں......'' نویرہ اس کا بازو پکڑے زبردستی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

''یہ آپ شرزمہ کو کہاں اغوا کیے لے جارہی ہیں......'' پروفیسر آفاق جو لائبریری سے نکل کر اپنے آفس کی طرف جارہے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر ہلکے پھلکے لہجے میں بولے۔

''آپ کی نظروں سے دور لے کر جارہی ہوں......'' نویرہ نے بہت ہی عجیب لہجے میں کہا۔ پروفیسر آفاق کی نگاہوں سے ایک بے ساختہ اداسی چھلکی۔

''میری نظروں سے اور زندگی سے جانے والے لوگ تو بہت پہلے ہی چلے گئے۔ اس کے بعد یہ در کھلا ہی نہیں، اس لیے آپ بے فکر رہیں......'' ان کے لہجے سے زیادہ آنکھیں بولتی تھیں۔ اس بات کا احساس شرزمہ کو آج پہلی دفعہ ہوا۔

''آپ کے بہت مضبوطی سے بند کیے گئے در ایک دفعہ پھر کھل گئے ہیں۔ آپ کو شاید تازہ ہوا کو محسوس کرنے کی عادت نہیں رہی، اس لیے خود کو ابھی تک مقفل ہی سمجھ رہے ہیں۔'' نویرہ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر بڑے طنزیہ لہجے میں کہا اور اس کا بازو گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

''یہ تم پروفیسر صاحب سے کس لہجے میں بات کررہی تھیں......؟'' شرزمہ نے کاریڈور میں تھوڑا سا آگے بڑھ کر پہلے پلٹ کر دیکھا۔ پروفیسر آفاق کا چہرہ دھواں دھواں تھا جبکہ نویرہ کے چہرے کے سارے نقوش تن سے گئے۔

''میں اُن سے اسی لہجے میں بات کررہی تھی

جس کے وہ لائق ہیں......'' تیز تیز چلنے کی وجہ سے نوریہ کی سانس پھول چکی تھی۔

''لیکن مجھے تمہاری بات کی سمجھ نہیں آئی، تم ان سے کہنا کیا چاہ رہی تھیں......؟'' شرزمہ نے اس کا بازو پکڑ کر چہرہ اپنی جانب کیا۔

''بے فکر رہو، انہیں سب سمجھ آ رہا تھا، جو میں ان سے کہنا چاہتی تھی......'' نوریہ نے اسے مزید حیران کیا۔

''یہ تم مجھے کن چکروں میں ڈال رہی ہو......'' شرزمہ کو ایک دم ہی غصہ آیا۔ وہ کامن روم کے دروازے کے باہر ہی کھڑی ہو گئی۔

''چکروں سے باہر تو تم اب نکل رہی ہو مائی ڈیئر.. اسی لیے تو قدم قدم پر تمہیں دھچکے لگ رہے ہیں......'' نوریہ نے اس کا بازو پکڑا اور بے تکلفی سے اندر داخل ہو گئی۔

''یار میرا دماغ گھومنے لگا ہے، آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے......؟'' شرزمہ اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''سب کچھ آہستہ آہستہ تمہیں سمجھ آ جائے گا......'' شرزمہ نے بے پروائی سے اپنے بیگ سے چیونگم نکال کر منہ میں ڈالی۔

''مسئلہ تو یہی ہے کہ سب کچھ آہستہ آہستہ نہیں بلکہ ایک دم ہی ہو رہا ہے، ایسے لگتا ہے کہ کوئی ہتھوڑا لے کر دماغ پر برسا رہا ہو......'' شرزمہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گئی۔ مٹیالے رنگ کی گرد نے سارے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

''اچھا ہے ناں جو ہونا ہے، وہ ایک دفعہ ہی ہو جائے، ورنہ کچھ ہونے یا نہ ہونے کی کیفیت بہت اذیت ناک ہوتی ہے، دل میں بے چینی اور آنکھوں میں انوکھا سا خوف بسیرا کر لیتا ہے۔ کچھ ہونے سے پہلے ہی انسان اتنی تکلیف اٹھا چکا ہوتا ہے کہ حادثہ ہونے کے بعد وہ بہت عرصے تک اس تکلیف سے نکل ہی نہیں پاتا۔'' اس نے بڑی نرمی سے شرزمہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''تم مجھے بس ایک بات بتاؤ کہ یہ پروفیسر آفاق کیسے انسان ہیں......؟'' شرزمہ الجھن کی انتہا پر تھی۔

''دیکھو شرزمہ، تم دوسروں کی رائے پر اپنے تعلق کی عمارتیں بنانا چھوڑ دو، کب تک تم دوسروں کی انگلی تھام کر ٹھوکریں کھاتی رہو گی......؟'' نوریہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟'' شرزمہ کو برا لگا۔

''تم لوگوں کے متعلق اپنی رائے خود قائم کیا کرو، ضروری نہیں ہوتا کہ ایک شخص کے ساتھ اگر میرے تعلقات اچھے ہوں تو وہ دنیا کا سب سے بہترین انسان ہو اور جسے میں اچھا نہیں سمجھتی وہ دنیا کا برا ترین انسان ہو......'' نوریہ نے اب گراؤنڈ میں اڑتے بگولے کو غور سے دیکھا۔

''تم بس مجھے یہ بتاؤ کہ تم انہیں کیسا سمجھتی ہو، میں نے جو رائے ان کے متعلق قائم کرنا تھی، وہ کر چکی ہوں......'' شرزمہ نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

''ہوں......! تم میری رائے کیوں جاننا چاہتی ہو......؟'' نوریہ بھی آج اسے تنگ کرنے کے مکمل موڈ میں تھی۔

''ویسے ہی، نہ جانے کیوں مجھے لگا کہ تم انہیں ضرورت سے زیادہ جانتی ہو......'' شرزمہ نے صاف گوئی سے کہا تو وہ چونک گئی۔ گراؤنڈ میں موجود بگولا بہت سرعت سے گردش کرنے کے بعد اب رک چکا تھا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو......'' وہ زبردستی مسکرائی۔

''بتاؤ ناں کہ وہ کیسے انسان ہیں......؟'' شرزمہ نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو نوریہ کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ دوڑا۔

''پروفیسر آفاق بہت زبردست اور سحر انگیز شخصیت کے حامل ہیں۔ ان کی شخصیت میں بنگال کے جادو کا سا اثر ہے۔ ایسا جادو جو کبھی کبھی

دوسرے بندے کی جان بھی لے لیتا ہے۔'' نوریہ کی بات سے زیادہ اس کے چہرے کے تاثرات اتنے عجیب تھے کہ شرزمہ سانس لینا بھول گئی۔

☆☆☆

''یہ تمہیں کیا ہوا ہے، تم کچھ دنوں سے بہت چپ چپ سی ہو......'' اس دن ہانی نے شرزمہ سے اچانک ہی پوچھ لیا۔ وہ جو لیپ ٹاپ گود میں رکھے کسی اسائنمنٹ میں الجھی ہوئی تھی۔ ان کی بات پر چونک گئی۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہانی، سیکنڈ سمسٹر نے بزی کر رکھا ہے......'' اس نے اسکرین سے نگاہیں اٹھائے بغیر جواب دیا۔

''اسٹڈی تو تمہارا مسئلہ کبھی نہیں رہی......'' ہانیہ مطمئن نہیں ہوئیں۔ شرزمہ نے نگاہیں اٹھا کر اُن کی طرف دیکھا جو ایک فیشن میگزین کی ورق گردانی میں مگن تھیں۔

''اسٹڈی پہلے میرا مسئلہ نہیں تھی لیکن اب بن چکی ہے، مجھے اپنا کیریئر بنانا ہے جلد از جلد......'' وہ اس کی بات پر بری طرح چونکیں۔

''یہ کیریئر بنانے کی دُھن تم پر اچانک کیسے سوار ہو گئی، کس نے یہ خناس تمہارے ذہن میں ڈال دیا؟'' شرزمہ کو پہلی دفعہ اُن کا لہجہ بہت عجیب لگا۔

''پہلی بات تو یہ ہے ہانی......'' وہ سنجیدہ ہوئی۔ ''اپنے کیریئر کے بارے میں سوچنا ہر انسان کا حق ہے، یہ کوئی ایسی احمقانہ بات نہیں کہ اسے 'خناس' کے نام سے پکارا جائے، دوسری بات یہ کہ ضروری نہیں کہ کوئی دوسرا ہی مجھے سمجھائے یا ہماری زندگی دوسروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی رہے۔ میرا اپنا بھی دماغ ہے اور اپنی بھی کوئی سوچ ہے۔'' شرزمہ کا طنزیہ لہجہ اور آنکھوں میں موجود عجیب سا تاثر ہانیہ کے لیے پریشان کن تھا۔

''شرزمہ......'' وہ صرف اتنا ہی بول پائیں۔

''کیا ہوا، میری جان، ایسے کیوں بات کر رہی ہو......؟'' وہ ایک دم ہی پریشان ہوئیں۔

''کیسے بات کر رہی ہوں......؟'' اس نے دوبارہ انہیں لاجواب کیا۔ ''آپ کی بات کا جواب دیا ہے میں نے، بس......'' وہ ایک دفعہ پھر لیپ ٹاپ پر جھک گئی۔

''تم نے فاروق بھائی سے اپنے تایا کے بارے میں پوچھا تھا......'' ہانیہ نے ایک دم ہی پوچھا، شرزمہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا وہ حد درجہ سنجیدہ تھیں۔

''جی ہاں پوچھا تھا......'' اس نے کی پیڈ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔

''لیکن کیوں......؟'' ہانیہ تھوڑا سا تیز ہوئیں۔

''کیا ہو گیا ہے ہانی، وہ میرے تایا ہیں، میرا بلڈ ریلیشن ہے ان کے ساتھ......'' شرزمہ نے منہ بنا کر کہا۔

''یہ بلڈ ریلیشن تمہیں اچانک کیسے یاد آ گیا، پہلے تو تم ان کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتی تھیں......'' ہانیہ نے تلخ لہجے میں کہتے ہوئے اس کا سپاٹ چہرہ دیکھا۔ ان کے دماغ میں کچھ کلک کر رہا تھا لیکن وہ اسے فی الحال سمجھنے سے قاصر تھیں۔

''کم آن ہانی، آپ شادی کے لیے سوچ رہی ہیں تو مجھے بھی تو اپنا کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا ہے......'' شرزمہ نے اس دفعہ دانستہ اپنا لہجہ خوشگوار بنایا۔

''میں نے تم سے کس دن کہا کہ میں اپنی شادی کے لیے کچھ سوچ رہی ہوں، اس لیے تمہیں اپنے بارے میں کچھ سوچنا چاہیے......؟'' ان کا موڈ ٹھیک ٹھاک خراب ہوا۔

''ضروری تو نہیں ہے کہ ہر بات کہی جائے......'' شرزمہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں بات کی سنگینی کو کم کرنا چاہا۔

''میرے جیسی لڑکی سے تم اس بات کی توقع

مت ہی رکھنا کہ میں کوئی بات گھما پھرا کر کروں گی، تمہارے دماغ میں جو خناس آ گیا ہے، اسے دور کر لو تو بہتر ہے۔" وہ ایک دم جھٹکے سے کھڑی ہوئیں اور تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

شرزمہ کا دل بھی اپنے اسائنمنٹ سے ایک دم ہی اچاٹ ہو گیا۔ وہ کچھ دیر تو وہیں بیٹھی سوچتی رہی اس کے بعد کچن کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے بلیک کافی کے دو مگ تیار کیے اور ٹرے میں رکھ کر نیچے آ گئی۔ اس کا ارادہ پروفیسر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر کافی پینے کا تھا۔ وہ ان کے گھر کا داخلی دروازہ کھول کر اندر بڑھی، اسی لمحے اسود باہر نکلا وہ اسے دیکھ کر ایک دم حیران ہوا۔

"پروفیسر صاحب ہیں گھر میں......؟" اس نے جھجک کر پوچھا۔

"جی بالکل ہیں، آ جائیں......" اس نے بہت ہی عجیب نگاہوں سے ٹرے میں رکھے دو کافی کے کپ دیکھے۔

"کیا اس گھر میں صرف پروفیسر صاحب ہی ہیں یا پھر آپ ہمیں اس قابل نہیں سمجھتیں کہ ساتھ بیٹھ کر ایک کپ چائے ہی پی سکیں......" اسود کے طنز پر وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔

"ایسی بات نہیں ہے، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ بھی گھر پر ہیں......" شرزمہ نے بوکھلا کر صفائی دی۔

"اوہ..........!" اس نے ہونٹ سکوڑے۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں بہت غلط ٹائم پر گھر میں ہوں......" اس کی نگاہوں میں عجیب سی کاٹ شرزمہ کو الجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔

"ارے شرزمہ، آپ...... کب آئیں......؟"

پروفیسر صاحب اچانک ہی اندر سے نکلے اور اسے دروازے میں کھڑا دیکھ کر چونک گئے۔

"میں تو ابھی ابھی آئی ہوں لیکن شاید اسود کو میرا آنا اچھا نہیں لگا......" شرزمہ کا پُراعتماد انداز پروفیسر صاحب کے ساتھ ساتھ اسود کو بھی تعجب میں مبتلا کر گیا۔

"سر میں لان میں ہوں، اگر ٹائم ملے تو آ جایئے گا......" وہ اپنی بات کہہ کر رکی نہیں اور فوراً ہی باہر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی ٹرے میں رکھی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی لیکن پروفیسر صاحب اور اسود اپنی جگہ پر جمے اس کی پشت پر لمبے بالوں کی چوٹی کو پنڈولم کی طرح جھولتے دیکھتے رہ گئے۔

☆☆☆

"مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہنی نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا......؟" اپنے کپ میں کافی کی بلیک سطح کو دیکھتے ہوئے اس نے افسردگی سے پروفیسر آفاق سے پوچھا جو بغور اس کا جائزہ لینے میں مگن تھے۔

"اسود کے لیے......" پروفیسر صاحب کے جواب نے شرزمہ کو ہکا بکا کر دیا۔ وہ اپنی بادامی آنکھیں مکمل طور پر کھول کر دیکھتی رہ گئی۔

"لیکن اس بات کا مجھ سے کیا تعلق......؟" اس کے منہ سے پھسلا۔

"یہ تو سادہ سی بات ہے جو آپ کو سمجھ نہیں آ رہی، وہ شاید آپ کو پسند کرتا تھا لیکن یہ بات ہانیہ کو پسند نہیں آئی......" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا اخبار طے کرتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن انہیں کیوں برا لگا......؟" شرزمہ اب بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

"آپ اتنی سادہ کیوں ہیں شرزمہ......؟" پروفیسر صاحب نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"پتا نہیں......" وہ پھیکے سے انداز سے مسکرادی۔

"آپ کو پتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ سادگی بعض دفعہ آپ کو تو نقصان پہنچاتی ہی ہے لیکن آپ کے بہت سے اپنوں کو کئی ایسے مواقع بھی فراہم کر دیتی ہے جس سے تعلق کا شیشہ زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس لیے خود کو اور دوسروں کو اپنی معصومیت اور سادگی سے امتحان میں نہ ڈالا کریں۔" پروفیسر صاحب نے کچھ دیر نگاہیں اخبار پر ٹکائے رکھنے کے بعد ایسے کہا جیسے اخبار سے کوئی خبر پڑھ کر سنا رہے ہوں۔ شرزمہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"ہانیہ...... شاید نہیں۔ بلکہ یقیناً اسود کو پسند کرتی ہیں اور اسود اس سلسلے میں اپنی والدہ سے بھی بات کر چکا ہے......" پروفیسر آفاق کے انکشاف پر شرزمہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا جو ٹھنڈی کافی بھی بڑی رغبت سے پی رہے تھے۔

"پھر پرابلم کیا ہے......؟" شرزمہ نے بے ساختہ کہا۔

"پرابلم آپ ہیں......" پروفیسر صاحب بھی آج اسے حیران کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

"میں...... ؟" جوشِ حیرت سے اس کی آواز بلند ہوئی۔

"جی آپ......" وہ سادگی سے مسکرائے۔ "اسود امریکا میں جبکہ ہانیہ بارسلونا شفٹ ہونا چاہ رہتا ہیں، دونوں صورتوں میں مسئلہ یہی ہے کہ شرزمہ کا کیا، کیا جائے۔" اس نے متوحش نظروں سے پروفیسر صاحب کی طرف دیکھا۔

"اس میں مسئلہ کیا ہے، میں تو کسی ہاسٹل وغیرہ میں بھی رہ سکتی ہوں......" اس کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا۔

"جی بس اتنا سا پوائنٹ ہانیہ کی سمجھ میں تو آ رہا ہے لیکن اسود کے نہیں......" پروفیسر صاحب کی بات پر شرزمہ کی آنکھیں ایک دفعہ پھر پھیلیں۔ اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"اسود چاہتا ہے کہ آپ بھی ان دونوں کے ساتھ رہیں جبکہ ہانیہ ایسا بالکل نہیں چاہتیں......" ان کی بات پر شرزمہ کو ایک زوردار کرنٹ لگا۔ اس سے آگے سننے کی تاب نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ضبط کی کوشش میں اس کا چہرہ لال ہوا۔ وہ اب تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر اپنے پورشن کی طرف جا رہی تھی۔

☆☆☆

"تم اپنے تایا کے گھر کیوں جانا چاہتی ہو......؟" فاروق انکل ایک گھنٹے کے بعد ہی اس کی فون کال کے جواب میں فوراً ہی پہنچے تھے۔ یہ تو شرزمہ کی خوش قسمتی تھی کہ اس سے کچھ دیر پہلے ہی ہانیہ، اسود کے ساتھ مارکیٹ نکلی تھیں۔

"اوہ......!" ساری بات سننے کے بعد ان کے منہ سے اتنا ہی نکلا۔

"تم پریشان نہ ہو، میں تمہارے انکل سے بات کرتا ہوں...... بصورت دیگر ایسا کچھ بھی انتظام نہ ہو سکا تو میرا گھر اپنی بیٹی کے لیے حاضر ہے۔" انکل فاروق کے شفقت بھرے لہجے نے شرزمہ کی آنکھوں کو نم کیا۔ آج کل تو ویسے ہی وہ ضرورت سے زیادہ حساس ہو رہی تھی۔

"تمہارا اپنے تایا کے گھر چلے جانا ہی بہتر ہے......" انہوں نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔ "لیکن ابھی ایسی کسی بھی بات کا ذکر ہنی سے کرنے کی ضرورت نہیں۔" انکل فاروق کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کا ایسا کوئی ارادہ تھا بھی نہیں۔

صرف دو ہی دن کے بعد وہ اور فاروق انکل "ارجمند ولا" کے بالکل سامنے کھڑے تھے۔ فاروق انکل کے رابطہ کرنے پر اس کے تایا نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ شرزمہ نے بھیگی پلکوں کے ساتھ اس عالی شان گھر کو دیکھا تھا، جہاں وہ آنا نہیں چاہتی تھی لیکن آ چکی تھی۔

☆☆☆

"ارے...... شری تم......!" کمرے میں پھیلی عجیب سی خاموشی کے طلسم کو نوریہ کی حیرت زدہ آواز نے توڑا۔ مسز الماس کے ڈرائنگ روم میں ارجمند ولا

کے تقریباً تمام ہی مکین جمع تھے۔ رضا کی بیٹی کا استقبال ارجمند خاتون اور عطیہ نے تو بہت خوشدلی کے ساتھ جبکہ الماس بیگم نے بہت سرومہری سے کیا تھا۔ وہ تیوری چڑھائے شرزمہ کو ایسے گھور رہی تھیں جیسے سالم نگل جانے کا اندیشہ ہو۔ جبکہ ردمیصہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

''تم رضا چچا کی بیٹی ہو......؟ اوہ مائی گاڈ......!'' نویرہ کی جوشِ جذبات میں آواز بلند ہوئی۔ اس کے چہرے سے چھلکنے والی بے ساختہ خوشی الماس بیگم کو حد درجہ کوفت میں مبتلا کر گئی تھی۔ ''تبھی میں کہوں کہ تم اتنی، اپنی اپنی کیوں لگتی ہو......'' وہ اب اسے بے تابی سے گلے سے لگائے انتہائی محبت سے کہہ رہی تھی۔

''نویرہ......!'' الماس بیگم نے تنبیہی نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے بیٹھے بیٹھے بیزاری سے پہلو بدلا۔ ''ذرا کچن میں دیکھو، کہ چائے کو کتنی دیر ہے......''

''ماما، ردی خالہ دیکھ لیں گی......'' نویرہ بے پروائی سے کہتی ہوئی شرزمہ کے ساتھ ہی اس سنگل صوفے پر گھس کر بیٹھ گئی تھی۔ جس پر شرزمہ پہلے سے براجمان تھی۔

''تمہاری ردی خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے......'' ماما کے سرد لہجے پر نویرہ نے چونک کر ردی خالہ کو دیکھا جو بہت ہی عجیب نگاہوں سے شرزمہ کو دیکھ رہی تھیں۔ اُن سے کچھ فاصلے پر فاروق انکل بہت آہستہ آواز میں ابراہیم صاحب اور نعیم صاحب سے گفتگو میں مشغول تھے۔ احتشام بھی انہی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ ارجمند خاتون کی آنکھیں بار بار گیلی ہو رہی تھیں۔ عطیہ وقتاً فوقتاً اپنی ساس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں دلاسا دینے کا فریضہ جتنی دفعہ بھی انجام دیتیں، الماس بیگم کی تیوری کے بل اتنے ہی گہرے ہو جاتے۔

''عطیہ ملازم سے کہو کہ شرزمہ کا سامان اٹھائے۔ وہ اوپر رہے گی......'' ارجمند خاتون کے فیصلہ کُن انداز پر الماس بیگم کے چہرے پر سکون کی ندی بہنے لگی۔ فاروق انکل چائے پینے کے بعد مطمئن ہو کر جا چکے تھے۔

''اوپر کیوں؟ نیچے اتنا بڑا پورشن بھی تو خالی ہے......'' ابراہیم صاحب کی بات نے الماس بیگم کا سکون برباد کیا۔ ان کا سکون تو شرزمہ کا معصوم حسن دیکھتے ہی غارت ہو چکا تھا۔

''بیٹا، وہ تو ٹھیک ہے لیکن میری خواہش ہے کہ رضا کی بیٹی میرے پاس رہے......'' ارجمند خاتون کا لہجہ ایک دفعہ پھر بھیگا۔ الماس بیگم نے طنزیہ نگاہوں سے روی کی طرف دیکھا۔

''کاش کہ کسی کو یہ بھی یاد آجائے کہ حسن رضا کی ایک اولاد نیچے بھی دھکے کھاتی پھر رہی ہے......'' الماس بیگم کفن پھاڑ کر ہی بولی تھیں۔

''استغفر اللہ بیگم صاحبہ، بات تو سوچ سمجھ کر کر لیا کریں، انعم کو کس نے دھکے دیے ہیں۔'' ابراہیم صاحب کو غصہ آگیا۔

''اماں کو انعم کا تو ایسے کبھی خیال نہیں آیا، جو محبت رضا کی دوسری اولاد کے لیے چھلک رہی ہے، وہ انعم کی دفعہ کسی غار میں چھپی ہوئی تھی کیا؟'' الماس بیگم کا سارا ہی ضبط رخصت ہو گیا۔ ایک دم ہی کمرے کا ماحول تناؤ کا شکار رہوا۔ روی خالہ ایک جھٹکے سے اٹھیں اور پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے نکلیں۔ شرزمہ نے خوفزدہ نگاہوں سے الماس بیگم کو دیکھا جن کی آنکھوں سے شعلے ہی تو نکل رہے تھے جو سامنے والے کو جلا کر بھسم کر سکتے تھے۔

''دیکھو الماس، انعم کی بھی میرے دل میں اتنی ہی محبت ہے جتنی شرزمہ کے لیے۔'' ارجمند خاتون بڑے سبھاؤ سے بولیں۔ ''لیکن انعم کے پاس اس کا ماں، تایا، کزنز سبھی رشتے موجود ہیں جبکہ شرزمہ بیچاری تو بالکل تنہا ہے......'' وادو اس کا مقدمہ لڑنے کے لیے میدان میں آگئیں۔

''ہم نے تھوڑی اسے تنہا کیا ہے، اللہ کے کام ہیں یا اس کے باپ کے کارنامے......'' الماس بیگم، بد لحاظ ہوئیں۔

''شٹ اپ الماس...... زبان سنبھال کر بات کریں۔'' ابراہیم صاحب کو نہ جانے کیا ہوا۔ وہ ایک دم تڑخ کر بولے۔ الماس بیگم کو سکتہ ہی تو ہوا تھا۔ وہ سخت بے یقین نظروں سے ابراہیم صاحب کو دیکھنے لگیں۔ انہوں نے کبھی اس لہجے میں بات نہیں کی تھی اور اب تو بھرے مجمع میں انہیں شٹ اپ کال ملی تھی۔ ارجمند خاتون نے شرزمہ کا بازو پکڑا اور اوپر والے پورشن کی جانب بڑھ گئیں۔

''الماس بھابی کے ڈرامے تو ہر جگہ ہی شروع ہو جاتے ہیں۔ کسی آئے گئے کا بھی خیال نہیں کرتیں......'' عطیہ چچی نے اوپر آتے ہی اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

''یہ تو اس کی بہت پرانی عادت ہے......'' ارجمند خاتون نے اپنے تخت پر بیٹھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''شرزمہ آپ پریشان نہ ہوں، ممانی جان کو تھوڑا وقت لگے گا آپ کو قبول کرنے میں......'' نشاہی نے بالکل خاموش اور کسی حد تک خوفزدہ شرزمہ کو دیکھا جو لاؤنج کے صوفے پر بڑے تکلف سے بیٹھی ہوئی تھی۔

''ہاں، ہاں بیٹا، تمہارا اپنا گھر ہے، آرام اور سکون سے رہو، مجھے ہمیشہ اس بات کا گلہ رہتا تھا کہ اللہ نے مجھے کوئی بیٹی نہیں دی، دیکھ لو اللہ نے کتنی پیاری گڑیا میرے گھر بھیج دی۔'' عطیہ چچی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انتہائی محبت سے کہا تھا۔ شرزمہ کا چہرہ کچھ پُرسکون ہوا۔

''ہاں، ہاں شرزمہ کوئی ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں......'' حرا بھابی بھی اپنے بیٹے کو گود میں اٹھائے آن پہنچیں۔ ان کی آنکھوں میں بڑی پُرخلوص سی نرمی تھی۔

''ہاں ٹینشن بس اسی وقت شروع ہو گی، جب آپ سیڑھیاں اتر کر نچلے مدار میں داخل ہوں گی......'' وہ بہت تیزی سے کچن سے نکلا تھا۔ شرزمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''مجھے ارسلان کہتے ہیں، میں احمر بھائی سے چھوٹا ہوں......'' اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ کر فریج کا دروازہ کھولا۔

''تو یہ ہے ارسلان......'' شرزمہ نے بہت غور سے اپنے سامنے کھڑے اچھے خاصے ہینڈسم بندے کو دیکھا۔ جس کی نویرہ کی زندگی میں بڑی اہمیت تھی۔

''حرا، بھئی شرزمہ کا سامان اٹھا کر گیسٹ روم میں رکھواؤ......'' عطیہ چچی نے اپنی بہو کو مخاطب کیا جو اپنے بیٹے کے لاڈ اٹھانے میں مگن تھی۔ اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ شرزمہ کا استقبال اس کی توقع سے بڑھ کر ہوا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے ددھیال میں اسے اتنی پذیرائی ملے گی۔

☆☆☆

''ٹیک اِٹ ایزی ہنی، آپ اس طرح کیوں ری ایکٹ کر رہی ہیں......!'' اسود نے ایک دفعہ پھر ہانیہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اشتعال میں آکر سارے کشن اور ہاتھ میں آنے والی ہر چیز اٹھا اٹھا کر دیوار پر ماری تھی۔ غیظ و غضب سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''اتنے سال تک میں اس ناگن کو دودھ پلاتی رہی اور مجھے پتا ہی نہیں چلا......'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ریموٹ بھی اٹھا کر سامنے والی دیوار پر مارا تھا۔ ریموٹ کے سیل نکل کر کارپٹ پر دور دور تک پھیل گئے۔ ہنی کا اضطراب کسی طور بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ڈیانا کٹ ہیئر اسٹائل بکھرا ہوا، آنکھیں سرخ اور پپوٹے سوجے ہوئے، وہ اس حلیے میں اس وقت اپنی عمر سے کافی بڑی لگ رہی تھیں لیکن آج

انہیں سب کچھ بھولا ہوا تھا یاد تھا تو صرف اتنا کہ شرزمہ انہیں بغیر بتائے اپنے تایا کے گھر شفٹ ہو چکی ہے۔

"دیکھو، میں نے اس کے لیے اپنی زندگی کے اتنے سال ضائع کیے اور اس نے اپنی ددھیال جاتے ہوئے مجھے بتانا تک مناسب نہیں سمجھا......" ہانیہ نے اشتعال بھرے انداز میں اب اپنا سیل فون بھی فلور کشن پر پھینکا۔ "بس وہاں پہنچ کر مجھے ٹیکسٹ کر دیا، تم ذرا اس کی حرکتیں دیکھو۔" وہ اب دونوں پاؤں اوپر کر کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"لیکن سوچنے کی بات ہے کہ اس کے اندر اتنی جرأت آئی کیسے؟" اسود نے بہت سنجیدگی سے ہانیہ کو دیکھا جو اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھیں۔

"بھاڑ میں جائے وہ اور اس کی جرأت......" ہانیہ بولی نہیں بلکہ پھنکاری تھیں۔ "مجھے نفرت محسوس ہو رہی ہے اس خودغرض لڑکی سے......"

"پھر بھی ہانیہ، کچھ پتا تو چلے......" اسود نے الجھن آمیز انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"میں نے آج اپنی زندگی کی کتاب میں سے اس کا نام نکال دیا ہے......" ہانیہ متنفر لہجے میں بولیں۔

"ٹیک اٹ ایزی ہانیہ، بی ریلیکس......" اسود اب اٹھ کر ان کے بالکل پاس آ گیا۔ اس نے اپنے گرم ہاتھوں میں ان کا سرد ہاتھ تھام کر اسے حدت بخشنے کی کوشش کی۔ ہانیہ کے اعصاب کچھ پرسکون ہوئے۔ وہ اب اپنا نچلا لب دانتوں سے چباتے ہوئے ضبط کی حدوں کو چھوتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

"آپ کے حق میں تو اچھا ہوا ناں، چلو ذمے داری ختم ہوئی......" اسود نے انہیں ریلیکس کرنے کے لیے مزید کہا۔

"ہوں......" انہوں نے بالکل بچگانہ انداز میں ہنکارا بھرا۔ اس وقت وہ بالکل ایسے بچے کی طرح دکھائی دے رہی تھیں جس کے ہاتھ سے اس کا پسندیدہ کھلونا چھین کر کسی اور کو دے دیا جائے۔

"میں نے کیا، کیا نہیں کیا اس کے لیے......" ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"پلیز ہنی اب رونا نہیں، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا......" اسود کی دھمکی میں چھپی محبت اور دھونس ہانیہ کے اعصاب کو فرحت کا احساس بخش رہی تھی۔

"لوگ اتنے خودغرض ہوتے ہیں، مجھے اندازہ نہیں تھا......" ہانیہ کا دکھ کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں اور شرزمہ کے انداز تو مجھے کچھ دنوں سے بہت عجیب سے لگ رہے تھے......" اسود کو بھی یاد آیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ کسی نے بہت اچھے طریقے سے اس کی برین واشنگ کی ہے......" اسود نے مزید کہا۔

"چلو ٹھیک ہے، اس نے اپنی برین واشنگ کی اور میں نے اپنے دل سے اس کا نام ہی واش کر دیا، حساب برابر ہو گیا۔" ہانیہ ایک دفعہ پھر جذباتی ہو گئیں۔ اسود نے تاسف بھری نگاہوں سے ان کی آنکھوں میں آئے ہوئے موٹے موٹے آنسو دیکھے جو باہر نکلنے کو بے تاب تھے۔

☆☆☆

"لگتا ہے کہ "اوپر" والوں نے تمہاری اچھی ٹیوننگ کر دی ہے جو تم مجھے ہی سب سے پہلے اگنور کر رہی ہو......" اس دن اسے لان میں دیکھ کر نویرہ فوراً ہی نیچے پہنچی اور جھٹ سے گلہ کر دیا۔

"نویرہ میں تمہیں ایسی لگتی ہوں بھلا......؟" شرزمہ نے الٹا اس سے گلہ کیا۔

"مجھے اب کسی سے کوئی توقع نہیں، جب ارسلان جیسا بندہ مجھ سے وعدے وعید کر کے مکر سکتا ہے تو باقی لوگوں سے میری شناسائی ہے ہی کتنے دنوں کی۔" وہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔

"تم تمام لوگوں کو ایک ہی ترازو میں تولنا چھوڑ کیوں نہیں دیتیں......؟" شرزمہ نے اسے غور سے

دیکھا جو چمپا کے پھولوں کی کیاری کے پاس کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے اور رنگت بھی زرد سی لگ رہی تھی۔

"کیا کروں؟ زندگی مجھے جو دے رہی ہے، وہ ہی لوٹا رہی ہوں......" وہ اب لان چیئر پر بیٹھ گئی۔

"لیکن تم بہرحال مجھے اس لائن میں کھڑا کر کے دیکھنا چھوڑ دو پلیز......" شرزمہ نے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے الجھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"پھر تم پچھلے تین دنوں سے نیچے کیوں نہیں آ رہی تھیں......" نویرہ کی آنکھوں سے ایک شکوہ چھلکا۔

"روی آنٹی کی وجہ سے......" شرزمہ نے اسے حیران کیا تبھی وہ برجستہ بولی۔

"روی خالہ نے تمہیں کیا کہا ہے......؟"

"وہ بیچاری مجھے کیا کہیں گی، ان کے ساتھ جتنا برا ہو چکا ہے، اب اس سے زیادہ کیا ہوگا لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ پاپا نے ان کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ویسے مجھے اتنا تو پتا تھا کہ پاپا کی کسی کزن سے ان کی زبردستی شادی ہو گئی تھی اور انہوں نے کافی عرصے تک ماما سے اس بات کو چھپائے رکھا اور جب ماما کو پتا چلا تو انہوں نے بہت ہنگامہ کھڑا کیا اور پاپا کو کبھی پاکستان نہیں جانے دیا لیکن مجھے اور شاید پاپا کو بھی یہ نہیں پتا تھا کہ پاپا کی کوئی اولاد بھی تھی پاکستان میں......"

"ہاں، ہو سکتا ہے کہ رضا چچا نے مصلحتاً نہ بتایا ہو......" نویرہ نے اپنا خیال ظاہر کیا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"پتا نہیں کون سی ایسی مصلحتیں تھیں، جو وہ دو شادیاں کرنے کے بعد بھی سکون کی زندگی نہیں گزار سکے......"

"بے حس انسان کا ضمیر تو اسے ملامت کرتا ہے......" نویرہ کی بات پر اس نے سر ہلایا۔

"یقین مانو، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میرے تایا کی بیٹی نکل سکتی ہو ورنہ......" شرزمہ نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"ورنہ تو تم نے تو میرے سائے سے بھی بدک جانا تھا کیونکہ تمہیں تو اپنے پاپا کی ساری فیملی سے چڑ تھی۔" نویرہ ہنس کر بولی۔

"ٹھیک کہتی ہو، اصل میں پاپا کی پہلی شادی کے حوالے سے ماما کو بہت سے تحفظات لاحق تھے۔ اس حوالے سے ہمارے ذہنوں میں بھی پاپا کی فیملی کا منفی امیج بن گیا تھا۔ حالانکہ پاپا انہیں بارہا باور کروا چکے تھے کہ اس شادی میں ان کی مرضی شامل نہیں تھی۔" شرزمہ کے ذہن کے پردے پر بہت سے لڑائی کے مناظر لہرائے۔

"حیرت ہے اور ہم سب یہی سمجھتے رہے کہ رضا چچا اپنی پسند کی شادی کر کے وہاں عیش کر رہے ہیں۔" نویرہ کا لہجہ کچھ ترش ہوا۔

"ہاں لیکن میں اب سوچتی ہوں کہ ان دونوں شادیوں میں زیادہ نقصان تو میرا اور انعم کا ہوا ناں......" وہ زبردستی مسکرائی۔

"ہوں...... کہتی تو تم ٹھیک ہو لیکن روی خالہ کو تمہاری آمد پر ایسا سرد رویہ نہیں اپنانا چاہیے، اس میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں۔" نویرہ نے صاف گوئی سے کہا۔

"ہمارا سب سے بڑا المیہ ہے کہ ہم اپنے بڑوں کی، کی گئی غلطیوں کی سزا ان کے چھوٹوں کو دینا شروع کر دیتے ہیں۔ دنیا میں پچاس فیصد لوگ ان گناہوں کی سزا پاتے ہیں جو انہوں نے کیے ہی نہیں ہوتے۔" وہ تھوڑا سا اداس ہوئی۔

"کیا روی خالہ نے تمہیں کچھ کہا ہے......؟" نویرہ نے جانچتی نگاہوں سے اس کا افسردہ چہرہ دوبارہ دیکھا۔

"ان بیچاری نے کیا کہنا ہے، میں خود ہی ان سے چھپتی پھر رہی ہوں......" شرزمہ نے صاف گوئی

سے جواب دیا۔

''اگر تم ایسا خود سے کر رہی ہو تو بہت غلط کر رہی ہو کیونکہ رومی خالہ تو بہت بے ضرر سی ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ تم ان کے پاس بیٹھو، ان کا دکھ بانٹو، میرے خیال میں اس گھر میں اگر کوئی تم سے سب سے زیادہ مخلص ہو سکتا ہے تو وہ رومی خالہ ہی ہیں......'' نویرہ کی بات پر وہ تھوڑا سا الجھی۔

''اس لیے کہ وہ واحد خاتون ہیں جو یہاں کسی کو بھی نیچا دکھانے کے گیم میں شامل نہیں۔ ان کا کسی سے کوئی مفاد وابستہ نہیں۔ وہ اگر تمہیں فائدہ نہ پہنچا سکیں تو نقصان بھی نہیں پہنچائیں گی۔'' نویرہ نے مزید بتایا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ اسے نویرہ کی باتوں میں سچائی محسوس ہوئی تھی۔

☆☆☆

''آپ کو پتا ہے کہ شرزمہ اپنی ددھیال کیوں گئی......؟'' اسود نے کسی گہری سوچ میں گم پروفیسر آفاق کو مخاطب کیا جو اس وقت ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ ان کی نگاہیں ٹی وی پر جبکہ دماغ کہیں اور تھا۔

''میں کیا، کہہ سکتا ہوں......'' انہوں نے بہت محتاط انداز اپنایا۔ ''یہ تم مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو......؟'' انہوں نے کھوجتے لہجے میں استفسار کیا۔

''پتا نہیں کیوں، مجھے لگا کہ شاید اس نے آپ سے کچھ شیئر کیا ہو......'' اسود نے بھی لفظوں کا چناؤ بہت سوچ سمجھ کر کیا ویسے بھی اس کی اپنے ماموں سے ایسی بے تکلفی نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے اور اس کے درمیان ایک فاصلہ رکھتے تھے۔

''ایسا تو کچھ معلوم نہیں لیکن شاید اس کے ذہن میں ہو کہ اس کی موجودگی میں ہانیہ اپنی زندگی کا کوئی فیصلہ نہ کر سکیں۔'' پروفیسر آفاق کی سنجیدگی میں اضافہ ہوا۔

''اگر اس نے یہی سوچ کر فیصلہ کیا تھا تو اسے کم از کم ہانیہ کو تو انفارم کرنا چاہیے تھا......'' اسود کے لہجے میں ناپسندیدگی کا عنصر غالب تھا۔ اسے شرزمہ کا یہ فیصلہ بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ پروفیسر آفاق نے اب اسے غور سے دیکھا جو خاصا الجھا الجھا سا دکھائی دے رہا تھا۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں اس سلسلے میں، یہ ان خالہ بھانجی کا پرسنل معاملہ ہے......'' انہوں نے خود کو بڑی صفائی سے سارے معاملے سے باہر نکالا۔

''ہانیہ بہت زیادہ اپ سیٹ ہیں۔ شرزمہ نے ان کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔'' اسود آج نہ جانے کیوں ان کے سامنے یہ ٹاپک کھول کر بیٹھ گیا تھا۔

''یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کس نے کس کے ساتھ اچھا یا برا کیا، ہم انسان کیا کہہ سکتے ہیں۔ یہ سارے معاملات انسانی فہم سے بالاتر ہیں......'' پروفیسر آفاق کے چہرے پر کسی سوچ کا تاثر نمایاں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ غائب دماغی سے بیٹھے ہوں۔

''آپ کو پتا ہے کہ شرزمہ، نویرہ ابراہیم کی فرسٹ کزن ہے......'' اسود کی بات پر پروفیسر آفاق کو ایسا لگا جیسے پورے گھر کی چھت ان کے سر پر آن گری ہو۔

''تمہیں کس نے کہا......؟'' وہ ایک دم بوکھلائے۔

''مجھے کس نے کہنا تھا، بس انکل فاروق سے ملا تھا، وہ ہی اسے وہاں چھوڑ کر آئے تھے۔'' اسود نے ایک اور انکشاف کیا۔ جبکہ پروفیسر آفاق صاحب کے چہرے پر جیسے زلزلے کے سے آثار تھے۔ دل میں لگتا تھا کہ کوئی آتش فشاں پھٹ گیا ہو جو ان کی ذات کو ذرّوں کی صورت بہائے لیے جا رہا ہو۔

''مجھے خود ایک دم دھچکا سا لگا تھا، مجھے اب جا کر پتا چلا کہ اس کے نقوش میں ایک مخصوص سی شباہت کیوں تھی......'' اسود کے منہ سے پھسلنے والے یہ الفاظ پروفیسر آفاق کو کسی کھائی میں دھکا دے رہے تھے۔

''وہ ابراہیم رندھاوا کی بھتیجی ہے......؟'' کے تھوڑا لے کر اُن کے دماغ میں پوری قوت کے ساتھ برس رہا تھا۔

''جی وہ ابراہیم رندھاوا کی بھتیجی اور جویریہ ابراہیم کی تایا زاد کزن ہے......'' اسود کی بات نے انہیں ایک دفعہ پھر اس جہنم میں دھکیلا، جس سے وہ کتنے سالوں سے نکل نہیں پا رہے تھے۔ ان کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ انہیں اب احساس ہوا تھا کہ اس کی عادتیں کیوں اس لڑکی سے اتنی ملتی ہیں۔

☆☆☆

''آپ مجھ سے خفا ہیں......؟'' وہ چائے کا کپ اٹھا کر بہت خاموشی سے رومی آنٹی کے پاس آن بیٹھیں جو انعم کو بڑی مشکلوں سے کھانا کھانے پر راضی کر رہی تھیں۔ اپنے کمرے میں ایک انجان چہرہ دیکھ کر انعم کچھ خوفزدہ ہوئی۔ حیرت تو رومیصہ کو بھی بہت ہوئی کیونکہ انعم کے کمرے میں کوئی بھی نہیں جھانکتا تھا۔

''نہیں......'' انہوں نے مختصر جواب دیا۔

''ادھر دیں آنٹی، میں اور انعم دونوں مل کر کھانا کھاتے ہیں......'' وہ بے تکلفی سے انعم کے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ جبکہ انعم اس کے اس طرح قریب آنے پر سہم سی گئی۔

''کوئی کام تھا مجھ سے......؟'' رومیصہ نے سپاٹ لہجے میں پوچھا تو وہ چونک گئی۔

''نہیں، میں تو انعم سے ملنے آئی ہوں......'' وہ بڑے آرام سے ان کے پاس آن کر بیٹھ گئی تھی۔ رومیصہ کے چہرے کے نقوش کچھ تن سے گئے۔

''انعم، میں تمہاری بہن ہوں شرزمہ......'' اس بات پر انعم چونکی اور تھوڑا سا خوفزدہ ہو کر پیچھے سرکی۔ ''ادھر آؤ، میرے پاس آ کر بیٹھو......'' اس نے محبت بھرے انداز میں کہا لیکن انعم نے ڈر کر چہرہ دوپٹے میں چھپا لیا۔

''یہ نئے لوگوں سے ڈر جاتی ہے، کسی سے نہیں ملتی۔'' رومیصہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''میں کسی نہیں، اس کی بہن ہوں......'' شرزمہ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا اور اٹھ کر انعم کے پاس پہنچی۔ انعم بدک کر اور پیچھے ہٹی۔

''اسے پریشان مت کرو، یہ ٹینس ہو جاتی ہے......'' رومیصہ کے لہجے میں اب کہ ناگواری تھی۔ جبکہ شرزمہ نے اپنی کوشش جاری رکھی۔ انعم کے چہرے سے خوف کے تاثرات کافی حد تک کم ہو گئے۔ وہ اب شرزمہ کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے پلیٹ میں اپنے اور اس کے لیے چاول نکالے اور بے تکلفی سے کھانے شروع کر دیے اور رومیصہ کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جب اس نے انعم کو بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں اب مزے سے کھانا کھا رہی تھیں۔ وہ بہت خاموشی سے اٹھ کر چلی گئیں، ایک گھنٹے کے بعد وہ آئیں تو اگلا منظر اور بھی زیادہ حیران کن تھا۔

انعم کارپٹ پر بے تکلفی سے بیٹھی ہوئی تھی اور شرزمہ اس کے بالوں کی فرنچ ٹیل بنا رہی تھی۔ انعم کے چہرے کے تاثرات سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس چیز سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔ اس نے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا شیشہ پکڑ رکھا تھا اور بار بار وہ اپنا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''دیکھیں آنٹی، انعم کو یہ ہیر اسٹائل کتنا سوٹ کر رہا ہے......'' انہیں دیکھتے ہی شرزمہ بے تکلفی سے ایسے بولی جیسے دونوں کے درمیان بڑے خوشگوار قسم کے تعلقات رہے ہوں۔

''یہ انعم کے سونے کا ٹائم ہے......'' انہوں نے بہت سنجیدگی سے وال کلاک دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا، میں انعم کے ساتھ سو جاؤں......؟'' اس نے تھوڑا جھجک کر فرمائش کی جو رومیصہ کے لیے بالکل قابل قبول نہیں تھی۔

''ہرگز نہیں......'' ان کے برجستہ انداز پر شرزمہ کا چہرہ ایک لمحے کو تاریک ہوا۔

''اٹس او کے......'' وہ کھڑی ہوتے ہوئے بمشکل مسکرائی اور ہاتھ میں پکڑا برش بیڈ کے کنارے پر رکھ دیا۔

''مت جاؤ......'' انعم نے اس کا دوپٹا پکڑ کر کھینچا۔ اس کے منہ سے نکلنے والے یہ دو الفاظ رومیصہ کے لیے ایک طرف تو بے انتہا خوشی اور دوسری جانب اتنے ہی دکھ کا باعث بنے تھے۔

''انعم تم اسے جانے دو، وہ صبح دوبارہ آ جائے گی......'' رومیصہ نے اسے بہلایا اور اس نے مشکوک نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھا جیسے ان کی بات کا یقین نہ آیا ہو۔

''ہاں ناں انعم، آئی پرامس میں صبح جلدی ہی آ جاؤں گی۔ پھر ہم دونوں مل کر ناشتا کریں گے......'' شرزمہ نے ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دی تو اس کے لبوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ دوڑی۔

''یہ انعم ایسی کیوں ہے یار......؟'' رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرتے ہوئے شرزمہ نے نویرہ سے پوچھا۔

''بس یار بچپن میں اس کے ساتھ حادثہ ہو گیا تھا......'' نویرہ کی بات پر وہ چونکی۔

''حادثہ...... کیسا حادثہ......؟''

''اصل میں جب انعم پانچ یا چھ سال کی تھی تو ایک رات شفق پھپھو امریکا سے آ رہی تھیں تو سب لوگ انہیں ائرپورٹ لینے گئے، کافی بارش ہو رہی تھی۔'' نویرہ نے اس دن کی تلخ یادوں کو یاد کیا۔ اس کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے۔

''چوکیدار کو پتا تھا کہ سب لوگ جا رہے ہیں ائرپورٹ، انعم سو رہی تھی اور اس لیے رومی خالہ نے اسے ساتھ لے جانا مناسب نہیں سمجھا۔'' نویرہ کی بات پر وہ چونکی۔

''پھر......؟''

''رومی خالہ نے جاتے ہوئے چوکیدار سے کہا کہ وہ اندر کا بھی دھیان رکھے لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ ہدایت انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔'' نویرہ چلتے چلتے رکی۔

''کیا مطلب......؟'' شرزمہ کو سمجھ نہیں آئی۔

''مطلب یہ کہ اس رات اس چوکیدار ظالم انسان کے اندر کا درندہ جاگ اٹھا۔ اس نے اس طوفانی بارش والی رات اس معصوم بچی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔'' نویرہ کا ایک، ایک لفظ گہرے دکھ کے احساس میں ڈوبا ہوا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ......'' شرزمہ نے جھرجھری سی لی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ انعم کی شخصیت کی توڑ پھوڑ کے پیچھے اتنی غلیظ کہانی چھپی ہوئی ہوگی۔

''بس وہ دن اور آج کا دن، انعم ہر مرد سے ڈرتی ہے، بارشوں سے اسے خوف آتا ہے، بادل گرجنے کی آواز اسے بے تحاشا خوفزدہ کر دیتی ہے۔ وہ گھر سے باہر نہیں جاتی اور آج تک مکمل طور پر اس خوف سے باہر نہیں نکل پائی۔'' نویرہ کی بات پر شرزمہ کے دل کو کچھ ہوا۔

''اف...... میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ انعم کے ساتھ بچپن میں ایسا ہوا ہوگا......'' شرزمہ فٹ پاتھ پر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں اس وقت اپنے گھر کے سامنے والی خالی سڑک پر چہل قدمی کر رہی تھیں۔

''زندگی میں اس سے بھی زیادہ خوفناک واقعات اور حادثے انسان کی قسمت میں ہو چکے ہوتے ہیں لیکن ہر انسان کو بس اپنا ہی دکھ بڑا لگتا ہے۔'' وہ سڑک کے پاس لگے پول کے نیچے کھڑی کسی اداس داستان کا ایک حصہ لگ رہی تھی۔

''اور شامی بھائی کا کیا مسئلہ ہے......؟'' شرزمہ آج اپنے ذہن کی ساری گتھیاں سلجھانا چاہتی تھی۔ اب وہ اندر لان میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔

''تم سے کسی نے ذکر کیا ہے کیا......؟'' نویرہ بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''نہیں ذکر تو نہیں کیا لیکن کچھ ادھورے جملے ... تھے لیکن مجھے اصل واقعے کا نہیں پتا تھا اس لیے ذہن الجھ گیا۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''ہاں عطیہ چچی اور دادو کر رہی ہوں گی، انہیں بہت شوق ہے ماضی کے زخموں کو کریدنے کا......'' نویرہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔ اس کی بات میں سچائی تھی اس لیے شرزمہ خاموش رہی۔

''اصل میں شامی بھائی پورے خاندان میں واحد ایسے شخص تھے جو میری ماما کو اپنے سسرالی رشتے داروں میں عزیز تھے۔ کچھ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ بڑی جیا آپی کو پسند کرتے تھے۔'' نویرہ نے ایک اور داستان کا پردہ ہٹایا۔

''جیا آپی...... لیکن میں نے تو انہیں نہیں دیکھا......'' شرزمہ حیران ہوئی کیونکہ اس نے نویرہ کے علاوہ صرف عبیرہ کو ہی دیکھا تھا جو اسے لفٹ کروانے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''وہ یہاں نہیں رہتیں......'' نویرہ کا لہجہ اداس ہوا۔

''اچھا، پھر کیا ہوا......؟'' شرزمہ کے ذہن میں کھد بد ہوئی۔

''بس ماما نے جیا آپی کی سخت ناپسندیدگی کے باوجود ان کی منگنی زبردستی شامی بھائی کے ساتھ کروا دی تھی حالانکہ پھپھو، دادو، کوئی بھی راضی نہیں تھا لیکن بابا بھائی اور ماما نے پوری فیملی کے سامنے اسٹینڈ لے لیا۔'' نویرہ کی آواز پست ہوئی۔ شرزمہ نے ... انداز میں اسے دیکھا جس کے چہرے پر ... پھیلتی جا رہی تھی۔

''جیا آپی اپنے کسی ٹیچر سے امپریس تھیں اور ... جذباتی اور انتہا پسند طبیعت کی مالک ...'' نویرہ کا لہجہ بھیگا۔ ''انہوں نے گھر میں ... کے لیے اسٹینڈ لے لیا، ماما یا پاپا کوئی بھی ... جاننا چاہتا تھا کہ وہ بندہ کون ہے جس کے لیے جیا ... سب کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئیں۔'' شرزمہ کو نویرہ کے لہجے میں عجیب سا تاسف محسوس ہوا۔

''ماما نے اس چیز کا علاج یہ نکالا کہ فوراً شامی بھائی کو ہنگامی بنیادوں پر بلایا اور شادی کی ڈیٹ فکس کر دی......'' نویرہ نے اپنی شال کو مضبوطی سے لپیٹتے ہوئے جواب دیا۔ فضا میں اچانک ہی خنکی کا اثر بڑھ گیا تھا۔

''پھر کیا ہوا......؟'' شرزمہ کو تجسس ہوا۔

''پھر کیا ہونا تھا، جیا آپی بھی ماما کی ہی بیٹی تھیں۔ ان کی طرح حسین، ذہین اور حد درجہ جذباتی...... وہ کسی اور کے ساتھ محبتوں کے جو وعدے کر چکی تھیں اس سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہیں تھیں، اسی لیے ان کے پاس ایک ہی حل تھا......'' نویرہ بولتے بولتے رکی۔

''کیا......؟'' شرزمہ کی سانس اٹکی۔

''موت......'' نویرہ نے گویا سرگوشی کی تھی۔ شرزمہ کو بات سنتے سنتے جھٹکا سا لگا۔

''واٹ......؟'' اس نے بے یقینی سے نویرہ کا اداس چہرہ دیکھا۔

''انہوں نے اپنی مہندی والی رات جب سارا خاندان اکٹھا تھا، بے شمار سلیپنگ پلز کھائیں اور ہمیشہ کے لیے سو گئیں......'' نویرہ کی آنکھوں سے آنسو نکلے اور شرزمہ منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس نے اپنی پوری آنکھیں کھول کر اس طرح تعجب سے نویرہ کا چہرہ دیکھا جیسے وہ کسی فلم کی داستان سنا رہی ہو۔

''ان کا خیال تھا کہ اس واقعے کے بعد ماما اپنا رویہ ٹھیک کر لیں گی اور میری اور عابی کی زندگی آسان ہو جائے گی لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ فطرت کو بدلنا آسان کام نہیں ہوتا۔ ماما نے آج تک انہیں معاف نہیں کیا، انہیں اپنی بیٹی کی موت سے زیادہ اپنی جگ ہنسائی کا دکھ نہیں بھولتا۔'' نویرہ کے چہرے پر پھیلی تلخی کو وہ اس ملگجے اندھیرے میں بھی بڑی آسانی سے پڑھ سکتی تھی۔

"آخر کون تھا وہ شخص، جس کے لیے وہ اس انتہا تک چلی گئیں......؟" شرزمہ نے تعجب سے پوچھا۔

"پروفیسر آفاق......" نویرہ نے اس کے سر پر بم ہی تو گرایا تھا۔

"پروفیسر آفاق...؟" شرزمہ بولی نہیں بلکہ چیخی تھی۔ اس کی آواز سنسان رات میں دور دور تک پھیلتی گئی۔ اسے لگا جیسے .. آواز کی بازگشت دوبارہ اس کی سماعتوں سے آ آ کر ٹکرا رہی ہو۔

اس نام نے اس کے ذہن میں ایک بھونچال برپا کر دیا تھا۔

"ہاں پروفیسر آفاق، اور گھر میں یہ بات میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا، ورنہ مجھے انہی کے ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمیشن لینے کی اجازت نہ ملتی۔" نویرہ کا لہجہ تلخی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا......؟" شرزمہ نے بے تابی سے پوچھا۔

"میں نے جیا آپی کی ڈائری میں رکھی ان کی تصویریں دیکھی تھیں۔" وہ اداس ہوئی۔

"کیا پروفیسر آفاق کو پتا ہے کہ تم جیا آپی کی بہن ہو......؟" شرزمہ حیران ہوئی۔

"پہلے پتا نہیں تھا لیکن اب پتا چل گیا ہے...... لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ اس میں ان کا کیا قصور تھا، وہ خواہ مخواہ جیا آپی کی جذباتیت کے پیچھے اپنی ساری زندگی داؤ پر لگا گئے، زندگی کی خوشیوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا، حالانکہ اتنے ینگ اور ہینڈسم ہیں......" نویرہ گھاس کے تنکوں سے کھیلتے ہوئے بولی تھی۔ شرزمہ کے پاس اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

☆☆☆

"آپ نے جیا آپی کو مرنے کیوں دیا......؟"

وہ اگلے دن ان کے آفس میں تھی۔ وہ جو فیکلٹی کی کسی میٹنگ میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ اتنے دن بعد شرزمہ کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران بھی پائے تھے کہ شرزمہ کے سوال نے انہیں بوکھلا

"کیا کہہ رہی ہیں آپ......؟" سماعتوں پر شک ہوا۔

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ آپ نے جیا مرنے کیوں دیا......؟" شرزمہ نے اپنے دوبارہ سے دُہرا دیے۔

"کاش کہ میرے بس میں ہوتا تو میں وقت پہیا الٹا چلا دیتا، اپنی زندگی کی کہانی کو اسی دن ریورس کر کے چلاتا، جس دن اس نے بالکل کے اسٹائل میں کہنی میری میز پر ٹکا کر کہا تھا کہ مجھے اچھے لگتے ہیں۔" ان کی بات پر شرزمہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"اس کی بھوری آنکھوں میں بھی بالکل آنکھوں کی طرح اس وقت ستارے دمکتے تھے وہ بے تحاشا خوش ہوتی تھی۔" شرزمہ کو لگا جیسے میں بول رہے ہوں۔

"مجھے پتا نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ میرے "الجھت" کو سجانے کے خواب دیکھتی انجان منزلوں کی مسافر بن جائے گی۔" وہ بوجھل انداز کے ساتھ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے شرزمہ نے بہت ہی عجیب نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"آپ نے اس اسٹیج پر انہیں جانے ہی کیوں دیا۔ آپ ان کے ساتھ کورٹ میرج کر لیتے..." شرزمہ نے انتہائی بچگانہ انداز میں کہا۔ وہ ساری رات سو نہیں پائی تھی۔ نویرہ نے اسے جیا آپی کی تصاویر دکھائیں تو اسے اندازہ ہوا کہ اس کی شکل کافی حد تک ان سے مشابہت رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے پروفیسر آفاق اور اسود اسے دیکھ کر بار بار چونکتے تھے۔

"میں اس سے دنیا کی ہر جگہ پر میرج کرنے کو تیار تھا لیکن وہ اپنے والدین کی رضامندی کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانا نہیں چاہتی تھی۔" ان کا

صفائی پر شرزمہ کی آنکھوں سے بدگمانی کے رنگ کچھ ہلکے ہوئے۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یہ انتہائی قدم بھی اٹھا سکتی ہے۔ وہ خود تو چلی گئی لیکن مجھے جیتے جیتے مار گئی......" پروفیسر آفاق کا لہجہ شرزمہ کو کچھ بھیگتا ہوا محسوس ہوا۔

"وہ بالکل آپ کے جیسی تھی، تتلیوں، جگنوؤں، بارشوں اور فطری مناظر کی دیوانی، اس کی زندگی میں سارے ہی رنگ شدت پسندی کے حامل تھے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا ناں کہ اسے مجھ سے محبت ہوئی اور اس نے اگلے ہی دن مجھ سے اظہار کر دیا۔ اس کی مختصری محبت ہی اب میری زندگی کا کل اثاثہ ہے......" پروفیسر آفاق اپنے حصے کا بوجھ اس کے اعصاب پر لاد کر اب کچھ مطمئن تھے۔

"آپ کو پتا تھا کہ نویرہ، جیا آپی کی بہن ہے......؟" اسے اچانک یاد آیا۔

"ہوں پتا تھا......" انہوں نے مختصراً جواب دیا۔ "لیکن کافی عرصے کے بعد پتا چلا تھا۔" انہوں نے مزید بتایا۔

"آپ کبھی انکل ابراہیم یا آنٹی الماس سے ملے ہیں......؟"

"نہیں، اس کا موقع ہی نہیں ملا......" ان کے چہرے پر ایک حُزن آمیز مسکراہٹ پھیلی۔ "جویریہ کے جنازے میں بس دور ہی سے دیکھا تھا ابراہیم صاحب کو۔"

"آپ کو جیا آپی کی ڈیتھ کی خبر کس نے دی تھی......؟" شرزمہ کی تسلی ہی نہیں ہو پا رہی تھی۔

"اس کی ایک قریبی دوست نے اطلاع دی تھی۔ اس دن مجھے ایسا لگا جیسے قیامت کا شاید یہی دن مقرر ہے۔ آج بھی میری سماعتوں میں سیسہ سا پگھلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔" ان کی آنکھیں ایک دم سرخ ہوئیں۔ شرزمہ کو لگا جیسے کوئی خون کی ندی بس بہنے کو تیار ہو۔ وہ نظریں چرا کر بات بدلنے کی غرض سے بولی۔

"ہنی کا کیا حال ہے......؟"

"ویسا ہی حال ہے جیسا کہ ہونا چاہیے، انہیں لگتا تھا کہ شاید شرزمہ حسن نام کی لڑکی ان کی لاٹھی پکڑے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتی۔ آپ نے تو ایک قدم نہیں بلکہ مکمل بھاگ کر انہیں دکھا دیا۔" پروفیسر صاحب کا لہجہ عجیب سا ہوا۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ شاکڈ ہیں......" شرزمہ نے اندازہ لگایا۔

"وہ شاکڈ ہیں نہیں بلکہ تھیں۔ آپ کو شاید پتا نہیں کہ جن لوگوں میں "وٹامن میں" کی زیادتی ہو، وہ زیادہ دیر تک کسی کو اپنے حواسوں پر سوار نہیں کرتے......" انہوں نے صاف گوئی سے کہا تو ایک افسردہ سی مسکراہٹ شرزمہ کے چہرے پر دوڑ گئی۔

"انہیں آج کل آپ سے زیادہ اس چیز کی ٹینشن ہے کہ اسود کی ممی کو کس طرح امپریس کرنا ہے......" انہوں نے ایک اور انکشاف کیا۔

"کیا اسود نے اپنی ماما سے ان کے لیے بات کر لی ہے......؟" شرزمہ نے بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں کی تو ہے مگر......" انہوں نے بات ادھوری چھوڑی۔

"کیا مگر......؟" شرزمہ نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"آپی کو ہانیہ کی ایج پر اعتراض ہے۔ اس لیے وہ مان نہیں رہیں، دیکھو کیا بنتا ہے......" پروفیسر آفاق نے مختصراً بتایا۔

"اب ایج ڈیفرنس اتنا زیادہ بھی نہیں، ویسے بھی جہاں آپ کی انڈر اسٹینڈنگ ہو، وہاں یہ چیزیں معنی نہیں رکھتیں......" شرزمہ نے لاشعوری طور پر ہانی کی طرف داری کی۔

"اچھا تو آپ چاہتی ہیں کہ دونوں کی شادی ہو جائے......" انہوں نے پہلی دفعہ اس معاملے میں دلچسپی دکھائی۔

"مجھے تو اس میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں ہوتا......" شرزمہ نے کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر سادگی سے کہا۔

"کیا آپ کو فرق نہیں پڑتا، انہوں نے اتنی آپ کے خلاف باتیں کیں، آپ کے کردار پر انگلی اٹھائی؟" پروفیسر آفاق حیرانی سے بولے۔

"پہلے پہل تکلیف ہوئی تھی لیکن پھر میں نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا۔ مجھے اب اُن سے کوئی گلہ نہیں......" شرزمہ کی سادگی پروفیسر آفاق کے لیے اچنبھے کا باعث بنی۔

"آپ بہت حیران کن ہیں شرزمہ......" انہوں نے کھلے دل سے اعتراف کیا تو وہ مسکرا دی۔

☆☆☆

"آپ جب مسکراتی ہیں تو آپ کے گالوں پر بھی ایسا ہی ڈمپل بنتا ہے جیسا......" شامی نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ شرزمہ بے ساختہ بولی۔

"جیسا کہ جیا آپی کے......" اس کی بات پر ایک واضح تاریک سایہ احتشام کے چہرے پر دوڑا۔ شامی کی پیشانی کا بل گہرا ہوا۔

"جی نہیں، میں انعم کی بات کر رہا تھا۔" اس کی صحیح پر شرزمہ ایک دم شرمندہ ہوئی۔

"آئی ایم سوری، اصل میں سب کہتے ہیں کہ میری شکل ان سے ملتی ہے تو میں سمجھی کہ آپ بھی یہی کہیں گے......" اس نے سر جھکا کر خفت زدہ لہجے میں کہا۔

"کچھ کچھ مشابہت تو آتی ہے، خاص طور پر آنکھوں کا رنگ اور ستواں ناک......" احتشام نے بڑے غور سے اسے دیکھ کر کہا۔ وہ گڑبڑا سی گئی۔ دونوں اس وقت ٹیرس پر بیٹھے تھے۔ جہاں ارجمند خاتون نے آبنوسی لکڑی کا ایک بڑا سا جھولا

بنوا کر رکھا ہوا تھا۔ وہ جھولے میں اور احتشام اپنا لیپ ٹاپ گود میں لیے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔

"شامی بھائی ایک بات پوچھوں......؟" اس کے چہرے پر پھیلے تذبذب کے آثار شامی کے لیے حیرت کا باعث بنے۔

"آپ کیا ابھی تک جیا آپی سے خفا ہیں......؟" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سوال کر لیا جو کافی دنوں سے اس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔

"میں جیا سے کبھی ناراض نہیں تھا، نہ پہلے اور نہ اب......" شامی نے اسے مزید تعجب میں مبتلا کیا۔

"مجھے جتنے بھی گلے اور شکوے تھے سب کے سب الماس ممانی سے تھے۔ انہوں نے مجھ سے غلط بیانی کی اور آخری لمحے تک لاعلم رکھا۔ اگر مجھے ذرا بھی بھنک پڑ جاتی تو وہ سب کچھ نہ ہوتا جو اَب تک ہو چکا ہے۔" انہوں نے بہت کھل کر اپنا موقف بیان کیا۔

"ہاں جو بھی ہوا، وہ بہت غلط ہوا، اور جو اَب ہونے جا رہا ہے وہ اس سے بھی زیادہ غلط......" وہ اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے شامی کو کسی الجھن کا شکار لگی۔

"کیا مطلب......؟"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں جیا آپی والی کہانی دوبارہ نہ دُہرائی جائے......" شرزمہ کو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ اس نے ارجمند وِلا میں آنے کے بعد زیادہ بولنا شروع کر دیا ہے۔

"مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آئی، آپ پلیز کھل کر کہیں......" شامی کی ساری توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی۔

"نویرہ بھی تو جیا آپی ہی کی بہن ہے اور ارسلان نے اس کے ساتھ کمٹمنٹ کر رکھی تھی کہیں......" شرزمہ نے دانستہ بات ادھوری چھوڑی۔

"دیکھیں شرزمہ، میں سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ گھریلو سیاست کی جڑیں بہت گہری ہیں......" شامی نے

اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

''اٹس' او کے شامی بھائی! لیکن یہ یاد رکھیے گا کہ آج اسی ٹیرس پر بیٹھ کر میں نے آپ کو خبردار کیا تھا، کل کو کم از کم آپ میرے سامنے مت کہیے گا کہ کاش مجھے بھنک بھی پڑ جاتی تو میں ایسا ہونے نہ دیتا۔''

شرزمہ نے بڑی مہارت سے گینداس کے کورٹ میں پھینکی اور وہاں سے اٹھ کر نیچے آگئی۔ نیچے شاید آج کوئی تفصیلی صفائی کا پروگرام تھا جو ایک گرد کا طوفان آیا ہوا تھا۔ شرزمہ کی ناک میں خارش شروع ہوئی اور ساتھ ہی چھینکوں کا طوفان آگیا۔

''اوہ مائی گاڈ......'' وہ سامنے کچن کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئی اور واش بیسن کے سامنے کھڑے ہو کر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔ جیسے ہی مڑی سامنے ہی روی آنٹی کو دیکھ کر سٹپٹا سی گئی۔

''آئی ایم سوری مجھے ڈسٹ الرجی ہے، ہلکی سی گرد سے برا حال ہو جاتا ہے......'' اس نے بوکھلا کر صفائی دی۔ رومیصہ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوئی۔

''رضا کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا......'' ساس پین میں پانی ڈالتے ہوئے وہ روانی میں بولیں۔ شرزمہ چونک گئی آج پہلی دفعہ انہوں نے شرزمہ کے سامنے ایسی بات کی تھی۔

''ہاں پاپا کا تو مجھ سے بھی زیادہ برا حال ہو جاتا تھا اس لیے ہم ایسے پروگرام اس دن رکھتے تھے جس دن پاپا کا اسٹور سے دیر سے آنے کا پروگرام ہوتا تھا۔'' شرزمہ نے بے تکلفی سے بتایا

''چائے پیو گی......؟'' انہوں نے مڑ کر اس سے پوچھا۔

''مجھے چائے اچھی نہیں لگتی، میں کافی زیادہ شوق سے پیتی ہوں......'' اس کی بات پر رومیصہ کا ہاتھ کانپا، انہوں نے فوراً ساس پین چولھے پر رکھا اور خود کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''آنٹی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے......؟''

شرزمہ نے فکرمندی سے انہیں دیکھا۔ ان کا چہرہ زرد اور ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں تھیں۔

''ہاں ٹھیک ہوں......'' انہوں نے خود کو سنبھالا۔ ''تم نے آج صبح سے نیچے چکر ہی نہیں لگایا، انعم تمہیں یاد کر رہی تھی......'' ان کی بات پر اسے بڑی خوشگوار حیرت ہوئی۔

''میں بس اوپر تھوڑا بزی تھی، کہاں ہے انعم......؟''

''اپنے کمرے میں ہی ہے......'' انہوں نے کافی پاؤڈر کیبنٹ سے نکالتے ہوئے اسے اطلاع دی۔ ''ذرا ٹھہرو، اپنا کافی کا کپ لے کر جانا......'' انہوں نے اسے پیچھے سے پکارا۔ وہ رک گئی۔

''آنٹی، یہ انعم کی شکل کتنی پاپا سے ملتی ہے ناں......'' وہ ان کے پیچھے آن کر بولی۔

''تمہاری بھی تو ملتی ہے......'' انہوں نے سادہ سے لہجے میں جواب دیا۔

''نہیں، میری جیا آپی اور اپنی ماما کے اوپر ہے......'' اس نے وضاحت دی۔ رومیصہ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''شرزمہ......'' انہوں نے بے اختیار ہی اسے پکارا۔

''آؤ میرے ساتھ رضا کی باتیں کرو، میرے اندر بہت سالوں سے جمی سوچوں کو پھپھوند لگتی جا رہی ہے......'' وہ بہ مشکل بولی تھیں لیکن شرزمہ ان کی اس عجیب و غریب فرمائش کو سن کر ہکا بکا رہ گئی۔ وہ بالکل بھی توقع نہیں کر سکتی تھی کہ رومیصہ آنٹی اس سے اس قسم کی بات کر سکتی ہیں۔ اس لیے وہ کافی دیر تک بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

''اتنی گرمی میں دھوپ میں بیٹھی ہوئی کیا کر رہی ہو......؟'' ارسلان جو ابھی ابھی باہر سے آیا تھا نویرہ کو لان میں بیٹھے دیکھ کر نہ جانے کیوں ادھر آ گیا، شاید رات کو شامی کی برین واشنگ کا بھی کچھ اثر تھا۔ ان کے چہرے پر وہی مخصوص نرمی کی جھلک تھی۔

''اپنا مقبرہ ڈیزائن کر رہی ہوں......'' اس نے ڈائری پر الٹی سیدھی لکیریں ڈالتے ہوئے اسے جواب بھی بڑا الٹا ہی دیا تھا۔ اس کے جواب پر ارسلان نے اپنے اندر سے اٹھتی غصے کی ایک بے ساختہ لہر کو بڑی مشکلوں سے دبایا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا......؟ اٹھو، اتنی گرمی میں دھوپ میں بیٹھی ہو......'' اس نے ناگواری سے کہا۔

''تم سے مطلب......؟'' نویرہ نے یہ الفاظ منہ سے بولے نہیں تھے لیکن اس کی آنکھیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں۔ ارسلان نے اس کے بے ساختہ شکوے پر دانستہ اپنی نظریں چرائیں۔

''میں کوئی برف کی ڈلی نہیں ہوں، جو ذرا سی دھوپ سے پگھل جاؤں۔'' نویرہ کے ہر انداز سے خفگی نمایاں تھی۔

''تم اٹھتی ہو کہ میں لگاؤں ایک......'' ارسلان نے غصے میں اس کا بازو پکڑا، اگلے ہی لمحے اسے جھٹکا سا لگا۔ ''تمہیں بخار ہے کیا......؟'' نویرہ کے جسم کی حرارت اور سرخ آنکھوں نے اس کی تصدیق کی تھی۔

''میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں...... تمہیں بخار ہے کیا......؟'' اس کے لہجے میں جھلکتی فکرمندی نویرہ کی آنکھوں کو نم کر گئی۔

''نہیں......'' اس نے سر جھکا کر صاف انکار کیا۔

''یہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولنے کب سے شروع کر دیے ہیں......؟'' بہت عرصے بعد وہ اپنے انداز میں گویا ہوا تو نویرہ کا دل بغاوت پر مچلا۔

''تو جب سے تم نے مجھے اپنے گھر والوں کی نظروں سے دیکھنا شروع کیا ہے۔'' اس کے منہ سے شکوہ پھسلا۔ ارسلان خاموش رہا۔

''تم لوگ جس دن مجھے صرف الماس ابراہیم کی اولاد سمجھنا چھوڑ دو گے اور تمہیں یہ احساس ہو گا کہ میری اور عابی کی رگوں میں ابراہیم رندھاوا کا بھی خون دوڑتا ہے، بس اسی دن تم لوگ ہمیں بھی مارجن دینا شروع کر دو گے......'' اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے دیا۔ اس کے ہر انداز سے عیاں تھا کہ وہ آج اپنی مخصوص ضد اور ہٹ دھرمی پر اتری ہوئی ہے۔ ارسلان کچھ دیر تو اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد تھک ہار کر اوپر چل دیا۔

''شرزمہ، پلیز اپنی اس پاگل دوست کو دیکھیے گا، وہ ٹمپریچر کے باوجود لان میں اتنی دھوپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔'' ارسلان اسے سیڑھیوں پر ملا تو کچھ جھجک کر بولا۔

''بھئی جس کی محبت نے اسے پاگل کر رکھا ہے جب اس کی بات اسے سمجھ نہیں آ رہی تو میں کس کھیت کی مولی ہوں۔'' شرزمہ نے بھی اس سے صاف، صاف بات کرنے کی ٹھانی۔

''آپ اس کی دوست ہیں، آپ کی بات وہ سمجھ جائے گی......'' ارسلان خفت زدہ لہجے میں گویا ہوا۔

''میں تو صرف دوست ہوں، آپ نے تو اسے انگلی پکڑ کر بہت سارے خواب دکھائے تھے......'' شرزمہ نے بھی موقع ہاتھ سے نہیں گنوایا۔

''میں کیا کروں، مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا، میں الماس آنٹی اور اپنی امی کی سیاست میں پس کر رہ گیا ہوں۔'' وہ حقیقتاً پریشان تھا۔

''آپ صرف وہ کریں، جو آپ کا اور نویرہ کا دل کرتا ہے، رہی بات ان دونوں خواتین کی تو۔ ان کی ساری زندگی تو ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں گزر گئی اور باقی بھی ایسے ہی گزر جائے گی۔'' شرزمہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے اتنا بولنا کہاں سے آ گیا۔

''میری امی کبھی نویرہ کو قبول نہیں کریں گی......'' اس نے بے بسی کے اظہار کے لیے دیوار سے ٹیک لگائی۔

''میں نے اپنی زندگی میں پہلا فورسز کا بندہ

دیکھا ہے۔ جس میں فیصلہ کر کے اس پر ڈٹ جانے کی قوت نہیں......'' شرزمہ نے اس کا مذاق اڑایا، توہین کے گہرے احساس کے تحت ارسلان کا چہرہ سرخ ہوا۔

''ایسی کوئی بات نہیں، میں صرف نوریہ کو مستقبل کی بے تحاشا پریشانیوں سے بچانا چاہتا ہوں۔'' اس نے اپنا دفاع کرنے کی کمزوری کوشش کی۔

''کیسے مرد ہیں آپ، جو حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس سے فرار حاصل کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ آپ اسے اپنے ساتھ ہر پوسٹنگ پر رکھ سکتے ہیں، جہاں تک بات گھر کی خواتین کی ہے تو وہ کب تک اپنی فضول اور چیپ قسم کی سیاست سے آپ کی زندگیوں کو تنگ کریں گی؟'' شرزمہ بڑی بہادری سے نوریہ کا مقدمہ لڑ رہی تھی۔ اس کی باتوں نے ارسلان کو کم از کم ایک دفعہ ضرور سوچنے پر مجبور کیا تھا۔

☆☆☆

''جب زندگی میں ہر طرف گھٹن یا حبس کا احساس ہو تو اپنے ذہن میں رکھنا کہ ''الجنت'' کے دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے ہیں......'' پروفیسر آفاق کی طرف سے ملنے والے اس ٹیکسٹ نے شرزمہ کی آدھی رات کی نیند اڑا دی تھی۔

''الجنت کے دروازے تو آپ بہت سال پہلے بند کر چکے ہیں......'' وہ اپنا سیل فون اٹھا کر ننگے پاؤں ٹیرس کی طرف چلی آئی۔ اس کا جوابی ٹیکس ہواؤں کے دوش پر پروفیسر آفاق کو موصول ہوا وہ خود بھی اس وقت اماوس کے چاند کو دیکھتے ہوئے خاصے افسردہ تھے۔

''بعض لوگوں کی آمد دروازوں یا کھڑکیوں کی محتاج نہیں ہوتی، وہ آندھی کی طرح آتے ہیں اور ہر طرف چھا جاتے ہیں......'' دوسری جانب سے فوراً ہی اگلا ٹیکسٹ آیا۔

''ہم جیسے لوگ تو طوفاں کی زد میں آئے ہوئے کسی تنکے کے مانند ہیں جنہیں ہوائیں جہاں چاہیں، اڑا کر لے جاتی ہیں۔ ہمارا اپنا کوئی دوش نہیں۔'' وہ اداس ہوئی۔

''بعض لوگ، جو دیکھنے میں کسی تنکے کی طرح لگتے ہیں لیکن ان کے اندر دوسروں کی زندگیوں کو ہلانے کی چٹانوں سے زیادہ قوت ہوتی ہے۔'' پروفیسر صاحب نے فوراً ہی جواب دیا۔

''ہم کہاں اور ہماری بساط کہاں......'' اس نے تیرگی پر نگاہیں جماتے ہوئے سیل پر تیزی سے لکھا۔

''میں زندگی کی اداس وسعتوں میں الجھ کر رہ گیا ہوں
میرے لہو میں سٹے جانے کی ایک خواہش سی اگ رہی ہے''

انہوں نے کسی نظم کے دو مصرعے شرزمہ کو لکھ بھیجے۔ اتنے کھلے اظہار پر شرزمہ کے دل کی دھڑکنیں بے تاب ہوئیں۔ اس کے پاس ان کی اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''کیا ہوا شرزمہ......؟ کیا آپ کو نیند نہیں آ رہی......؟'' شامی بڑی خاموشی سے اس کے پاس سیڑھیوں پر آن بیٹھا۔

''ہوں......'' اس نے آہستگی سے سر ہلایا۔

''کیا سوچا ہے، آپ نے زندگی کے بارے میں......'' وہ بہت سنجیدگی سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

''پتا نہیں، میں نے عرصہ ہوا زندگی کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے۔'' اس نے سادگی سے جواب دیا۔ وہ خود بھی اب آسمان پر موجود تنہا چاند کو دیکھتے ہوئے اداس ہوئی۔

''وہ کیوں......؟'' شامی نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے معلوم ہے کہ انسان تقدیر کے ہاتھوں بے بس ہے، پھر کیا فائدہ خود کو کسی ذہنی مشقت میں ڈالنے کا......'' وہ حد درجہ مایوسی اور قنوطیت کا شکار تھی۔

''یہ کیا بات ہوئی، آپ خود تو دوسروں کو بڑے بہادری کے سبق دیتی ہیں لیکن خود بغیر لڑے ہتھیار ڈال چکی ہیں۔'' شامی کو یہ گھنی پلکوں والی گڑیا نہ جانے کیوں اچھی لگ رہی تھی۔

''میں نے ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ چیزوں کو اسی انداز میں قبول کیا ہے جس انداز سے وہ رونما ہو رہی ہیں، یہ کمزوری کی نہیں بلکہ بہادری کی علامت ہے۔'' شامی اس کی دلیل پر مسکرایا۔

''میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ میں کبھی اس گھر میں آؤں گی، مجھے پاپا کی ساری فیملی سے نہ جانے کیوں چڑ تھی، حالانکہ پاپا کی ڈیتھ کے بعد انکل ابراہیم بار بار سلو نا آئے، مجھے ڈھونڈنے اور ملنے کی کوشش کی لیکن میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا کہ مجھے یہاں ہی آنا ہوگا۔'' وہ کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔

''اور اگر آپ کو اسی خاندان کے ساتھ ساری زندگی رہنا پڑ جائے تو......؟'' شامی نے بہت گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ایک بہت عجیب سا سوال کیا۔

''نہیں، مجھے یہاں نہیں رہنا......'' اس کا دوٹوک انداز اس دفعہ شامی کو حیران کر گیا۔

''یہاں نہ سہی، امریکا سہی......'' اس دفعہ اس نے کھل کر اشارہ دیا۔ شرزمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں اسے ایک نئی داستان سنا رہی تھیں۔

☆☆☆

''آپ اتنی زیادہ ظالم کیوں بن رہی ہیں، ایک دفعہ اس کا پتا تو کریں......'' اسود اس دن جناح سپر میں ہانیہ کے ساتھ موجود تھا۔ جو اپنے بوتیک کے کاموں کے سلسلے میں اسے ساتھ ساتھ لیے پھر رہی تھیں۔ پھر کاموں سے فراغت پا کر آئس کریم کھاتے ہوئے اسود نے اچانک ہی ہانیہ سے کہا تو وہ چونک گئیں۔

''کس کی بات کر رہے ہو تم، شرزمہ کی......؟'' ہانیہ کے چہرے پر ناگواری کا سایہ لہرایا۔

''ظاہر ہے، آپ کے پاس ریلیشنز کے نام پر ایک ہی تو رشتہ ہے، اسی کی بات کر رہا ہوں......'' اسود نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

''آئی ایم سوری، مجھے اس میں اب کوئی انٹرسٹ نہیں، وہ خود غرض ماں کی خود غرض بیٹی ہے......'' ہانیہ نہ جانے کیوں اس سے حد درجہ بدظن تھیں۔

''کیا مطلب ہے آپ کا......؟'' آئس کریم کھاتے ہوئے اسود چونکا، وہ دونوں گاڑی کی ڈگی سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ اس کی بات پر ہانیہ ایک دم ہڑبڑائیں۔

''کچھ نہیں یار، اس کی والدہ یعنی میری بہن صاحبہ اپنی ذاتی زندگی میں کافی خود غرض واقع ہوئی تھیں۔ ڈیڈی کا سارا بزنس میں نے سنبھال رکھا تھا اور انہیں لگتا تھا کہ میری شادی کی صورت میں سب کچھ ہاتھ سے نکل جائے گا، اس لیے انہوں نے میری شادی کے حوالے سے کبھی سیریس ہو کر سوچا ہی نہیں۔'' ہانیہ نے آج بہت ہی عجیب بات کر کے اسود کو دوبارہ چونکا دیا۔

''لیکن آپ تو خود اچھی خاصی خود مختار زندگی گزار رہی تھیں......'' اسود نے اسے یاد دلایا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

''بعض دفعہ آپ کے پر کاٹ کر آپ کو قوتِ پرواز کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ ایسا پرندہ اپنے پنجرے کی دیواروں سے سر ٹکرانے کے علاوہ کر ہی کیا سکتا ہے۔'' ہانیہ نے ہاتھ میں پکڑا خالی آئس کریم کا کپ ڈسٹ بن میں اچھالا۔

''آپ کی زندگی تو واقعی بہت قابلِ رحم تھی......'' اسود کو اپنے سامنے کھڑی لڑکی سے گہری ہمدردی محسوس ہوئی۔

''اب تم دیکھو کہ شیری کے لیے میں نے کیا نہیں کیا، اس کے والدین کو تو لڑائی جھگڑوں سے فرصت نہیں ملتی تھی، وہ تو اسے پیدا کر کے بھول گئے

تھے، میں نے انگلی پکڑ کر اسے چلنا سکھایا، اس نے اپنی زندگی کا پہلا لفظ ''ہنی'' سیکھا، اور اسی ہنی کے ساتھ دیکھو، اس نے کیا کیا.....'' ہانیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''اس کو پتا ہوگا کہ آخر ہنی اس کے لیے کر ہی کیا سکتی ہے، اس نے ہر لحاظ سے اپنا فائدہ دیکھا اور اسی لیے اپنی ددھیال چلی گئی، ماں اور باپ دونوں کی ہی جائداد کی اکلوتی وارث اور میرے حصے میں کیا آیا.....؟'' ہنی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی پھسلتے ہوئے ان کے لبوں تک پہنچ گئی۔

''ہانیہ، ٹینشن کیوں لیتی ہیں، میں ہوں ناں.....'' اسود نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''لیکن تمہاری ماما.....؟'' ہانیہ کے منہ سے پھسلا۔

''بس یار دعا کرو کہ ماما مان جائیں، میں ان کی رضا مندی کے بغیر اپنی زندگی کا فیصلہ نہیں کرنا چاہتا.....'' اسود نے پریشانی سے کہا۔

''اس سلسلے میں، بتاؤ میں کیا کرسکتی ہوں، انہیں تمہارے گھر کے اوپر والے پورشن میں میرے اکیلے رہنے پر اعتراض تھا۔ میں ہاسٹل میں شفٹ ہوگئی۔ انہیں میرا بزنس کرنا پسند نہیں تھا، وہ میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ جیسا تم کہوگے، ویسا ہی ہوجائے گا، اب اس سے زیادہ میں کیا کرسکتی ہوں۔'' ہانیہ نے ٹشو سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بے چارگی سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے سب لیکن پتا نہیں پروفیسر صاحب کا رویہ بہت عجیب سا ہے۔ وہ اس موضوع پر بالکل چپ سادھ کر بیٹھے ہیں، حالانکہ وہ ماما کو منا سکتے ہیں.....'' اسود نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے الجھن کا اظہار کیا۔

''ظاہر ہے کہ وہ کیوں چاہیں گے.....؟'' ہانیہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔ ''وہ تو خود شرزمہ کے حسن کے پیچھے پاگل تھے۔'' ہانیہ کی بات پر اسود فوراً بولا۔

''ایسی کوئی بات نہیں، مجھے معلوم ہے کہ وہ شرزمہ کو دیکھ کر کیوں چونکتے تھے کیونکہ وہ جویریہ کی کزن ہیں جن سے کسی زمانے میں پروفیسر صاحب عشق کرتے تھے۔''

''کیا.....؟'' ہانیہ کو یہ بات اتنی عجیب لگی کہ وہ اپنا کھلا منہ بند کرنا بھول گئیں اور سخت الجھن بھرے انداز میں اسود کو دیکھنے لگیں جو بڑی فرصت سے گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

☆☆☆

''میں تو سمجھتی تھی کہ رضا باہر شادی کرکے بہت مطمئن زندگی گزار رہا ہوگا.....'' رومیصہ کو شرزمہ کی باتوں پر یقین نہیں آیا تھا، وہ دونوں انعم کے کمرے میں تھیں۔ انعم کی زندگی میں بڑا مثبت چینج آیا تھا وہ شرزمہ کے ساتھ اب خاصی بے تکلف ہوچکی تھی اور اس کے ساتھ اکثر یونیورسٹی بھی چلی جاتی۔

''پتا نہیں آنٹی، میں نے تو ہمیشہ ہی ان دونوں کو لڑتے اور جھگڑتے ہی دیکھا تھا.....'' شرزمہ اداس ہوئی۔

''لیکن، کیوں.....؟'' رومیصہ کی آنکھوں میں تیرتی الجھن شرزمہ کے لیے حیران کن نہیں تھی۔

''کچھ لوگ زندگی کے ہر معاملے میں بہت بدقسمت ہوتے ہیں۔ پاپا کے ساتھ یہاں بہت عجیب ہوا اور جب وہ اسپین گئے تو انہوں نے اپنی شادی کو کافی عرصے تک چھپائے رکھا اور جب اچانک یہ راز کھلا تو ماما دوبارہ ان پر اعتبار نہ کرسکیں، انہوں نے کبھی انہیں پاکستان آنے کی اجازت نہیں دی.....'' شرزمہ کے ذہن میں ان کی لڑائی جھگڑوں کے ہزاروں مناظر محفوظ تھے۔

''دونوں ایک دوسرے سے دو، دو ماہ بات نہیں کرتے تھے، میں زیادہ تر ہنی کے ساتھ رہتی جو میری خالہ تھیں۔ انہوں نے ہی میری پرورش کی.....'' شرزمہ کی باتیں رومیصہ کے دل کو تکلیف

دے رہی تھیں لیکن وہ اس شخص کے متعلق چھوٹی سے چھوٹی بات بھی سننا چاہتی تھیں جسے تقدیر نے ان کی زندگی میں ایسے ہی شامل کردیا تھا۔

''ماما کو اس چیز کا بہت غرور تھا کہ پاپا ان کے ڈیڈی کے اسٹور پر کام کرتے ہیں، وہ بات بات پر انہیں طعنے دیتی تھیں اور پاپا بھی کسی سے کم نہیں تھے، وہ بھی اپنا حساب برابر رکھتے۔'' شرزمہ کو ماضی کی باتیں تکلیف دے رہی تھیں لیکن وہ آج رومیصہ آنٹی کو باور کروانا چاہتی تھی کہ وہ اپنے ذہن سے نکال دیں کہ ان کے شوہر نے ایک بھرپور کامیاب زندگی گزاری تھی۔

''لیکن ان دونوں کی تو لو میرج نہیں تھی کیا.....؟'' رومیصہ نے عجلت بھرے انداز میں بات کاٹی۔

''پاکستان آنے سے پہلے تک تو میں یہی سمجھتی تھی.....'' شرزمہ کی بات نے انہیں پریشان کیا۔ تب ہی انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''مجھے یہاں آکر بہت تکلیف دہ حقیقتوں کا ادراک ہوا ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے.....'' شرزمہ نے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائی۔

''کیا مطلب.....؟'' رومیصہ کو اپنے سامنے بیٹھی لڑکی سے پہلی دفعہ ہمدردی محسوس ہوئی۔

''بس دفع کریں آپ، ان سب تکلیف دہ باتوں کو.....'' شرزمہ نے انہیں ٹالا۔ ''آپ بس یہ سوچ کر اپنی زندگی کو آسان بنالیں کہ اگر آپ خوش نہیں تھیں تو ان کے لیے بھی زندگی پھولوں کی سیج نہیں تھی۔'' شرزمہ زبردستی مسکرائی۔

''یہ سوچ لینے سے کیا میری زندگی کے تمام قیمتی سال واپس آجائیں گے یا میری بیٹی کی محرومیوں کا ازالہ ہوجائے گا؟'' رومیصہ کے تلخ لہجے پر شرزمہ ٹھٹک سی رہ گئی۔

''محرومیاں صرف انعم ہی کے حصے میں ہی نہیں آئیں، میں کس سے گلہ کروں.....'' شرزمہ کی بات نے انہیں لاجواب کیا۔

''زندگی کے دامن میں ہر شخص کے لیے کسی نہ کسی حوالے سے محرومیاں اور دکھ ضرور ہوتے ہیں، شاید اس لیے کہ غم کی موجودگی میں ہی انسان خوشی کے خالص احساس کو دل سے محسوس کرسکتا ہے۔'' اس کا فلسفہ رومیصہ کے لیے مشکل نہیں تھا۔

''تم اس حوالے سے تو خوش قسمت ہوناں کہ تمہیں ارجمند ولا میں فوراً ہی قبول کرلیا گیا، تمہیں وہ حیثیت فوراً ہی دے دی گئی جو رضا کی اولاد کو ملنی چاہیے تھی۔ جبکہ میری بیٹی کے مقام کو تو آج تک بھی صرف رومیصہ کی اولاد ہی سمجھتے ہیں۔'' ان کے لہجے میں رنج چھلکا۔

''آنٹی، مجھے اس لیے فوراً قبول کیا گیا کیونکہ میں کسی الماس بیگم کی بہن کی بیٹی نہیں ہوں.....'' شرزمہ کے منہ سے نکلنے والی تلخ حقیقت نے رومیصہ کو فوراً ہی چپ کروادیا۔

''آپ کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ الماس آنٹی کی بہن ہونا اور پاپا کی زندگی میں زبردستی شامل ہونا ہے۔ اگر آپ کی جگہ پر دادو کی پسند کی کوئی لڑکی ہوتی تو ارجمند ولا کے دروازے میرے لیے کھلنا تو دور کی بات، کوئی مجھے اندر جھانکنے بھی نہ دیتا۔'' اس نے ایک اور تلخ حقیقت بیان کی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو شرزمہ.....'' وہ اداس ہوئیں۔

اگلی صبح ارجمند ولا کے مکینوں کے لیے بہت اذیت ناک تھی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اگلے دن کا سورج اپنے ساتھ بے شمار تلخ حقیقتوں کو لیے طلوع ہوگا۔ وہ ابھی تو اس نے پورے گھر میں ایک ہولناک خاموشی دیکھی۔

''حرا بھابی کیا ہوا ہے.....؟'' اتوار ہونے کی وجہ سے وہ آج گھر پر ہی تھی، ویسے بھی آج کل وہ کیمپس کم کم ہی جارہی تھی۔ اس دن اس نے حرا بھابی کو کچن کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کسی گہری

سوچ میں گم پایا۔

''تمہیں پتا ہے کہ نوریہ گھر چھوڑ کر چلی گئی......''

حرا بھابی نے اس کے سر پر بم ہی تو پھوڑا تھا۔

''کیا......؟'' اس نے دہل کر حرا بھابی کا انتہائی سنجیدہ چہرہ دیکھا۔ ''الماس ممانی کا بی پی شوٹ کر گیا ہے انہیں اسپتال لے کر گئے ہیں ماموں......''

''لیکن، ایسا کیسے ممکن ہے......؟'' اس کے منہ سے پھسلا۔ ''وہ کیسے اکیلے گھر چھوڑ کر جا سکتی ہے......؟''

''تو وہ اکیلے تھوڑی گئی ہے......'' حرا بھابی کے اگلے انکشاف نے شرزمہ کو مزید بوکھلا دیا۔

''کیا مطلب ہے، آپ کا......؟''

''اس نے اور ارسلان نے کورٹ میرج کر کے باقاعدہ پلاننگ سے گھر چھوڑا ہے......'' ان کے چہرے پر گہرے دکھ کا سایہ تھا۔

''اوہ، آئی سی......'' شرزمہ کے اندر کہیں دور تک سکون کی لہریں ابھریں۔ ''آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ ایسے کہیں ناں کہ وہ دونوں گئے ہیں۔'' شرزمہ نے مطمئن ہو کر ساس پین میں پانی ڈالا اور چائے کے لیے چولہے پر رکھ دیا۔ حرا بھابی نے الجھ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

''تمہیں افسوس نہیں ہوا......؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں......'' شرزمہ نے برتن آن کرتے ہوئے انہیں مزید حیران کیا۔ ''انہیں ایسا قدم بہت پہلے ہی اٹھا لینا چاہیے تھا......''

''اگر تم اس گھر میں پہلے آجاتیں تو شاید وہ یہ گھٹیا حرکت پہلے ہی کر جاتے......'' عطیہ آنٹی اچانک ہی کچن میں داخل ہوئیں۔ انہوں نے شاید نہیں یقیناً شرزمہ کی باتیں سن لی تھیں۔ جو انہیں سخت ناگوار گزری تھیں جبھی ان کے چہرے پر پھیلا تنفر شرزمہ کو بوکھلانے پر مجبور کر گیا۔

''آنٹی میرا مطلب یہ نہیں تھا......'' اس نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''تمہارا مطلب جو بھی ہو......'' انہوں نے فوراً ہی اس کی بات قطع کی۔ ''اپنی بے حیا، بے شرم اور کمزور کردار کی حامل دوست سے بات ہو تو میرا پیغام اسے دے دینا کہ میری زندگی میں تو ارجمند ولا کے دروازے اس کے لیے نہیں کھل سکتے، میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی......'' وہ ناک کے نتھنے پھلائے اتنی بلند آواز سے چیخیں کہ سارے ہی لوگ اپنے اپنے کمروں سے نکل آئے۔

''گھٹیا عورت کی گھٹیا بیٹی، میرے اتنے لائق فائق بیٹے کو ورغلا کر لے گئی، گندا خون......'' عطیہ آنٹی اپنے حواسوں میں کہاں تھیں۔

''منہ سنبھال کر بات کرو عطیہ......'' انکل فہیم نے انگلی اٹھا کر اشارہ کیا۔

''کیوں بات کروں میں منہ سنبھال کر، آپ کے بھائی کی ساری اولاد کی رگوں میں ہی گندا خون تھا، پہلے بڑی والی نے کسی کے عشق میں خودکشی کی اور دوسری میرے بیٹے کو بھگا کر لے گئی۔'' عطیہ خاتون کسی جاہل خاتون کی طرح چیخ رہی تھیں۔

''میرے بھائی کی اولاد کی رگوں میں اگر گندا خون تھا تو تمہارا خون کون سا نیک تھا۔ کیوں اٹھایا تمہارے بیٹے نے ایسا قدم......؟'' انکل فہیم ان سے زیادہ بلند آواز میں دہاڑے۔

''کیا ہو گیا ہے فہیم ماموں آپ کو......'' شامی نے انہیں بازو سے پکڑ کر اندر لے جانا چاہا۔

''ساری زندگی ان دونوں عورتوں نے اپنی جھوٹی انا کے لیے ہم دونوں بھائیوں کا سکون غارت کیے رکھا۔ نیچے والی اگر پڑھی لکھی جاہل تھیں تو یہ اوپر والی ان سے بڑی مکار اور سازشی۔'' انکل فہیم کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ ان کی آنکھوں سے نکلنے والے شعلوں نے عطیہ آنٹی کی قوتِ گویائی سلب کر لی تھی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں پہلی دفعہ فہیم

صاحب کو اس لہجے میں بولتے دیکھا تھا۔

''بہو، تم چلو اندر۔ اور فہیم اب ایک لفظ بھی مزید مت بولنا......'' ارجمند خاتون کی رعب دار آواز پر سبھی نے پلٹ کر دیکھا۔ اپنے پیچھے ارجمند خاتون کے ساتھ ابراہیم صاحب کو دیکھ کر عطیہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ شرزمہ دم بخود سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ پورے گھر پر ایک بھونچال سا طاری تھا۔

☆☆☆

''عبیرہ آپی، الماس آنٹی کی طبیعت اب کیسی ہے......؟'' وہ اس دن دبے پاؤں نیچے اتر کر آئی تو نچلے پورشن میں بھی ہُو کا عالم تھا۔ ردمیصہ اپنی بیٹی کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ سامنے ہی لاؤنج میں عبیرہ کوئی جرنل کھولے انتہائی سنجیدہ انداز سے بیٹھی ہوئی تھی۔

''ماما، ٹھیک نہیں ہیں......'' اس نے چونک کر دروازے میں کھڑی شرزمہ کو دیکھا اور مختصراً بولی۔

''کیا میں ان کو ایک نظر دیکھ لوں......؟'' اس نے تھوڑا سا جھجک کر کہا، عبیرہ کے چہرے پر تذبذب کے آثار ابھرے۔ کچھ لمحے سوچنے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آؤ، میں لے چلتی ہوں تمہیں، ان کے پاس......''

''ماما......'' عبیرہ نے ان کے بیڈ روم کے دروازے میں کھڑے ہو کر ہلکی آواز میں پکارا۔ کمرے میں ملگجا سا اندھیرا تھا۔ اپنے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے الماس بیگم کو دیکھ کر شرزمہ کو دھچکا سا لگا۔ صرف چار دنوں میں ان کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ سلوٹ زدہ سوٹ، سوجی ہوئی دہشت زدہ آنکھیں، پپوٹے ابھرے ہوئے، خشک ہونٹ اور بے تاثر چہرہ، شرزمہ کو ان کی حالت دیکھ کر افسوس ہوا۔

''ماما، شرزمہ آپ سے ملنے آئی ہے......'' عبیرہ کی آواز پر انہوں نے اپنے دائیں طرف سر موڑ کر دیکھا، وہ ہلکا سا چونکیں۔

''جویریہ......؟'' وہ زیرِ لب بڑبڑائیں۔

''ماما جیا نہیں شرزمہ ہے یہ......'' عبیرہ نے ہلکی سی ناگواری سے کہا۔ شرزمہ تھوڑا سا چل کر ان کے پاس آئی۔

''تمہاری آنکھیں بالکل جیا جیسی ہیں......'' وہ کسی خواب کے زیرِ اثر بولیں۔ شرزمہ ان کے بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

''تم جیا ہو ناں، اپنی ماما سے ناراض ہو ناں......'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بے اختیاری کی کیفیت میں بولیں۔ شرزمہ کو ان کے ہاتھ کا لمس سرد اور بے جان سا محسوس ہوا۔

''آنٹی میں بھی تو آپ کی جیا کی طرح ہی ہوں......'' شرزمہ کو ان کی حالت دیکھ کر شدید دکھ ہوا۔ وہ آج اس الماس بیگم سے بالکل مختلف دکھائی دے رہی تھیں جنہیں اس نے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ شان و شوکت اور رعب آج ان کی شخصیت سے ناپید تھا۔

''تم بھی جیا کی طرح مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی......؟'' ان کی آنکھوں سے آنسو پھسلے۔

''کیا ہو گیا ہے ماما، یہ جیا نہیں شرزمہ ہے، حسن رضا چچا کی بیٹی......'' عبیرہ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ شاید ذہنی طور پر بالکل ہی غیر حاضر تھیں۔

''مجھے پتا ہے یہ میری جیا ہی ہے......'' ان کے لہجے میں عجیب سی بچگانہ ضد محسوس کر کے شرزمہ نے فوراً ہی انہیں تسلی دی۔

''جی آنٹی میں آپ کی جیا ہی ہوں......''

شرزمہ اور عبیرہ اگلے ایک گھنٹے تک انہی کے پاس بیٹھی رہیں۔ پھر انہیں میڈیسن دے کر وہ باہر آئیں تو سامنے ہی ابراہیم صاحب بڑے تھکے تھکے انداز میں بیٹھے تھے۔ عبیرہ کے ساتھ شرزمہ کو دیکھ کر وہ چونکے۔

''کیسی طبیعت ہے تمہاری ماما کی......؟''

انہوں نے فکرمندی سے پوچھا۔

"پاپا، آپ ماما کو کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھائیں ان کی ذہنی حالت مجھے کچھ بہتر نہیں لگ رہی......" عبیرہ نے پریشانی سے کہا۔

"کیا مطلب......؟" تو وہ فوراً بولے۔

"وہ اب شرزمہ کو جیا سمجھ رہی ہیں......" عبیرہ نے شرمندگی سے کہا۔

"الس او کے بیٹا......!" ابراہیم صاحب رنجیدہ سے انداز میں مسکرائے۔ "جویریہ کے انتقال کے بعد پہلی دفعہ تو وہ اس کا اس انداز سے نام لے رہی ہیں، انہیں پہلی دفعہ اپنی بیٹی کا دکھ محسوس ہو رہا ہے، ورنہ اس سے پہلے تو انہیں صرف جگ ہنسائی کا خوف ستاتا تھا......"

"پھر بھی پاپا، میں نے ماما کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا......" وہ دونوں ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"ڈونٹ ٹیک ٹینشن بیٹا، زندگی میں پہلی دفعہ تو انہوں نے پرنسپل کے بجائے ماں بن کر اپنی اولاد کا دکھ محسوس کرنا شروع کیا ہے......" ابراہیم صاحب تھوڑا سا تلخ ہوئے۔

"نویرہ کا کچھ پتا چلا......؟" عبیرہ نے بات بدلنے کی غرض سے پوچھا۔

"اس نے کہاں جانا تھا، دونوں جہلم میں ہیں۔ ارسلان کا فون آیا تھا مجھے......" ابراہیم صاحب کی بات پر وہ دونوں ہی بے ساختہ چونکیں۔

"ارسلان کا......کیا کہہ رہا تھا؟" عبیرہ نے ناگواری سے پوچھا۔

"کچھ نہیں، معافی مانگ رہا تھا......" انہوں نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر اذیت کے گہرے احساس کے ساتھ آنکھیں بند کیں۔

"پھر، آپ نے کیا کہا......؟" عبیرہ نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"میں نے کیا کہنا تھا بیٹا......" ابراہیم صاحب نے ایک لمبی سانس لی۔ "یہی کہا کہ بیٹا اپنی عزت تم لوگوں کے ہاتھ دے بیٹھے ہیں، اب تم لوگوں کی مرضی جیسے بھی ہماری پگڑیاں اچھالو۔" ابراہیم صاحب نے پہلی دفعہ اپنے دکھ کا اظہار کیا، ورنہ نویرہ کے جانے کے بعد وہ بالکل خاموش تھے۔

"وہ واپس آنا چاہ رہا تھا......" انہوں نے ایک اور انکشاف کیا۔ "اس کا کہنا تھا کہ اگر اس کے والدین باقاعدہ طور پر اس کی اور نویرہ کی شادی کر دیں تو وہ دونوں واپس آنے کو تیار ہیں۔"

"دماغ ٹھیک ہے اس کا......" عبیرہ ایک دم مشتعل ہوئی۔

"میرے خیال میں تو انکل اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ابھی بات گھر سے نکلی نہیں، اگر ایسا کر لیا جائے تو ان حالات میں یہ مناسب ہوگا......" شرزمہ کا تحمل بھرا انداز ابراہیم صاحب کو سوچ میں مبتلا کر گیا جبکہ عبیرہ نے کوفت سے پہلو بدلا اسے شرزمہ کا مشورہ بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

"میرے خیال میں تو اس میں کوئی حرج نہیں......" رومیصہ آنٹی جو ابھی ابھی اندر داخل ہوئی تھیں انہوں نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"روحی خالہ، آپ کو ماما اور عطیہ آنٹی کا پتا نہیں ہے کیا؟ وہ دونوں ہی طوفان کھڑا کر دیں گی۔" عبیرہ نے کوفت بھرے انداز میں اپنے بالکل سامنے بڑے پُراعتماد انداز سے کھڑی خالہ کو دیکھا۔

"اگر آپی یا عطیہ بھابی کا دماغ خراب ہے تو کیا ضروری ہے کہ باقی خاندان بھی ہوش و حواس کھو بیٹھے......" ان کی بات نے اندر داخل ہوتی ارجمند خاتون اور فہیم صاحب کو سخت حیران کیا۔

"ساری زندگی آپی اور عطیہ بھابی نے دنیا کو تماشا دکھانے کے سوا کیا ہی کیا ہے......؟" انہوں نے کڑی نظروں سے عبیرہ کو دیکھا جو اُن کے اس

انداز پر بوکھلا سی گئی۔

"اس گھر میں اور بھی بچیاں ہیں، اگر یہی حالات رہے تو ان کے رشتوں کے لیے کون آئے گا......؟" روحی خالہ کے تیور سبھی کے لیے انتہائی عجیب تھے۔

"مثلاً کون سی لڑکیاں......؟" عبیرہ نے طنزیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"رضا کی دو بیٹیاں، انعم اور شرزمہ اور تم بھی تو ہو......" رومیصہ خالہ کی بات نے سبھی کو دم بخود کیا۔

"تمہاری روحی خالہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں عبیرہ۔" ارجمند خاتون نے صوفے پر تھکے تھکے انداز سے بیٹھتے ہوئے ان کی تائید کی۔

"معاف کیجیے گا اماں، میں عبیرہ کی صرف خالہ ہی نہیں چچی بھی ہوں کبھی مجھے بھی اس گھر میں رضا کے حوالے سے پکار لیا کریں......" روحی خالہ کے پُراعتماد انداز نے ارجمند خاتون کے چھکے چھڑا دیے، ابراہیم صاحب اور فہیم صاحب کو ان کا انداز اچھا لگا، عبیرہ اور شرزمہ نے انہیں بے یقینی سے دیکھا جو اپنی بات کہہ کر رکی نہیں اور کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

"بہو، ایک گلاس پانی بھجوانا، میرے بچے......" ارجمند خاتون کے منہ سے بلا ارادہ پھسلا۔ رومیصہ نے مڑ کر حیرت سے انہیں دیکھا۔

"شکر ہے ماما، آپ نے بھی زندگی گزارنے کا انداز سیکھا......" شرزمہ ان کے پیچھے آ کر ایک دم ہی بولی، انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ "مجھے ماما کہنے سے منع مت کیجیے گا......" ان کے بولنے سے پہلے شرزمہ نے ہاتھ اٹھا کر انہیں اطلاع دینے والے انداز میں بتایا اور فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔ رومیصہ ان کی بات پر ہلکا سا مسکرائیں۔

☆☆☆

"یہ شامی کو انعم سے شادی کرنے کا مشورہ تم

غزل

آؤ احساسِ تازہ کی اب بات کریں
بسر خوشبوؤں میں جیون کی رات کریں

چاندنی کے سفر میں ہو تمہی ہم سفر
کاشت صحنِ دل میں کچھ خواہشات کریں

تُو سامنے ہو اگر تو جھکتی نہیں نگاہیں
ایسے عالم میں کیسے ہم مناجات کریں

بھیگی بھیگی اوس میں یوں کہتی ہے
چلو آج ہی ہم اقرار کی برسات کریں

چلتے چلتے ٹھہر گئے ساعتِ بے خودی پہ ہم
بھول بھول سپنوں کو یونہی کائنات کریں

پہلے باندھیں بندھن کو عہدِ وفا کی ڈور سے
پھر اپنے یقین و پیار سے ہر کسی کو مات کریں

مرسلہ: صدف جاوید قریشی۔ ہری پور ہزارہ

نے کس خوشی میں دیا ہے......؟" اس دن غیر متوقع طور پر ہی نویرہ کی اس کے سیل فون پر کال آ گئی۔

"ارسلان کو تم سے شادی کرنے کا اور ہمت دلانے کا فریضہ بھی میں نے ہی انجام دیا تھا، اس پر تو تمہیں اعتراض نہیں ہوا......" شرزمہ اپنا سیل فون کان سے لگائے لان کی طرف نکل آئی۔ نویرہ کی کھنکتی آواز اسے اچھی لگی۔

"وہ تو مجھ سے محبت کرتا تھا بس تھوڑی سی جرأت کی کمی تھی......" نویرہ نے شوخی سے جواب دیا۔

"کتنے گھنیا نکلے تم دونوں، مجھے بھی بتانا مناسب نہیں سمجھا......" شرزمہ کو اچانک ہی اپنا دکھ یاد آیا تو فوراً ہی گلہ کر بیٹھی جبکہ دوسری جانب وہ اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنسی۔

"ہم نے سوچا کہ زبانی دعوے بہت ہو گئے،

اب عملی قدم اٹھا کر ہی دنیا کو بتائیں گے......'' نوریہ نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

''ہوں، مطلب نکل جانے کے بعد اب تم مجھے بھی دنیا والوں میں ہی شامل کردگی......'' شرزمہ نے مصنوعی خفگی سے جتایا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

''تمہارا احسان تو میں اپنے بیٹے کی تمہاری بیٹی کے ساتھ شادی کرکے اتار دوں گی، اس لیے زیادہ گلے شکوے کرنے کی ضرورت نہیں......'' اس نے خوشگوار لہجے میں چھیڑا۔

''سوری، میں اپنی بیٹی کا رشتہ تم لوگوں کو کبھی نہیں دوں گی......'' اس نے صاف انکار کیا۔ ''تمہارا بیٹا بھی اپنے باپ کی طرح بزدل اور کم ہمت ہوگا......'' شرزمہ نے بھی شرارتی انداز میں جواب دیا تو وہ ایک دفعہ پھر کھلکھلا کر ہنس دی۔

''خیر اب تو بزدلی اور کم ہمتی کے طعنے نہ دو تم میرے میاں کو، آگ کا دریا پار کرکے مجھ سے شادی کی ہے اس نے......'' نوریہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بیٹا، حالات سے فرار بھی ایک طرح کی بزدلی ہی ہوتی ہے، مزہ تو تب تھا جب یہاں رہ کر سارے محاذوں پر لڑتا اور ڈنکے کی چوٹ پہ شادی کر کے لے کر جاتا۔'' شرزمہ کے شریر انداز پر وہ ایک دم ہی چپ ہوئی۔

''ہاں یار! کی تو میں نے اور ارسلان نے غلط حرکت ہے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا......'' وہ تھوڑا سا افسردہ ہوئی۔

''اچھا، اچھا، زیادہ ملکۂ جذبات بننے کی ضرورت نہیں، یہ بتاؤ کہ کیسی ہو......؟'' شرزمہ نے بات کا رخ بدلا۔

''میں ٹھیک ہوں یار، شامی کا فون آیا تھا، بہت دکھی تھا وہ......'' نوریہ کو اچانک یاد آیا کہ اس نے کس مقصد کے لیے فون کیا تھا۔

''شامی کا تم لوگوں سے رابطہ ہے......؟''

شرزمہ حیران ہوئی۔ ''اس نے ذکر تو نہیں کیا......''

''اس نے ذکر کرکے مرنا تھا کیا، میرے نکاح نامے میں ایک گواہ کے طور پر اس کے بھی دستخط ہیں......'' نوریہ کی اطلاع نے شرزمہ کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کیا۔

''اوہ مائی گاڈ، کتنے بڑے ڈرامے ہو تم لوگ......'' شرزمہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''تم حیران بعد میں ہونا، یہ بتاؤ کہ تم نے اسے انعم سے شادی کرنے کا مشورہ کیوں دیا جبکہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے......'' نوریہ نے اس سے پوچھا۔

''اس کے پسند کرنے سے کیا ہوتا ہے، وہ تو جیا آپی کو بھی پسند کرتا تھا......'' شرزمہ نے اس کی بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

''پھر بھی شرزمہ، وہ بیچارہ بہت اپ سیٹ تھا......'' نوریہ سنجیدہ ہوئی۔

''لیکن اس کی بات مان کر میں اپنی بہن کو ساری زندگی کے لیے اپ سیٹ نہیں کرسکتی......'' شرزمہ کی اطلاع پر دوسری جانب نوریہ کو دھچکا لگا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟''

''مطلب یہ ہے کہ میری معصوم سی بہن کی آنکھوں میں اس شخص کے سپنے نہ جانے کب سے ہیں جبکہ میں نے اس حوالے سے اس کے لیے کبھی نہیں سوچا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ میرے اندر دلچسپی صرف اس بنا پر لے رہا ہے کیونکہ میری شکل جیا آپی سے ملتی ہے......'' وہ لان چیئر پر بیٹھ کر بڑے تفصیلی انداز میں گویا ہوئی۔ ''جبکہ انعم نے زندگی میں کوئی خوشی نہیں دیکھی، مجھے اپنی بہن بہت عزیز ہے، میں اسے، اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی دینا چاہتی ہوں......'' شرزمہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن شیری، ایسے کیسے ہوسکتا ہے......؟'' نوریہ نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ کوئی ایسی ناممکن بات بھی نہیں، اچھی خاصی

تو ہے انعم......'' شرزمہ نے فوراً ہی کہا۔ اس کے لہجے میں چھپی انعم کے لیے محبت، کم از کم نوریہ کے لیے حیرت کا باعث بنی۔

''اچھا......!'' وہ تھوڑا سا تذبذب کا شکار ہوئی۔

''تم بات کرو ناں اس سے......'' شرزمہ کی فرمائش پر اس نے سر ہلایا۔

''ہاں کروں گی، تم یہ بتاؤ کہ ماما کیسی ہیں......؟'' نوریہ نے تھوڑا سا جھجک کر پوچھا۔

''ویسی ہی ہیں، جیسا کہ ایک ماں کو اس سچویشن میں ہونا چاہیے......'' شرزمہ کی بات پہ وہ شرمندہ ہوئی۔

''میری پاپا سے بات ہوئی تھی انہوں نے مجھے بتایا تو مجھے یقین نہیں آیا کیونکہ ماما کبھی ایسی نہیں تھیں......'' نوریہ نے افسردگی سے کہا۔

''یار تم لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ وہ بھی انسان ہیں، ٹوٹ سکتی ہیں، جھک سکتی ہیں، انہیں بھی تکلیف کا احساس ہوتا ہے......'' شرزمہ نے صاف گوئی سے کہا۔

''اصل میں ہم نے کبھی انہیں اس روپ میں دیکھا نہیں، اس لیے ذہن کو قبول کرنے میں تھوڑا وقت تو لگے گا ناں......'' نوریہ نے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

''کیا، کہا ابراہیم انکل نے......؟'' شرزمہ کو اچانک یاد آیا۔

''پاپا اور فہیم چچا آئے تھے ہمیں ملنے......'' نوریہ کی اطلاع اس کے لیے حیران کن تھی۔ ''انہوں نے کہا کہ دونوں خواتین کو تھوڑا وقت لگے گا لیکن دونوں سے آکر معافی مانگنا ہوگی۔''

''پھر...... کیا سوچا تم لوگوں نے......؟'' شرزمہ نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہم لوگ جلد ہی آئیں گے......'' نوریہ کے فیصلے نے اسے خوشی کا احساس بخشا۔ اس نے مطمئن ہو کر سامنے پھول پر بیٹھی ایک خوب صورت تتلی کو دیکھا۔ ایسی ہی محبت کی ایک تتلی انعم کی زندگی میں بھی آنے والی تھی۔

☆☆☆

''تم نے میری بیٹی کے اوپر جو احسان کیا ہے، اس کا بدلہ میں ساری زندگی نہیں اتار سکتی......'' رومیصہ آنٹی نے اس دن اچانک ہی اسے مخاطب کیا تو وہ حیران رہ گئی۔

''میں نے تو کوئی احسان نہیں کیا......'' شرزمہ جو نوڈلز بنانے کے لیے کیبنٹ سے پیکٹ نکال رہی تھی اس نے مڑ کر کہا۔

''آج شفق آپا کی امریکا سے کال آئی تھی، انہوں نے شامی کے لیے انعم کی بات کی ہے......'' رومیصہ کے لہجے سے جھلکتی خوشی شرزمہ کو اچھی لگی۔

''یہ تو اچھی بات ہے ماما......'' اس نے پتیلی میں پانی ڈالتے ہوئے سادگی سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ احتشام کو اس رشتے کے لیے تم نے راضی کیا ہے......'' ان کی سنجیدہ آواز پر شرزمہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''آپ سے کس نے کہا......؟''

''میں نے دو دن پہلے تمہاری اور نوریہ کی گفتگو سن لی تھی جو تم لان میں بیٹھی کر رہی تھیں......'' انہوں نے اس کے ہاتھ سے پتیلی لیتے ہوئے انکشاف کیا۔ شرزمہ ہڑبڑا سی گئی۔

''سچ مانو تو میرے لیے تمہاری گفتگو بہت حیران کن تھی، تم بہت اچھی لڑکی ہو، تمہارے والدین نے تمہاری بہت اچھی تربیت کی ہے......'' رومیصہ حد درجہ مشکور تھیں۔

''کم آن ماما، انعم میری بہن ہے، آپ یہ بات کیوں بھول جاتی ہیں......'' شرزمہ نے ان کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے یاد دلایا تو وہ مسکرا دیں۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اللہ میری بیٹی کا

انتا اچھا سبب بنا دے گا......'' وہ ابھی تک خوشگوار سی بے یقینی میں مبتلا تھیں۔

''انشاء اللہ، انجم کی قسمت بہت اچھی ہوگی......'' شرزمہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یقین دلایا۔ ''شاہی بہت اچھا لڑکا ہے......''

''مجھے معلوم ہے......'' وہ کھل کر مسکرائیں۔

''شرزمہ تمہاری کال ہے لینڈ لائن نمبر پر، کوئی پروفیسر آفاق ہیں......'' عبیرہ نے کچن میں جھانک کر اطلاع دی تو وہ چونک گئی۔

''پروفیسر آفاق......'' اس نے کھوجتی نگاہوں سے عبیرہ کا چہرہ جانچا، اس پر شناسائی کا کوئی رنگ نہ پاکر مطمئن ہوئی۔ جیسے ہی اس نے ریسیور کان سے لگایا دوسری جانب پروفیسر صاحب بےتابی سے بولے۔

''آپ کل ''الجھت'' آ سکتی ہیں......؟''

پروفیسر آفاق کی بات نے شرزمہ کو حیران کیا۔

''آپ نے پی ٹی سی ایل نمبر پر کال کیوں کی ہے......؟'' اس نے فوراً ہی پوچھا۔

''آپ سیل فون اٹینڈ جو نہیں کر رہی تھیں......'' انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا تو شرزمہ کو یاد آیا کہ اس کا سیل فون تو بیڈروم میں پڑا ہے۔

''آپ کو یہ نمبر کس نے بتایا......؟'' اس کے بیگانہ سوال پر پروفیسر صاحب مسکرائے۔

''جویریہ کے گھر کے تمام نمبر ابھی تک میرے دل پر تحریر ہیں......'' ان کے افسردہ لہجے پر شرزمہ فوراً خفت زدہ ہوئی۔

''او کے، میں کل شام کو آجاؤں گی......'' اس نے ابراہیم انکل کو لاؤنج میں آتے دیکھ کر فوراً ریسیور کریڈل پر رکھا اور کمرے سے نکل گئی۔

شام کو وہ رومیصہ کو اپنی ایک دوست کے گھر جانے کا کہہ کر نکل آئی۔ آسمان آج سارے کا سارا گرد آلود تھا۔ موسم بدل رہا تھا اور درختوں کے زرد پتے گلیوں میں اڑتے پھرتے تھے۔ الجھت کا گیٹ ہمیشہ کی طرح کھلا ہوا تھا۔ لان کی شادابی کو بھی شاید خزاں کی نظر لگ گئی تھی۔

''میرا دل کہہ رہا تھا کہ آپ آ گئی ہیں......'' دروازہ کھول کر پروفیسر آفاق اسی وقت باہر نکلے۔

''آپ کے دل نے درست سگنل کب سے دینے شروع کر دیے......؟'' شرزمہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں انہیں چھیڑا۔

''جب سے آپ نے الجھت کو چھوڑا ہے، تب سے......'' انہوں نے بھی اسی کے انداز میں جواب دے کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دونوں لان میں ہی بیٹھ گئے تھے۔ اسی لمحے مانو بلی لپکتی ہوئی اس کی جانب آئی اس نے شرزمہ کو پہچان لیا تھا اور اب خوشی سے اس کے قدموں میں لوٹ رہی تھی۔

''ہنی آتی ہیں یہاں......؟'' اس گھر میں آتے ہی ہانیہ کی یاد نے اس کا دامن پکڑا۔ اس لیے وہ ان کے بارے میں پوچھنے سے خود کو روک نہیں پائی۔

''ایک دو دفعہ ہی آئی تھیں، اب تو وہ اسپین واپس چلی گئی ہیں۔'' پروفیسر آفاق کی بات نے اسے جی بھر کر حیران کیا۔

''کیا اسپین......؟ لیکن کیوں......؟ اور اسود بھی ساتھ گیا ہے کیا......؟'' اس نے ایک ہی سانس میں تین سوال کیے۔

''اسود تو سان فرانسسکو چلا گیا اپنے والدین کے پاس......'' پروفیسر صاحب نے ایک دفعہ پھر اسے تعجب میں مبتلا کیا۔

''لیکن ہانیہ......؟'' شرزمہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح سے پوچھے۔ اس کی آنکھوں میں سمٹے استعجاب سے نظریں چراتے ہوئے وہ آہستگی سے بولے۔

''جو لوگ دل کی بساط پر ہمیشہ اپنے مطلب کی چال کھیلنا چاہتے ہیں ضروری نہیں ہوتا کہ ہر دفعہ ان کے حصے میں جیت ہی آئے......''

''مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کہنا کیا چاہتے

ہیں......؟'' وہ ہانیہ کے واپس چلے جانے کی اطلاع پر ایک دم ہی پریشان ہوئی۔

''اصل میں اسود کی ماما، ان دونوں کے رشتے کے لیے مانی نہیں اور اسود ان کی رضامندی کے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتا تھا......'' پروفیسر صاحب نے اصل بات کی جانب آتے ہوئے تمہید باندھی۔ شرزمہ نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

''ابھی دنوں اسود کی تمہارے فاروق انکل سے ملاقات ہوئی جو ہانیہ کی اصلیت سے بخوبی واقف تھے، انہوں نے اسود کو بتایا کہ ہانیہ آپ کے پاپا حسن رضا کو پسند کرتی تھیں جبکہ حسن رضا، آپ کی ماما پر فریفتہ تھے، دونوں کی شادی تو ہوگئی لیکن ہانیہ نے ہمیشہ انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے رکھا۔ وہ دونوں کو پمپ کرتی تھیں جس کے نتیجے میں آپ کے والدین کے درمیان ناچاقیاں بڑھتی گئیں۔ حتیٰ کہ ایک حادثے میں دونوں کا انتقال ہو گیا......'' پروفیسر آفاق کی بات پر شرزمہ نے برا سا منہ بنایا۔

''انکل فاروق کو کیا پڑی تھی کہ وہ گڑے مُردے اکھاڑتے پھریں، ایسی صورت میں جب انہیں پتا تھا اسود اور ہانیہ کے درمیان کیا چل رہا ہے۔'' شرزمہ کو غصہ آیا تو پروفیسر آفاق حیران ہوئے۔

''آپ عجیب لڑکی ہیں، انہوں نے آپ کے والدین کی زندگی کو مشکل بنائے رکھا اور پھر آپ کے خلاف بھی زہر اگلتی رہیں لیکن آپ پھر بھی ان کی طرف داری کر رہی ہیں؟''

''ماما اور پاپا تو چلے گئے وہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے جب کہ میرے خلاف اگر وہ بولتی تھیں تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن انکل فاروق نے ان کے مستقبل کو خراب کر کے اچھا نہیں کیا......'' شرزمہ کی بات پر پروفیسر آفاق کافی دیر تک کچھ بول ہی نہ سکے۔

''اور جو اسود کی زندگی خراب ہونے جا رہی تھی وہ......؟'' انہوں نے اچانک پوچھا۔

''اسود کوئی بچہ نہیں تھا اس نے سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہوگا اور ویسے بھی ہنی اتنی بھی بری نہیں تھیں......'' شرزمہ کی سادگی پروفیسر آفاق کو قدم قدم پر تعجب میں مبتلا کر رہی تھی۔

''وہ بری نہیں حد درجہ خود غرض اور خود پرست خاتون تھیں، ایسے لوگ نہ کبھی خود خوش ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کو ہونے دیتے ہیں۔'' پروفیسر صاحب تیز لہجے میں بولے۔

''ضروری نہیں ہوتا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہو، انسان کو مثبت انداز میں سوچنا چاہیے......'' اس کی خوش گمانی عروج پر تھی۔

''آپ کو پتا ہے کہ اسود آپ کو پسند کرتا تھا......'' پروفیسر صاحب نے عجیب سے لہجے میں اچانک ہی کہا۔

''ہاں پتا تھا......'' شرزمہ نے بے نیازی سے کہا۔ ''اور یہ بھی پتا تھا کہ ہنی اسے پسند کرتی تھیں......'' اس کے جواب نے پروفیسر آفاق کو چونکا دیا۔

''آپ کو اس چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا......'' ان کی حیرانی کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

''مجھے اس چیز سے تب فرق پڑتا، اگر میں بھی اسود کو پسند کرتی یا میری اس کے ساتھ کوئی کمٹمنٹ ہوتی......'' اس کے لہجے کی سچائی نے پروفیسر آفاق کو مطمئن کیا۔ وہ بالکل ہی خاموش ہو گئے۔ شرزمہ بے خیالی میں مانو بلی کو دیکھنے لگی جو اپنی کرنجی آنکھیں شرزمہ پر جمائے ہوئے تھی۔

''آپ نے مجھے اس دن وہ ٹیکسٹ کیوں کیا تھا......؟'' شرزمہ کو اچانک یاد آیا۔

''کون سا......؟'' انہوں نے بے دھیانی میں پوچھا۔

''یہی کہ الجھت کے دروازے میرے لیے

ہمیشہ کُھلے رہیں گے......'' شرزمہ انہیں نظریں چراتے دیکھ کر زیرِ لب مسکرائی۔

''پتا نہیں......'' ان کے انداز میں افسردگی کا عنصر نمایاں ہوا۔ بلیک پینٹ پر گرے شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح بہت گریس فل لگ رہے تھے۔ شرزمہ کو نہ جانے کیوں ان کی شخصیت کسی گھنے شجرِ سایہ دار کے مانند لگتی تھی۔

''آپ حقیقت کو مان کر اپنی اور میری زندگی آسان کیوں نہیں کر لیتے......'' شرزمہ نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے پُراعتماد انداز میں کہا۔ وہ چونک گئے۔

''کون سی حقیقت......؟'' ان کے منہ سے بلا ارادہ پھسلا۔

''یہ ہی کہ آپ اور میں دو ایسے فرد ہیں جن کو تقدیر نے ان کی جنت سے نکال کر ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا ہے تا کہ ہم اپنی اپنی گمشدہ جنت کو دوبارہ پا سکیں......'' شرزمہ کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

''جو چیزیں گم ہو جائیں، وہ کہاں ملتی ہیں......'' انہوں نے اس لڑکی کے شفاف چہرے سے بہت مشکل سے اپنی نگاہیں ہٹائیں۔

''انسان کی نیت صاف ہو اور ڈھونڈنے کی لگن ہو تو گمشدہ چیزیں اپنے مقام پر دوبارہ مل جاتی ہیں جہاں ہم انہیں کھو چکے ہوتے ہیں......'' شرزمہ کی آنکھوں میں مچلتے دیے پروفیسر آفاق کی زندگی کے اندھیروں کو کم کر رہے تھے۔

''میں ایسا خوش قسمت کہاں......'' وہ حد درجہ بے یقین ہوئے۔

''لیکن مجھے تو اپنی خوش قسمتی پر کوئی شک نہیں......'' شرزمہ اس دفعہ کھل کر مسکرائی۔ انہوں نے گڑبڑا کر اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو ہمیشہ ہی انہیں اپنے دل کے بہت قریب محسوس ہوئی تھی۔

''میں جیا آپی نہ سہی، ان کے جیسی تھوڑی بہت تو ہوں ناں، الجھت کو کچھ نہ کچھ سنوار سکتی ہوں......'' اعتراف کا لمحہ آ چکا تھا۔ پروفیسر آفاق نے بڑی گہری نظروں سے اس کی پلکوں کو مرتعش ہوتے دیکھا۔

''آپ کو اپنا اور میرا ایج ڈیفرنس معلوم ہے؟ پورے سترہ، اٹھارہ سال چھوٹی ہیں آپ مجھ سے......'' پروفیسر آفاق نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

''آپ جسمانی عمر کی نہیں، ذہنی عمر کی بات کریں مجھ سے......'' شرزمہ کا شریر انداز انہیں اچھا لگا۔

''ذہنی عمر میں تو آپ مجھ سے شاید دو چار سال بڑی ہی ہوں......'' انہوں نے کھل کر مسکراتے ہوئے اعتراف کیا۔

''پھر ایسے فضول دلائل دینے کے بجائے وہ بات کریں جو آپ کو اس موقع پر کرنی چاہیے......'' شرزمہ نے انہیں ایک دفعہ پھر چھیڑا۔

''مجھے لگتا ہے کہ میں دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں جسے دنیا میں ہی اپنی جنت حاصل کرنے کا موقع مل رہا ہے......'' پروفیسر آفاق نے اپنے سامنے بیٹھی اس دلکش لڑکی کو پہلی دفعہ بڑی استحقاق بھری نظروں سے دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں محبتوں کا ایک جہاں آباد تھا۔ وہ اس دفعہ مکمل یقین کے ساتھ مسکرائے، انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی گمشدہ جنت اب ان سے زیادہ فاصلے پر نہیں۔

جبکہ ان کے سامنے بیٹھی شرزمہ سوچ رہی تھی کہ اس نے ہانیہ اور اسود کی زندگی میں بدگمانی کے اندھیروں کو کیسے کم کرنا ہے، ہانیہ لاکھ خود غرض سہی لیکن شرزمہ پر ان کی محبتوں کے کچھ قرض باقی ہیں اور قرض جتنی جلدی ادا کر دیے جائیں زندگی اتنی ہی سہل اور خوب صورت بن جاتی ہے۔